انڈین نیشنل کانگرس مدراس

پر



آنریبل سر سیّد احمد خان بہادر کے۔سی۔ایس۔آئی کا

لکچر

محمد حمد اللہ عدد کے نامی پریس کا نیو مین رجسٹری ہو کر چھپا

۷۸۶

لکچر

آنریبل سر سیّد احمد خان بہادر کے سی ایس آئی کا

۲۸- دسمبر ۱۸۸۷ء کو بوقت شب

بمقام لکھنؤ

ہماری قوم کو نسبت پولیٹکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے

جناب پریسیڈنٹ صاحب و دیگر صاحبان و لیڈی صاحبان!-

میری کبھی عادت پولیٹکل امور پر لکچر دینے کی نہین ہے اور نہ مجھے یاد ہے کہ مینے کبھی پولیٹکل امور مین کوئی لکچر دیا ہو- میری توجہ ہمیشہ اپنے بھائی مسلمانونکی تعلیم کیطرف مائل رہی ہے اور اوسیکو مین ہندوستان کی لیے اقوم کے لیے، و رنمنٹ کے لیے، بہت مفید سمجھتا ہون لیکن اِس زمانہ مین بعض حالات ایسے درپیش آئے ہین جنکے سبب سے ضرور ہوا کہ اپنی رای سے اپنے بھائیونکو جسکو اونکے حق مین مین مفید سمجھتا ہون اطلاع دون- آے صاحبون اِس لکچر کا مقصود صرف یہ ہے کہ ہم مسلمانونکو نسبت پولیٹکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے- مین اِس مضمون پر کوئی فلسفیانہ بحث کرنی نہین چاہتا اور نہ اِس مضمون پر اون اصولون سے بحث کرنا چاہتا ہون کہ جنکی نسبت سیاست مدن اور پولیٹکل اکانمی کی کتابون مین بڑے بڑے لکچر اور مضمون لکھے ہوئے ہین- اِسوقت میرا مطلب صرف سیدھے اور سادے طور پر اپنے بھائیونکو اپنی رائے کا بتانا ہے، پسند کرنا یا نکرنا ہر شخص کے اختیار مین ہے-

جن سببون سے آج مین اِس مضمون پر لکچر دینے کھڑا ہوا ہون وہ یہ ہین کہ اِن دنون ہندوستان مین نسبت گورنمنٹ کے پولیٹکل امور کے ایک قسم کی شورش بہت لوگون مین پائی جاتی ہے مقصود میرا یہ کہنا ہوگا کہ آیا ایسے امور مین ہمارے بھائیونکو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے- اِس مضمون کو گو مسلمانون سے تعلق ہے اور میرا خیال اور میرا ارادہ بھی مسلمانونسے کہنے کا ہی لیکن مین یہ بھی بتاؤن گا کہ آیا ملک کے لیے اور تمام قومونکے لیے جو ہندوستان مین بستی ہین وہ امور مفید ہین یا

غیر مفید۔ اگر مفید خیال کرو تو سبکو پیروی کرنی چاہیے اور اگر ملک کے لیے یا قوم کے لیے مضر ثابت ہون تو اون سے علاحدہ رہنا چاہیے۔ قبل اِسکے کہ یہ مضمون شروع ہو، مجکو مختصر طور پر بیان کرنا مناسب ہے کہ ہماری گورنمنٹ جو اَب قریب سو برس سے ہندوستان مین حکومت کر رہی ہے اوسکا طرزِ حکومت کیا ہے؟ اوسکا طرزِ حکومت یہ ہے، کہ جو امور پولیٹیکل کے خارجی ہین یعنی ریاست ہاے غیر سے خواہ فرانٹیر کے خواہ دیگر ممالک سے علاقہ رکھتے ہین، وہ اپنے ہاتھ مین گورنمنٹ نے رکھے ہین۔ اِسیطرح پر جتنے امور جنگ کے ہین، یا فوج کے آراستہ کرنے کے ہین، یا کسی ملک سے صلح کرنے یا جنگ کرنے کے ہین، وہ سب گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ مین رکھے ہین۔ مجکو امید ہے کہ ہملوگ جو بطور رعایا کے رہتے ہین اون امور سے جنکو گورنمنٹ نے علحدہ رکھا ہے، یا اپنے ہاتھ مین رکھا ہے ہمکو کچھ زیادہ سروکار نہین ہے۔ اگر کوئی ملک گورنمنٹ فتح کرے، برما لیلے، افغانستان سے لڑے، اوس سے صلح کرے، اِنسے ہملوگ جو ملک کے باشندہ ہین کچھ سروکار نہین رکھتے۔ جن امور کو گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ مین رکھا ہے اون سے رعایا کو کوئی مضرت یا اندیشہ نہین ہے۔ باقی امور متعلق اندرونی انتظام ملک کے ہین جنسے ہمارا تعلق ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ اونمین گورنمنٹ نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ گورنمنٹ نے ایک کونسل رکھی ہے جو قانون بناتی ہے اور جسکا اثر ملک پر اور رعایا کے جان، مال، اور آسایش پر پڑتا ہے۔ اِس کونسل مین چند ممبر نامزد ہوا ہین۔ علاوہ اونکے ہر صوبہ سے جو گورنمنٹ کی دانست مین نہایت ہوشیار اہلکار گورنمنٹ کے ہین مثلاً کمشنر یا اور کوئی واقف کارِ حالِ صوبہ جنسے مدت تک وہان زندگی بسر کی ہے۔ عدالت کے کام فوجداری۔ کلکٹری کے کام سے اور اوس ملک اور اوس ملک کے حال سے واقف ہے، ہر صوبہ سے بلاتی ہے۔ پنجاب سے، اودھ سے، شمال و مغرب سے، مدراس و بمبئی سے اور اونکو مشورہ مین شریک کرتی ہے۔ گورنمنٹ ہندوستانی رئیسون مین سے جنکو وہ اوس کرسی پر بیٹھنے کے قابل اور باعتبار عزت کے مناسب سمجھتی ہے اونکو بھی بلاتی ہے۔ شاید اِس بات پر لوگونکو شبہ ہوا ہوگا کہ باعتبار عزت کے کیون بلاتی ہے باعتبار لیاقت کے کیون نہین بلاتی۔ اِسکی بابت **اے** حضرات مین کچھ بیان کرونگا۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہم یہ کہین، اور اگر مین کہون تو میرے دوست مجکو معاف کرین کہ ہمارے رئیس اوس کرسی پر بیٹھنے کے لایق نہین۔ افسوس ہے کہ مین بھی اسبات کو تسلیم کرتا ہون کہ لایق نہین مگر گورنمنٹ کو اس باب مین جو نہایت مجبوری ہے، اور جس سبب سے اِس معاملہ مین وہ عاجز ہوگئی ہے اوس سے قطع نظر نہین کرنی چاہیے۔ آپ خیال کرین کہ دو اسرا سے کے ساتھ کونسل مین بیٹھنے کے لیے واجبات سے ہے کہ ایک معزز شخص ملک کے معزز شخصون مین سے ہو۔ کیا ہمارے ملک کے رئیس اسکو پسند کرین گے کہ ادنے قوم یا ادنی درجہ کا آدمی خواہ اوسنے بی اے کی ڈگری لی ہو یا

ایم اے کی اور گو وہ لایق بھی ہو اونپر بیٹھکر حکومت کرے۔ اونکی مال، جائداد اور عزت پر حاکم ہو کبھی نہین کوئی
ایک بھی پسند نہین کریگا (چیرز) گورنمنٹ کی کونسل کی کرسی نہایت معزز ہے گورنمنٹ مجبور ہے کہ سوای معزز کے
کسیکو نہین بٹھا سکتی۔ اور نہ وایسرائے اوسکو مائی کلیگ یا مائی آنریبل کلیگ یعنی برادر یا معزز مصاحب کہہ سکتا ہے
نہ شاہانہ ڈنر وینین اور نہ شاہنشاہی جلسون مین جہان ڈیوک اور ارل اور بڑے بڑے معززین شامل ہوتے ہین
بلایا جا سکتا ہے۔ غرضکہ گورنمنٹ پر یہ الزام کسیطرح عاید نہین ہو سکتا کہ رئیسونکو کیون منتخب کرتی ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ
ہمارے رئیس ایسے ہین کہ کونسل مین کوئی کارروائی مفید ہندوستان کے لیے نہین کر سکتے۔ اسکے بعد گورنمنٹ مین مسودہ کے
طور پر قانون پیش ہوتا ہے۔ مختلف اضلاع کے حکام اوسپر رپورٹین پیش کرتے ہین اور ضرورت بتلاتے ہین کہ
ملک کے انتظام کے لیے فلان امر کی ضرورت ہے۔ گورنمنٹ امور مشتبہ مین کمیشن مقرر کرتی ہے کہ جابجا جاکر حال
دریافت کرکے کیفیت مرتب کرین کہ درحقیقت انتظام کے لیے اوسکی ضرورت ہے یا نہین۔ وہ سب کارروائی کونسل مین
پیش ہوتی ہے اور نہایت مباحثہ ہوتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آج ہماری ایجیٹیشنل کانگرس مین تیسرے
رزولیوشن پر ہوا بلکہ اوس سے بھی زیادہ (چیرز) مجھے امید ہے کہ اس جلسہ مین ایسے لوگ بھی ہونگے جنھون نے اجلاس کونسل
کا تماشہ دیکھا ہے۔ مین یقین دلاتا ہون کہ تمام ممبر جنکی راے مین جو امر ملک کے لیے بہتر ہوتا ہے وہ نہایت زور اور گرمجوشی سے
بلالحاظ وایسرائے کے کہ کون ہے اور اوس کرسی پر وایسرائے ہے یا سفید پتھر کی مورت اور بلالحاظ دوسرے ممبر کی تائید
یا موافقت کے جو راے مین آتا ہے نہایت عمدگی اور نیک نیتی اور خیرخواہی سے گفتگو کرتے ہین اور راے دیتے ہین۔ اسپر بھی
گورنمنٹ نے بس نہین کیا اور قبل اسکے کہ کوئی قانون پاس ہو اوسکو اخبارون مین شائع کردیتی ہے۔ جتنی کمیٹیان موجود
ہین، اور جتنے اخبار ہین، اور جو ملک کے وکیل ہونیکا دعوے کرتے ہین، اونکو آزادی ہے کہ جو چاہین لکھین۔ کمیٹیون اور
سوسائیٹیون کو آزادی ہے کہ مموریل جس مضمون کا چاہین گورنمنٹ مین بھیجین۔ مجکو بھی یہ عزت حاصل ہوئی ہے کہ مین
کونسل مین تھا (چیرز) مین یقین دلاتا ہون کہ کوئی قانون ایسا مجھے یاد نہین ہے کہ کونسل مین پیش ہوا ہو اور دس بیس
پچیس مموریل اوسکی نسبت نہ آئے ہون۔ اوسکے بعد گورنمنٹ سلکٹ کمیٹی مقرر کرتی ہے اور اوسپر غور ہوتا ہے اور نہایت
عمدگی سے مباحثہ ہوتا ہے اور تمام مموریل ایک ایک لفظ پڑھے جاتے ہین اور بہت سا وقت کمیٹی کا اونکے سننے اور پڑھنے
مین ضائع ہوتا ہے اور آخر کو جب غور ہوتا ہے تو بیج ثابت ہوتے ہین۔ اردو اخبارون مین بھی جو کچھ چھپتا ہے اوسکا
خلاصہ لکھا جاتا ہے اور سلکٹ کمیٹی کے ممبر اوسپر غور کرتے ہین۔ اگرچہ میرے سامنے نہین لیکن بعض دفعہ اون موریلون کے
ذریعے سے بعض دفعات ترمیم یا خارج ہوتی ہین۔ یہ کارروائی گورنمنٹ کی ہے۔ اسکے بعد قانون پاس ہوتا ہے اور وہ

سکرٹری آف اسٹیٹ کی پاس بھیجا جاتا ہے پھر وہانکی کونسل مین وہ قانون پیش ہوتا ہے اور لایق لوگ جنمین اکثر ایسے ہین کہ ایک مدت تک ہندوستان مین رہکر اسسٹنٹی سے لفٹننٹ گورنری تک کام کرچکے ہوتے ہین اوسپر غور کرتے ہین۔ اگر اونکے نزدیک ٹھیک ہوتا ہے تو باقی رہتا ہے ورنہ چار سطر کی چٹھی سے جو سکرٹری آف اسٹیٹ لکھیجتا ہے منسوخ ہوجاتا ہے۔ لوگونکو بلاشبہ قانون کی نسبت عذرات ہوتے ہونگے اور بعض قانون مین غلطی بھی ہوتی ہوگی لیکن ایک بڑا حصہ اون عذرات کا جہانتک میرا تجربہ ہے ایسا ہوتا ہے کہ جنھون نے وہ عذرات کیے ہین اونکو یا خود اوس شخص کو جسنے اوس قانون سے مخالفت کی ہے اگر وائسرای کی کرسی پر بٹھا دیا جاے تو وہ بھی وہی کریگا جو گورنمنٹ نے کیا ہے۔ بہت سی امور ایسے ہوتے ہین کہ جزئیات پر نظر کرنیسے خراب معلوم ہوتے ہین لیکن جب تمام مشکلات پر نظر کیجاتی ہے تو وہ رای نہین رہتی جو اپنے گھر مین بیٹھکر قایم کیجاتی ہے۔ بہرحال قانون مین کچھ نقص ہو یا نہو مگر طریقہ بنانیکا ایسا ہے کہ یہ نہین کہا جاسکتا کہ گورنمنٹ خودمختاری سے جو چاہتی ہو وہ کرتی ہے ہم رعایا کی رای نہین لیتی اور نہین سنتی ہے۔ اور جو لوگ عذر کرنا چاہتے ہین اونپر غور نہین کرتی۔ بلکہ اس بیان کے بعد مین کہہ سکتا ہون کہ گورنمنٹ کوئی قانون نہین جاری کرتی جبتک رعایا اور اخبار ونکی راے نہین سن لیتی اور ہم نہین کہہ سکتے کہ ہمارا حصہ قانون پر نہین ہے۔ بیشک ہے اور بلاشبہ ہے (چیرز)۔

اب ایک اور فرض گورنمنٹ کا ہے وہ فرض کیا ہے۔ یہ ہے کہ اپنی حکومت اور اپنی سلطنت اوس ملک مین جسمین سلطنت کرتی ہے قایم اور مضبوط رکھے مجکو یقین ہے کہ میرے دوستون مین سے جو اسوقت موجود ہین اگر کوئی وائسرای کردیا جاوے اور وہ اوسیطرح خیرخواہ قیصر ہند ہو جیسا کہ وائسرای ہے تو اوسکا بھی پہلا فرض یہ ہوگا کہ سب سے مقدم برٹش کی حکومت اور ملکہ معظمہ قیصر ہند کی شاہنشاہی اوسیطرح پر مضبوط اور قایم رکھے کہ کوئی اندرونی یا بیرونی یورش اوسکو ہلا نہ سکے (چیرز) اگر میری ایسی قسمت ہو کہ مین وائسرای ہوجاؤن (چیرز) تو مین یقین دلاتا ہون کہ اوسیطرح بلکہ نہایت مضبوط وائسرای کے طور پر ملکہ معظمہ کی حکومت ہندوستان مین قائم رکھون (چیرز) یہ اصول سلطنت کا ایسا ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ مین سلطنت ہو خواہ ہندوستانی ہو یا انگریز اور ملکہ معظمہ کی سلطنت اور حکومت کا قائم رکھنا اوسپر فرض ہو وہ ایسا ہی کریگا سلطنت کے استحکام اور قایم رکھنے کے بعد گورنمنٹ کا کیا فرض ہے؟ اوسکا فرض یہ ہے کہ ملک مین امن و امان قایم رکھے جان کی، مال کی، حقوق کی، حفاظت کرے اور تمام چیزون کی آزادی دے۔ اوسکا فرض ہے کہ عدالتین قایم کرے۔ جرایم کی جدا، دیوانی کی جدا، اور جو تنازع رعایا کے باہم ہون وہ انصاف اور عدالت سے فیصلہ کرے۔ آپ سب صاحب عذر کرینگے کہ گورنمنٹ نے حتی المقدور یہ سب کام کیا اور کوئی شخص اوس سے انکار نہین کرسکتا۔ بعض لوگ ہین جنکا یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ نے کثرت سے قانون جاری کیے ہین اور اون سے مقدمات مین پیچیدگیان پڑتی ہین اور گورنمنٹ کے قانون سے زمیندار اور کاشتکار

مین تنازع پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ رای اونھین لوگون کی ہے جو اپنے گھر مین بیٹھے ہین اگر کونسل کی کرسی پر بیٹھین تو یہ رای قایم نرہے۔ قوانین کا کثرت سے جاری ہونا رعایا اور ملک کی حالت پر منحصر ہے۔ ملک مین ہر قسم کی تجارت اور کمپنیان جاری ہین اور روز بروز جاری ہوتی جاتی ہین۔ مختلف قسم کے حقوق جنکو پہلے کوئی جانتا بھی نہین تھا پیدا ہوگئے ہین اور پیدا ہوتے جاتے ہین اور اگر اونکے لیے فقہ پر رجوع کرین تو اوسکے صریح احکام نہین ملینگے بلکہ قیاس کی حاجت پڑیگی۔ پس جب ملک اس قدر تبدیل ہوتا جاتا ہے تو نہایت مجبوری ہے کہ جو چیز پیش آئے اوسکے مطابق قانون بنایا جاوے۔ گورنمنٹ کی خواہش نہین ہے کہ قانون کثرت سے جاری ہون لیکن ملک کے معاملات مین جب پیچیدگیان پڑگئی ہین اور اوسکی حالت تبدیل ہوگئی ہے تو وہ تبدیل شدہ حالت خود کثرت سے قوانین کا جاری ہونا چاہتی ہے۔ ان سب امور پر خیال کرکے مین سمجھتا ہون کہ اسوقت کوئی غرض ملک کی ایسی نہین ہے کہ گورنمنٹ تک نہ پہونچے۔ کوئی امر اسکا مانع نہین ہے کہ ہم اپنے مطالب بیان نہ کرسکین یا اپنی دادرسی نہ حاصل کرسکین۔ پس جو آسایش ہمکو ایک گورنمنٹ مین ہونی چاہیے وہ برٹش گورنمنٹ مین حاصل ہے۔ بجز اسوقت جو امور درپیش ہین وہ ایک کانگرس ہے جسنے بہت سی درخواستین گورنمنٹ مین کی ہین۔ اون درخواستون کو اگر تفصیل سے بیان کیا جاوے تو اوسکے لیے بہت سا وقت چاہیے۔ کیونکہ جہانتک مجکو معلوم ہے اونکی تعداد ۴۹ ہے لیکن جو اونمین مقدم ہین وہ یہ ہین۔ سب سے اول بڑی شورش یہ ہے کہ جسوقت کمپنی کی عملداری گئی اور ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین آئی اوسوقت پارلیمنٹ سے ایک قانون پاس ہوا جسمین یہ لکھا ہے کہ "تمام رعایا خواہ گورا ہو یا کالا خواہ یورپین ہو یا کوئی اور ہماری رعایا ہین اور عہدے پانیکے مستحق ہین"۔ اسکے بعد ملکہ معظمہ کا ایک اشتہار اسی وعدہ کا جاری ہوا اور دوبارہ وعدہ مستحکم کیا گیا اور پختہ اقرار کیا گیا۔ ہمکو دیکھنا چاہیے کہ جو قانون اور قاعدہ سول عہدون کے لیے بنایا ہے اون قواعد سے ہمکو کچھ استثنا کیا ہے؟ ہمکو کسی عہدہ سے خارج رکھا ہے بشرطیکہ لایق ہون؟ کوئی نشان نہین دیسکتا کہ کسی چیز مین تفرقہ کسی عہدہ کی استحقاق کی نسبت کیا گیا ہو۔ البتہ اون عہدون کے لیے جو کونینٹڈ یعنی متعہد کہلاتے ہین ایک خاص طریقہ قرار دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ اون عہدون پر مقرر ہونگے جو ولایت مین امتحان دینگے اور وہ نہونگے جنھون نے ولایت مین امتحان نہ دیا ہو اس امر کی نسبت شاید ہر شخص خیال کرتا ہوگا کہ یہ قید لگانی کہ ولایت ہی مین امتحان ہو درست نہین ہے۔ اور سب سے پہلا جو اعتراض حال کی شورش کا ہے وہ یہی ہے کہ جو امتحان ولایت مین ہوتا ہے وہ موقوف ہو اور ہندوستان مین اوسکی جگہ امتحان ہو۔ علاوہ اسکے اون کو نینٹڈ یعنی غیر متعہد عہدونکی نسبت یہ خواہش کیجاتی ہے کہ وہ کل عہدے کمپیٹیشن یعنی مقابلہ کے امتحان سے دیے جاوین۔ اس درخواست کا یہ نتیجہ ہے کہ جو عہدے تحصیلداری سے اوپر ہین اور سب ڈویژنل کہلاتے ہین

یعنی سب ججی اور منصفی - ڈپٹی کلکٹری - اور اکسٹرا اسسٹنٹی وغیرہ وہ بھی بذریعہ ایک امتحان مقابلہ کے ملینگے اور جو امتحان مین غالب آوے اوسکو ملینگے - ہندوستانمین جو ان عہدون کیلیے امتحان جاری ہین اور امتحان پاس کرنے پر کسی عہدہ پر مقرر ہونیکا استحقاق حاصل ہوتا ہے اوسکی نسبت بھی یہی خواہش ہے کہ عام مقابلہ کا امتحان ہو اور کامیاب کو یعنی اوسکو جو سب سے بڑھکر نکلے عہدہ ملے -

اسوقت اس امر پر بحث کرنیکی مین ضرورت نہین سمجھتا کہ لندن مین امتحان ہونیکی قید کیون لگائی ہے اور اوسکے اوٹھا دینے مین ملک کا کیا نقصان ہوگا لیکن ان تجویزون سے جو بڑا نقصان ملک کا متصور ہے اوسپر گفتگو کرونگا - مین اس بیان مین اپنی قوم کی طرفداری کرنی نہین چاہتا بلکہ انصافاً بتلاتا ہون کہ مقابلہ کا امتحان خواہ سول سروس کے لیے ہو یا سب آرڈینیٹ عہدون کے لیے ہو، آیا اون امتحانونکے لیے ہمارا ملک موجود اور مناسب ہے کہ نہین، مین اپنے ہندوستانی عہدہ دارونکی نہایت قدر اور تعظیم کرتا ہون اور یقیناً جانتا ہون کہ جتنے عہدہ دار اسوقت ہین نہایت ایمانداری لیاقت اور خوبی سے اپنا کام انجام دیتے ہین - لیکن کسی عہدہ دار کو ایسا نہین سمجھتا کہ وہ ہندوستانی عہدونکے لایق نہین - مگر غور کیجیے کہ مقابلہ کی امتحانکا اصول جو ولایت مین ہے اوسکا نتیجہ کیا ہے - یہ امر آپکو ظاہر ہے کہ ولایت مین ہر شخص اعلیٰ و ادنیٰ - ڈیوک اور ارل یا کسی جنٹلمین و شریف خاندان کا بیٹا اور ایک درزی یا اور کسی ادنے درجہ کے خاندان کا بیٹا برابر امتحان دیسکتا ہے - جو یورپین ولایت سے کمپٹیشن کا امتحان دیکر آتے ہین ادنیٰ خاندان کے بھی ہوتے ہین اور اعلیٰ خاندان کے بھی ہوتے ہین - آپ صاحب یقین کرتے ہونگے اور مین کہتا ہون کہ یقین کرتے ہین کہ جو ادنیٰ خاندانون کے لوگ ہین وہ ملک یا گورنمنٹ کے لیے مفید نہین ہین - اور اعلیٰ خاندان والے رئیسونکی عزت کرتے ہین اور اچھا برتاؤ کرتے ہین اور انگلش قوم کی عزت اور برٹش گورنمنٹ کے انصاف کا نقش لوگون کے دلون پر جماتے ہین اور ملک اور گورنمنٹ کے لیے مفید ہین - لیکن انگلستان سے جو آتے ہین وہ ہماری آنکھ سے اتنی دور ہین کہ ہم نہین جانتے کہ وہ لارڈ کے بیٹے ہین یا ڈیوک کے یا ایک درزی کے (چیرز) اور اس سبب سے یہ امر کہ ہمپر ایک ادنیٰ آدمی حکومت کرتا ہی ہماری آنکھ سے چھپا ہوا رہتا ہے - لیکن ہندوستان مین یہ خیال نہین ہے - ہندوستانکی شریف قومونکو ہندوستان کے ادنیٰ درجہ کے شخص کو جسکی جڑ بنیاد سے وہ واقف ہین اپنی جان و مال پر حاکم ہونا پسند نہین کرینگے (چیرز) -

اس امر سے قطع نظر کرو اور اس بات کو دیکھو کہ کسی ملک مین کمپٹیشن کے امتحان کے جاری کرنیکا اصول کیا ہے اور پھر ہمکو اسپر خیال کرنا ہے کہ ہمارا ملک اوسکے لیے تیار ہے یا نہین - یہ کچھ بہت باریک مسئلہ پولیٹیکل اکانمی کا نہین ہے - ہر شخص اس اصول کو سمجھ سکتا ہے کہ سب سے اول وہ ملک کمپٹیشن کے امتحان کے لیے

مناسب ہے جس ملک مین ہر قوم بستی ہے اور تمام لوگ موچی سے لیکر ڈیوک تک ایک قوم کے ہین - اونمین کمپٹیشن کا امتحان جاری کرنا کچھ مشکلات پیدا نہین کرتا کیونکہ کوئی مستغیث بنے یا حاکم بنے کسی شخص کو اوس سے ناراضی نہین ہوسکتی - دوسری صورت یہ ہے کہ گو اوس ملک مین مختلف قومین بستی ہون لیکن وہ قومین آپس مین ملکر بمنزلہ ایک قوم کے ہوگئی ہون جیسے انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ - یہ دونون مختلف قومین ہین - بڑی بڑی لڑائیان آپس مین ہوئی ہین اور بہت بہادری طرفین نے دکھائی ہے لیکن وہ زمانہ جاتا رہا اور اب کوئی نہین کہہ سکتا کہ انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ کے رہنے والے بمنزلہ ایک قوم کے نہین ہین - مگر ہمارے ملک کی جسمین مختلف قومین آباد ہین یہ حالت نہین ہے - ایک طرف ہندو دوسری طرف مسلمان اور تیسری طرف پارسی ہین - ہندؤن مین بھی ہمارے ملک کے ہندؤ اور مشرقی ملک کے بنگالی اور دکنی ملک کے مرہٹہ ایک نہین ہین - اگر آپکے نزدیک یہ سچ ہے کہ یہ قومین ایسی ہی آپس مین مل گئی ہین کہ سب کو ایک قوم سمجھ لیا جاوے تو بلاشبہ مین ضرور کہونگا کہ ہندوستان مین کمپٹیشن کا امتحان ہونا چاہیے - اور اگر یہ نہین ہے تو ہمارا ملک کمپٹیشن کے امتحان کے قابل نہین ہے - تیسری صورت کمپٹیشن کے امتحان کی یہ ہے کہ گو ایک ملک مین مختلف قومین رہتی ہون لیکن باعتبار لیاقت - تعلیم اور دولت کے برابر ہون اور ہر ایک قوم کو موقع اسکا مل سکتا ہو کہ وہ اوس امتحان سے برابر کا فائدہ اوٹھا سکتے ہین گو کہ وہ کبھی نہ اوٹھاوین لیکن موقع ہو - اب یہ سوال ہے کہ مسلمانون کی تعلیم اور تربیت اور انگلش لٹریچر مین اونکا علم جو گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدون کے لیے ضروری ہے اس درجے پر پہونچ گیا ہے کہ ہندؤن کے مساوی ہو؟ نہین ہرگز نہین - اب مین مسلمانون اور اپنے ملک کے ہندؤن کو اکٹھا کرکے پوچھتا ہون کہ بنگالیون سے دونون برابری کرسکتے ہین؟ ہرگز نہین - جب یہ صورت ہے تو کیونکر اس ملک مین مقابلے کا امتحان جاری ہوسکتا ہے (چیرز) اگر یہ امتحان مقابلہ جاری ہو تو غور کرنا چاہیے کہ ملک کا کیا نتیجہ ہوگا - تمام قومین نہ صرف مسلمان بلکہ تمام ہندؤ اس ملک سے معزز راجہ اور بہادر راجپوت جنکو اپنے باپون کی تلوارین یاد ہین ایک بنگالی جو چھری کو دیکھکر کرسی کے نیچے گر پڑیگا (چیرز) اپنے پر حاکم دیکھین گے؟ کوئی ٹکڑا ملک کا اس قابل نہین رہیگا کہ سوائے بنگالیون کے اور کسیکی صورت حکومت یا عدالت کی میز پر دکھائی دے - ہم کہتے ہین کہ ہم خوش ہین کہ ہمارے بھائی بنگالی ہی ترقی کرین - لیکن سوال یہ ہے کہ ملک کے انتظام کا کیا حال ہوگا - کیا آپکے نزدیک راجپوتانہ اور پرجوش پٹھان جو پھانسی یا پولیس کی تلوار یا فوج کی سنگین سے نہین ڈرتے وہ بنگالی کے نیچے امن مین رہسکتے ہین؟

(چیرز) پس مقابلے کا امتحان نہ صرف ملک کی کسی خاص قوم کے لیے مضر ہے بلکہ امن کے لیے بھی مضر ہے

(چیرز) یہ اونکی ایک درخواست ہے جسکا مین نے اوپر ذکر کیا۔ پس اگر کسی شریف آدمی کو، رئیس کو، اوسط درجہ کے آدمی کو، اچھے خاندان والے آدمی کو، جسکو خدا نے عزت دی ہے اگر اسکو قبول کرے کہ بنگالیون کی حکومت سہے۔ جوتیان کھائے تو بسم اللہ ریل پر سوار ہوا ور چلے مدراس، (چیرز) اور اگر سمجھتے ہو کہ ملک کی حالت اور عزت اس سے برباد ہونیوالی ہے تو بھائیو اپنے گھر مین بیٹھو اور گورنمنٹ سے اپنی حالت کہو اور جو تمھاری خواہش ہو سہولیت اور ادب سے اوسکو پیش کرو (چیرز)۔

دوسری درخواست جو اونکی طرف سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وایسرائے کی کونسل مین رعایا کی طرف سے اور رعایا کے انتخاب سے ممبر مقرر ہون۔ وہ چاہتے ہین کہ جس طرح لندن مین ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈز ہے اوسی طرح ہندوستان مین بھی اوسکی نقل بنائی جاوے اور جو الیکشن سے مقرر ہون وہ بطور ہوس آف کامنس کے ہون اور جو ممبر گورنمنٹ کے ملازم ہین مع وایسرای کے بطور ہوس آف لارڈز کے ہون۔ ولایت مین پارلیمنٹ کا یہ اصول ہے کہ کوئی قانون جاری نہین ہوسکتا جبتک ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈز دونون متفق ہو کر اوسکو منظور نہ کرین۔ اب سب سے پہلے یہ فرض کیجیے کہ وایسرای کی کونسل اوس قاعدہ سے ہو جسکی خواہش ہے یعنی اوسمین رعایا کے انتخاب سے ممبر مقرر ہون، اور انتخاب کیصورت یون فرض کیجیے کہ تمام مسلمان ایک مسلمان کے ممبر ہونے کے لیے ووٹ دین، اور ایک ہندو کے لیے کل ہندو ووٹ دین، اور گنیے کہ مسلمان کے کتنے ووٹ ہوے اور ہندو ممبر کے لیے کتنے۔ یقینی ہندو ممبر کے چوگنے ووٹ ہونگے۔ کیونکہ وہ آبادی مین مسلمانون سے چوگنے ہین۔ پس میتھی میٹیکس کے ثبوت سے ایک ووٹ مسلمان ممبر کے لیے ہوگا اور چار ووٹ ہندو ممبر کے لیے۔ پس مسلمانون کا ٹھکانا ہندؤن کے مقابل کہان رہیگا اور جوے کے اصول کے مطابق چار پانسے ہندؤن کے لیے اور ایک پانسہ ہمارے لیے ہوگا۔

دوسری صورت انتخاب کی یہ فرض کیجیے کہ انتخاب کے الیکٹر مقرر کرین۔ اونکے تقرر کے لیے ضرور ہوگا کہ کوئی حد مقرر کیجاوے کہ اس درجے کی آمدنی کے لوگ الیکٹر ہونگے اور جب حد مقرر کرینگے تو دیکھین گے کہ اونکے پاس جائداد کتنی ہے اور سالانہ آمدنی کیا ہے۔ ہم پوچھتے ہین کہ اے مسلمانون تم اپنی قسمت کو روؤ کہ تمھارے پاس ایسی جائداد اور دولت ہے جو ملک کے ہندؤن کے پاس ہے! ہرگز نہین۔ اگر فرضاً یہ درجہ مقرر ہو کہ پانچ ہزار روپیہ کی آمدنی والے الیکٹر مقرر ہون تو بتلاؤ کہ کتنے مسلمان نکلین گے جنکی آمدنی اسقدر ہے

اور کسکے حق مین ووٹ دینے والے زیادہ ہونگے ؟- ہندو ممبر کے لیے یا مسلمان ممبر کے لیے اور کسکے ووٹ زیادہ ہونگے - کسیکی قسمت سے چھینکا ٹوٹ پڑے تو اوسکی بات دوسری ہے لیکن عقلی قاعدہ سے کسی ایک مسلمان کو بھی موقع نہ ملیگا کہ وائسراے کی کونسل کا ممبر ہوسکے - پس کل وائسرای کی کونسل مین یا تو فلان مسٹر بابو فلان گھوش اور فلان چکرورتی کے سوائی نہین ہوگا (چیرز) پھر کیا حال ہوگا ہمارے ملک کے ہندوؤنکا جنکی حالت گو مسلمانون کی حالت سے اچھی ہے اور گو چند کی حالت زیادہ اچھی ہے لیکن عموماً اونکی حالت بھی ایک ہی سی ہے - کیا حالت ہوگی اون راجپوتون کی جنکے باپ دادا کی تلوارون سے ابتک خون دھویا نہین گیا ہے - اور ایسی حالت مین ملک کے امن کا کیا حال ہوگا - کیا یہ توقع ہے کہ ہم اور ہمارے بہادر بھائی راجپوت خاموش بیٹھے رہینگے -

اب ہم ایک تیسری صورت انتخاب کی پیش کرینگے اور قید لگائین کہ وائسراے کی کونسل مین ایک تعداد مناسب سے ہندو ہون اور ایک تعداد مناسب سے مسلمان - ہم حیران ہونگے کہ کس مناسبت سے یہ تعداد ہو ؟- لازماً مردم شماری کی مناسبت سے - پس اوس حساب سے ایک ممبر ہماری طرف سے ہوگا تو چار ممبر ہندوؤن کی طرف سے، اور اسکے سوا کوئی صورت مناسبت کی قایم نہین ہوسکتی - پس ایسی حالت مین ایک ووٹ ہمارا ہوگا اور چار ووٹ اونکے ہونگے -

اب ہم ایک چوتھی صورت انتخاب کی پیش کرتے ہین اور اوس مناسبت سے قطع نظر کرکے یہ قرار دیتے ہین کہ وائسراے کی کونسل مین ایک تعداد سے ہندو و مسلمان ممبر ہون - ہندو ممبر کو ہندو منتخب کرین اور مسلمان ممبر کو مسلمان، اور یہ بھی فرض کرتے ہین کہ دونون کی تعداد مساوی ہو - گر آپ مجھکو معاف کرین اگر مین دلسوزی سے کچھ کہون - تمام قوم مین ایک مسلمان بھی نہ نکلیگا جو وائسراے کی کونسل مین بمقابلۂ ہندوؤن کے کام کرنے کے قابل ہو - مین نے چار برس کونسل مین کام کیا ہے اور ہمیشہ یہ سمجھا ہے کہ مجھسا ذلیل اور نالایق اور مجھسے زیادہ بدتر کوئی ممبر نہین ہوسکتا (نہین نہین نہین) اون لوگون کو بھی مجھے تبلاؤ جو منتخب ہوکر اپنا کاروبار چھوڑکر روپیہ خرچ کرکے کلکتہ اور شملہ مین حاضر ہونگے اور تمام اخراجات اپنی ذات سے یا ملک کے چندہ سے برداشت کرینگے - اور سفر کی تکالیف علحدہ ہونگی مجھے بتاؤ کہ ہماری قوم مین کون ہے، اودھ - پنجاب - اور ممالک مغربی مین جو قوم پر اور قوم کے کام پر اپنا روپیہ فدا کرے گا - کاروبار چھوڑیگا - اور وائسراے کی کونسل مین گفتگو کریگا - جب یہ حال تمھاری قوم کا ہے تو آیا مناسب ہے کہ تم ایسے امور مین شامل ہو اور اس بیہودہ خیال سے کہ اگر یہ درخواستین منظور ہوجاوینگی تو ہندوستان کی تمام

قومین اوسسے فائدہ اوٹھاوینگی اپنی حالت کو نظر سے گرادو اور آیندہ کے نتائج سوچے بغیر چلاتے پھرو کہ چلو مدراس چلو مدراس (چیرز) ہرگز مناسب نہین ہے۔

علاوہ اِسکے ایک اور امر خیال کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ مین فرض کرتا ہون کہ میرا کوئی ہمقوم وائسرائے کی کرسی پر بیٹھا ہے اور ملکہ معظمہ نے اوسکو اپنا نائب مقرر کرکے ہندوستان کی حکومت کا اختیار دیا ہے آیا وہ شخص ایسی درخواستون کو ملک کی حالت اور حکومت کو مضبوط و قائم رکھنے کی نظر سے منظور کرسکتا ہے۔؟ ہرگز نہین۔ پھر کیسا غلط خیال ہے کہ برٹش گورنمنٹ اِن درخواستون کو منظور کریگی۔ نتیجہ ان ناشدنی اور ناممکن درخواستون کا بجز اِسکے کچھ نہین کہ ایک بیہودہ بات سے تمام لوگون کے دلون کو گورنمنٹ سے ناراض کرین اور تمام لوگون کو یقین دلائین کہ گورنمنٹ ہمپر ظالمانہ حکومت کرتی ہے اور ہم جو کچھ گورنمنٹ سے مانگتے ہین نہین دیتی اور اِس سے لوگون مین ناراضی اور جوش پھیلائین اور ملک مین بدامنی ہو۔ ہر شخص خوب جانتا ہوگا کہ بنگالیون کا ایجی ٹیشن تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن نہین ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن ہے اور کل قومین اون سے متفق ہوگئی ہین تو کیا گورنمنٹ ایسی ضعیف ہے کہ دبا نہین سکتی اور کیا سب کے غل مچانے سے گورنمنٹ دب جائیگی۔ کیا تمنے نہین دیکھا کہ غدر مین کیا حالت تھی نہایت مشکل وقت تھا۔ اوسکی فوج بگڑ گئی تھی چند بدمعاش ساتھ ہوگئے تھے اور گورنمنٹ نے اپنی غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ رعایا باغی ہے اور مین وہ شخص ہون کہ جسنے گورنمنٹ کی اِس غلطی کا مقابلہ کیا اور اوسوقت جب گورنمنٹ کے اہلکار ہمپر نسیان دیتے تھے مین نے رسالہ چھاپا اور گورنمنٹ سے کہا کہ رعایا کو باغی سمجھنا بالکل نادانی ہے۔ لیکن با این ہمہ گورنمنٹ کا بغاوت مین کیا کرلیا۔ ایک گورہ ولایت سے ہندوستان مین قدم نہین رکھنے پایا تھا کہ اوس سرے سے اِس سرے تک صاف ہوگیا اور امن ہوگیا۔ پس کیا اِس سے فائدہ ملک کا متصور ہے اور کیا کوئی انقلاب ہم سلطنت مین پیدا کرسکتے ہین۔ بجز بیہودہ غل کرنے کے اور گورنمنٹ کے مشکوک کرنے کے۔ اور جو صفائی ہے یا ہوتی جاتی ہے اوسکو مکدر کرنے کے۔ اور اوسوقت کو جواب سے تیس ۳۰ اور تیس ۳۰ برس پیشتر تھا پھیر لانے کے مین فرض کرتا ہون کہ ہم آپس مین ملکر اور گورنمنٹ سے ناراضی پھیلا کر کچھ کرلین گے۔ لوگ آئرلینڈ کی مثال دیتے ہین۔ مین اوسکو فرض کرلیتا ہون اور اِسکی بحث ہی نہین کرتا کہ آئرلینڈ کی ناراضی واجبی ہے یا ناواجبی۔ یہ دکھلاتا ہون کہ اِسوقت ہزارہا آدمی آئرلینڈ کا تلوارون سے جان دینے کو مستعد ہے۔ بڑے بڑے آدمی جو اوسکے طرفدار ہین نہ قید سے ڈرتے ہین نہ پولیس کی سنگینون سے

ذرا مجھکو بھی مہربانی سے ہندوستان مین دس آدمی نکال دیجیے جو سنگینون کے سامنے آنا قبول کرین - جسبات نہین ہے تو کیسا یہ غل ہے اور کیا مناسب ہے کہ ہلوگ اوسمین شریک ہون - ہماری حالت اور گورنمنٹ کی حالت انصاف سے غور کرکے دیکھنی چاہیے - اگر کچھ بدخیالات ہماری طرف گورنمنٹ کے ہون تو مین نہایت زور سے کہتا ہون کہ محض غلط ہین - لیکن اوسیکے ساتھ انصافاً یہ بھی کہتا ہون کہ ہونے چاہئین - مین مکرر کہونگا کہ گورنمنٹ کی نادانی اور نالایقی ہوگی اگر کوئی بدخواہی کا خیال ہماری طرف رکھتی ہو - مین کہتا ہون کہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ گورنمنٹ ایسا خیال کرسکتی ہے یا نہین یعنی اوسکو موقع ہماری طرف سے کسی بدگمانی کا ہے یا نہین تو مین جواب دونگا کہ ضرور ہے - ہم کون ہین - ہم وہ ہین جنھون نے چھ سات سو برس ہندوستان پر شاہنشاہی کی (چیرز) ہم وہ ہین کہ ہمارے ہاتھ سے گورنمنٹ نے ملک چھینا - کیا وجہ ہے کہ گورنمنٹ کو ہماری طرف سے ایسا خیال نہو - کیا گورنمنٹ نادانی سے سمجھ لے کہ ہم ستر برس مین تمام اپنی شان و شاہنشاہی کو بھول گئے ہین - گو یہ خیال ہماری طرف سے اگر گورنمنٹ کو ہو تو غلط ہے لیکن گورنمنٹ کو بے شبہ ایسے خیال کا موقع ہے - ہم نہ مچھلی کھاتے ہین - نہ اس سے ڈرتے ہین کہ چھری کانٹے سے کھانے مین اونگلی کٹ جائیگی (چیرز) ہماری قوم اوس خون کی ہے کہ جسنے نہ صرف عرب کو بلکہ تمام ایشیا اور یورپ کو لرزا دیا تھا - ہماری ہی قوم ہے کہ جسنے تمام ہندوستان کو جسمین ایک مذہب کے لوگ آباد تھے اپنی تلوار سے فتح کیا (چیرز) مین پھر کہتا ہون کہ اگر گورنمنٹ کو ہماری طرف کچھ خیال ہو تو بالکل غلط ہے - لیکن انصاف سے دیکھو کہ اوسکو ہماری طرف ایک قسم کے خیال کرنے کا موقع ہے - کیا ایک دانا منتظم اوس واقعہ کو جسکو تھوڑے برس ہوے بھول جاویگا؟ ہرگز نہین بھول سکتا - اسوقت اگر مسلمان بھی ناواجب اور بیجا باتون مین جو ناممکن ہین اور ملک اور قوم کے لیے بھی مضر ہین شریک ہوجائین تو کیا نتیجہ ہوگا - اگر گورنمنٹ عقلمند ہے اور لارڈ ڈفرن دانا و دوراندیش ہے تو اوس کو اسوقت یہ خیال نہین ہوگا کہ یہ شورش مثل بنگالیون کی شورش کے ہے - بلکہ اوسکو ضرور ہوگا کہ وہ اونکو درست کردے - اگر مین دوراندیش ہوتا اور میری ہی قوم اس طرح کرتی تو سب سے پہلے اونھین کو سمجھا دیتا کہ تم کس خیال مین ہو - ہمکو ایسی راہ چلنی چاہیے کہ اگر بالفرض گورنمنٹ کو ہماری طرف سے کچھ خیال ہو تو اوسکو دور کردین اور آپس مین دوستی پیدا کرین اور جو کچھ مانگین دوستی سے مانگین اور اگر کچھ کدورت ہے تو اوسکو صاف کرین - اسوقت مجکو امید ہے کہ ہمارے شمال و مغرب اور اودھ کے کچھ پٹھان یہان موجود ہونگے اور کیا عجب ہے کہ کوئی ہندو راجپوت بھی

موجود ہو۔ ہمارے دوست یوسف شاہ پنجاب کے بیٹھے ہین اور پنجاب کے لوگون کا اور وہان کے سکھون اور پٹھانون اور مسلمانونکا خوب حال جانتے ہین۔ فرض کیا جاوے کہ جو جوش بنگالہ مین پیدا ہوا ہے اور مین سمجھتا ہون کہ اوسکے کوئی ڈر نہین ہے لیکن وہی جوش ان ملکون مین اور راجپوتون مین یا پشاور کے پٹھانون مین پیدا کردو تو وہ لوگ کیا صرف قلم کی گھس گھس پر اور زبانی بک بک پر بس کرینگے؟ اوسوقت گورنمنٹ کو یہ کرنا ہوگا کہ فوج بھیجے اور سنگین سے بتلاوے کہ اونکی اس شورش کا کیا علاج ہے۔ مین اپنی راے بیان کرتا ہون کہ جس وقت گورنمنٹ کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ بیجا شورش مسلمانون اور بہادر قومون مین بھی آئی اوسوقت اوسکو ضرور ایک قانون پاس کرنا ہوگا اور جیلخانے بھرینگے۔ اے بھائیون۔ اے میرے جگرگوشو! یہ حال گورنمنٹ کا اور تمھارا ہے۔ تمکو سیدھے طور پر رہنا چاہیے نہ اسطرح شور وغل سے کہ گوتے جمع ہوگئے۔

ایک اور لطیف بات ہے کہ اون لوگون کی یہ خواہش ہے کہ بجیٹ ہندوستان کا ہمارے سامنے پیش ہو اور ہماری منظوری بھی لیجاوے۔ پولیٹکل خرچ کو ہمارے سامنے نہ آنے دو مگر فوج کے خرچ مین ہمسے راے لو۔ اسقدر فوج کیون رکھتی ہے۔ بمبئی و مدراس مین کیون گورنر مقرر کیا ہے؟ اونکو موقوف کرنا چاہیے۔ مین بھی راے دونگا کہ ضرور اونکی سی جاوے۔ مگر یہ پوچھونگا کہ صرف اونھین مین سے نہین، بلکہ تمام ہندوستان مین سے کون بتا سکتا ہے کہ نئی قسم کی جو توپین ایجاد ہوئی ہین اونکی دم کدھر ہے اور منھ کدھر ہے؟ کوئی بتا سکتا ہے کہ ایک فیر مین کیا خرچ ہوتا ہے۔ کوئی شخص آرمی (فوج) کا حال جانتا ہے؟ جس نے لڑائی کا میدان اور اولون کی طرح بہادر سپاہیون کی لاشون کا برسنا دیکھا ہے، وہ جانتا ہے کہ فوج کے لیے کیا سامان ہمکو تیار کرنا چاہیے۔ پھر اگر اوس حالت مین کوئی مسلمان کونسل مین بیٹھے یا اوس قوم کا کوئی شخص جسکی نسبت مین ہمیشہ کہتا ہون کہ بنگالی اپنی تعلیم کی وجہ سے تمام قومون کے سرتاج ہین اور اپنی علمی طاقت سے ادنی درجے سے اعلی درجے پر پہونچ گئے ہین وہ یا صلاح دینگے۔ آپ خیال کرسکتے ہین کہ جسنے لڑائی کا میدان نہین دیکھا اور نہ توپ کا منھ دیکھا وہ کہتے ہین کہ فوج کا بجیٹ ہم تیار کرینگے۔

اِس سے بھی زیادہ لطیف ایک اور امر ہے کہ جس وقت بعض لوگون نے اخبار مین آرٹیکل لکھے کہ پرزمنٹو گورنمنٹ کا ہندوستان مین قایم ہونا غیر ممکن ہے اور اونکے وجوہ بھی نہایت قوی تھے، اون لوگونکو اپنی ہندپروازی سے نیچے اوترنا پڑا اور یہ کہنا پڑا کہ ہمکو کونسل مین بیٹھنے دو چاہین چاہین کرنے دو چاہے ووٹ نہ لو۔ آپ کہہ سکتے ہین کہ اِسکا کیا مطلب ہے اور اِس نادانی کا کیا فائدہ؟

ایک بڑی ہنسی کی بات ہے کہ اسپر زور دیا جاتا ہے کہ ہتیارون کا قانون منسوخ کیا جاوے اور ہندوستانی والنٹیر ہون - فوجی اسکول ہندوستان مین قایم ہون - مگر جانتے ہو کہ یہ کون قوم کرتی ہے؟ اگر مسلمان اور راجپوت بھائی جنکے باپ دادا ہمیشہ تلوار باندھتے رہے اور گو اونکی کمر سے کھل گئی ہے لیکن دل سے ابتک نہین کھلی اگر ایسی درخواست کرتے تو مناسب بھی تھا - لیکن یہ کون قوم درخواست کرتی ہے؟ مین خود طرفدار ہون اور قبول کرتا ہون کہ گورنمنٹ کی دو عظیم غلطیان ہین - ایک ہندوستانیون کا اعتبار نہ کرنا اور والنٹیر ہونے کی اجازت نہ دینا - دوسرے گورنمنٹ کی بہت بڑی غلطی سمجھتا ہون جو اون بہادر لوگون کو جنکے باپ دادا لکھنے کا قلم استعمال نہین کرتے تھے بلکہ دوسری قلم کا کام کرتے تھے جسکی روشنائی سیاہی کی نہین تھی بلکہ انسانکے جسم سے جو لال لال روشنائی نکلتی ہے وہ اونکے لکھنے کی سیاہی تھی اونکو فوجی عہدے نہین دیتی (چیرز) اے بھائیون مین نے گورنمنٹ کو ایسے سخت لفظون مین الزام دیا ہے لیکن وہ وقت آتا جاتا ہے کہ ہمارے بھائی پٹھان - سادات - ہاشمی اور قریشی جنکے خون مین ابراہیم کے خون کی بو آتی ہے وہ ایک دفعہ زرق برق کی وردیان پہنے ہوے کرنیل اور میجر بنے ہوے فوج مین ہونگے لیکن اوسوقت کا انتظار کرنا چاہیے - ضرور گورنمنٹ متوجہ ہوگی، بشرطیکہ تم اوسکو مشکوک نہونے دو - اے بھائیون یہ اخیر الزام جو مین نے گورنمنٹ پر دیا ہے گورنمنٹ کو بھی ایک مجبوری ہے - جب تک کہ وہ ہمپر ایسا ہی اطمینان نہ کرلے، جیسے کہ اوسکو ایک گورے پر ہے وہ ایسا نہین کرسکتی ہے - لیکن ہمکو ثابت کر دینا چاہیے کہ ہم پہلے جو تھے وہ زمانہ گیا گذرا اور اب گورنمنٹ کے ویسے ہی طرفدار ہین جیسے کہ پہاڑی گورے جنکو بات کرنے کی بھی عقل نہین ہے، اور اوسوقت ہمکو دعوی کرنا چاہیے - مین پوچھتا ہون کہ لحظہ بھر کے لیے فرض کرو کہ تم نے یوروپ کے کسی حصہ کو فتح کیا اور وہان حاکم ہوگئے - مین پوچھتا ہون کہ تم وہان کے لوگون پر ویسا ہی اعتبار کروگے؟ یہ تو ایک فرضی بات تھی، جب تم نے ہندوستان فتح کیا تو خود تم نے کیا کیا کتنی صدیون تک ایک ہندو کا نام بھی فہرست سپاہیون مین نہین تھا - لیکن جب مغلیہ خاندان کا وقت آیا اور آپس مین ایک دوسرے پر اطمینان ہوا یہی ہندو تھے جو فوج کے بڑے بڑے عہدون پر مامور تھے - انصاف کرو کہ گورنمنٹ کی عملداری کو کتنے دن ہوے غدر کو کے دن ہوے اور اوس صدمہ کو جو گورنمنٹ کو پہنچا وہ لوگون سے تھا اور رئیسون سے نہ تھا اوسکو تبلایئے کہ کے دن ہوے - پس تمکو تامل کرنا چاہیے اور یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے حال مین مدراس پریسیڈنسی مین حکم دیا کہ ہندوستانی والنٹیر ہوسکتے ہین - مین کہتا ہون کہ یہ حکم بھی قبل از وقت تھا - لیکن یہ نشان ہے کہ جب اطمینان ہوجاے تو گورنمنٹ کو ہمین بھی والنٹیر کرنے مین عذر نہین، اور جب ہم لیجائینگے تو وہ عہدے ملینگے جو ہمارے باپ دادا کے خون کے تمغے تھے - گورنمنٹ نے ایک قدم آگے بڑھایا ہے -

ہم ہندوستانیون کو ملکی حکومت مین شامل کرنا چاہا ہے۔ وہ زمانہ تھا لارڈ رپن کا (چیئرمن) اتفاق سے اوس زمانہ مین مین بھی کونسل کا ممبر تھا۔ لارڈ رپن نہایت نیک دل اور نیک مزاج اور بہ صفت موصوف گورنر تھے۔ لیکن افسوس اونکا ہات کمزور تھا۔ اونکے خیالات ریڈیکل لوگون کے سے تھے۔ اوسوقت لوکل بورڈ اور میونیسپل بورڈ کا قانون پیش تھا اور اوسکا منشا یہ تھا کہ سب لوگ الیکشن سے ممبر مقرر ہون۔ اے صاحبون مین کنسرویٹو نہین ہون۔ مین بہت بڑا لبرل ہون۔ لیکن ان خیالات سے قوم کی بھلائی کو بھول جانا کسی عقلمند کا کام نہین ہے۔ جو شخص کہ اس طرح کے الیکشن کے برخلاف تھا وہ مین تھا۔ اگر مین شیخی نہ کرون تو کہہ سکتا ہون کہ لارڈ رپن کی راے صرف میری ہی اسپیچ کے زور سے پھری کہ ایک ثلث کا تقرر گورنمنٹ کی ہات مین رہا اور دو ثلث انتخاب الیکشن سے۔ اب آپ خیال کرین کہ کیا حال انتخاب کا ہے کسی ضلع مین ہندو مسلمان برابر نہین ہوتے۔ آپ کہہ سکتے ہین کہ مسلمان ہندوؤن کو دبا دین گے اور سلف گورنمنٹ کے مالک ہو جائین گے۔ ابھی کلکتہ مین ایک بڑے بزرگ خاندانی ڈاڑھی والے مسلمان مجھسے ملے اور کہا کہ "غضب ہو گیا۔ ہمارے شہر مین اٹھارہ ممبر منتخب ہونے والے تھے۔ کوئی مسلمان منتخب نہین ہوا سب ہندو منتخب ہو گئے۔ اب گورنمنٹ سے کسی مسلمان کا مقرر ہونا چاہتا ہون امید ہے کہ مجھکو گورنمنٹ منتخب کرلے"۔ یہی حال سب شہرون کا ہے۔ علیگڈھ مین بھی اگر خاص قاعدہ مقرر ہو جاتا تو کوئی مسلمان یہان تک کہ ہمارے دوست مولوی خواجہ محمد یوسف بھی جو نہایت معزز ہین بمشکل اپنے منتخب ہونے کے لیے ووٹ حاصل کر سکتے اور آخر کو گورنمنٹ کی طرف سے تقرر کے متوقع رہتے۔ پس وہ راہ ہم کیونکر چل سکتے ہین جسکے نہ ہم قابل ہین نہ ملک۔

اب مجھہ مین طاقت نہین ہے اور مین تھک گیا ہون زیادہ نہین کہہ سکتا۔ لیکن اخیر کو بھی مجھے کچھہ کہنا ہے کہ میرے دوست یہ نہ کہین کہ ہمکو یہ نہ بتایا کہ ملک اور قوم کے لیے کیا بھلائی کی چیز ہے اور کس چیز سے وہ بھلائی کو پہونچ سکتے ہین۔ میری عمر ستر سے متجاوز ہو گئی ہے اور گو مین اپنی زندگی مین اپنی قوم کو اوس درجے پر نہ دیکھہ سکون جس درجے پر دیکھنے کو دل چاہتا ہے لیکن میرے دوست جو اس مجلس مین موجود ہین ضرور اپنی قوم کو عزت اور خوشحالی اور بلند درجے پر دیکھین گے، اگر میری بتائی ہوئی بات مانین گے۔ دوستون یہ نہ کہنا کہ مجکو اوس رنگریز کے مانند جسکو صرف اموہ رنگنا آتا تھا اموہ رنگ ہی بھاتا ہے۔ مگر مین سچ کہتا ہون کہ جو چیز تمکو اعلے درجے پر پہونچانیوالی ہے وہ صرف "ہای ایجوکیشن" (اعلی درجہ کی تعلیم) ہے۔ جب تک ہماری قوم مین ایسے لوگ پیدا نہ ہون گے ہم ذلیل رہین گے۔ اورون سے پست رہین گے اور اوس عزت کو نہ پہونچین گے جسپر پہونچنے کو ہمارا دل چاہتا ہے۔

یہ دلسوزی کی چند نصیحتین ہین جو مین نے تمکو کی ہین مجھے اسکی پرواہ نہین کہ کوئی مجھے دیوانہ کہے یا اور کچھ میرا فرض تھا کہ میرے نزدیک جو باتین قوم کی بھلائی کی ہین وہ اون سے کہدون اور اپنا فرض ادا کرون اور خدا کے سامنے جو قادر مطلق اور رحیم اور گناہون کا بخشنے والا ہے اپنے ہاتھونکو دھودون (چیرز بڑے زور سے)

تمت

لکچر کے ختم ہونے پر مولوی ابراہیم حسین صاحب فارسی مدرس نارمل اسکول نے فی البدیہہ قطعہ تصنیف کیا اور سید احمد خان کو مخاطب کرکے مجلس مین پڑھا۔

قطعہ

اے ناخدائے کشتیِ اسلامیانِ ہند — لطفِ تو بادشرطہ طوفانیانِ ہند
زین قند پارسی کہ زبانِ تو ریختہ — شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند
از مردگان دریغ دمِ عیسوے مدار — ذاتِ تو ہمچو جان بہ جسد درمیانِ ہند

التماس

واضح ہو کہ سید احمد خان نے یہ لکچر زبانی دیا تھا منشی عزیز الدین احمد صاحب تحصیلدار مرزاپور نہایت تیزی سے ساتھ کے ساتھ لکھتے گئے اور بعد کو سید احمد خان نے بھی اوسکو ملاحظہ کرلیا ہے جو لوگ اس لکچر کو پڑھین اور اگر کچھ لطف اوٹھاوین تو اونکو منشی عزیز الدین احمد صاحب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اس لکچر کی قیمت

اسلیے کہ اردو زبان مین یہ پہلا مضمون شائع ہوا اور اسکی خواہش ہر ایسے شخص کو جو امورات سلطنت سے دلچسپی رکھتا ہے ضرور ہوگی۔ ہمنے اسکی قیمت ایک کتاب سے لیکر ایکہزار جلد تک مقرر کردی تاکہ شائقین اور فیاض شائقین اور تاجران کتب اور اہل تاجران کتب اپنے اپنے طور پر خریداری فرماسکین۔ نرخ مندرجہ ذیل مین کوئی کمی وبیشی نہوگی البتہ محصول ہر حالت مین معاف ہے

ایک جلد	۱ر	۵۰ جلد	۶ر	۵۰۰ جلد	۵۰ر
۱۰ جلد	۱۰ر	۱۰۰ جلد	۱۰ر	۱۰۰۰ جلد	۱۰۰ر
۲۵ جلد	۲۴ر	۲۵۰ جلد	۲۵ر		

نوٹس

چونکہ لکچرر نے اِس مضمون کو اپنے اخبار "علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ" مین نہین چھپوایا بلکہ کاپی رائٹ نامی پریس کانپور کو عطا فرمایا۔ باین لحاظ حسب منشای ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ع کے داخل رجسٹر سرکار ہوگیا۔ لہذا اہالیانِ مطبع اور اڈیٹرانِ اخبار سے امید ہے کہ وہ اِسکی نقل نفرماوینگے۔ البتہ جن شایقین کو اِسکی خریداری منظور ہو تو نرخ مندرجہ صفحہ ۱۵ کے حساب سے طلب فرماوین فقط

العبد

محمد رحمت اللہ عفی عنہ پروپرائٹر نامی پریس

کانپور

۳۷۰

پیکچر

نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خان بہادر

جو

اونہون نے بتاریخ ۱۵-جون سنہ ۱۹ء کو سڈنس یونین کلب

مین

مدرسۃ العلوم علی گڈہ کے طالب علمون کو دیا

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صوفی طبع شد

سنہ ۱۹ء

پکچر

نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خان بہادر

جو

اونہون نے بتاریخ ۱۵-جون سنہ ۱۹ء کو سڈنس یونین کلب

مین

مدرسۃ العلوم علی گڈہ کے طالب علمون کو دیا

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صوفی طبع شد

سنہ ۱۹ء

لکچر

نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خان بہادر

جو اونہون نے ۱۵ جون ۱۹۰۰ء کو

یونین کلب مین طالب علمون کو دیا

عزیز طالب علمو۔ گذشتہ سال ایسے موقع پر مین نے تم کو جمع کر کے کچھ نصیحت کی تہی اور مجھے اس بات کے ظاہر کرنے سے نہایت خوشی ہے کہ تم مین سے اگر سب نے نہین تو بہت سے طالب علمون نے اوس پر عمل کیا اور اوس کے مفید نتیجے ظاہر ہوے۔

آج پھر مین نے تمھین اس لئے جمع کیا ہے کہ تمکو سمجھاؤن کہ اس تعطیل کے زمانہ مین جبکہ تم کالج چھوڑ کر اپنے گھرون کو جاتے ہو تمھین اس کالج کے لئے جس نے تمھارے دل و دماغ کی پرورش کی ہے کیا کرنا چاہیئے۔

میرے عزیزو۔ تم اگرچہ لڑکے کہلاے جاتے ہو اور لڑکون کی نسبت کہا گیا ہے کہ ابتداے عمر مین اون سے ایسی بے غرضانہ اور فیاضانہ جوش کی توقع رکھنا جسکا معاوضہ کچھ نہو بیجا ہے۔ اور اون نتایج کی امید پر جو دیر مین حاصل ہونیوالی ہون کسی کام کی اون کو ترغیب دینا لاحاصل ہے اس لئے کہ بچے اون چیزون کے

تصور کرنے کے نا قابل ہین جو آیندہ اونکی زندگی پر بڑا اثر ڈالین گی - اونکے سامنے شہرت - عزت - عمدہ کانشنس کی عمدہ باتین کرنے سے کیا فائدہ ہے آدہے دن کی تعطیل اون کے نزدیک زیادہ اہم اور اچھی ہے بہ نسبت اوس توقع کے کہ وہ آیندہ دولت اور علم کے خزانہ پر قابض ہونگے - مگر مین تم کو اُن بچون مین داخل نہین کرتا جن کی نسبت یہ کہا گیا ہے - بلکہ تم بہ لحاظ سمجھ اور استعداد کے اور بوجہ جاننے اون بہت سی باتون کے جن سے تمہارے بڑے بڑے عمر رسیدہ بزرگ بے خبر ہین تم زیادہ نصیحت سننے کے لایق ہو - اور تم سے اوسپر عمل کرنے کی زیادہ توقع ہے -

میرے پیارے عزیزو - تم اس تعطیل مین کالج سے جانے کو یہہ نہ سمجھو کہ تم چھٹیون مین گھر جاتے ہو اور دوستون اور عزیزون سے ملنے اور دل بہلانے کا تم کو یہہ موقع ملا ہے بلکہ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ یہہ زمانہ تمہارے امتحان دینے کا ہی اور تم امتحان دینے کے لئے جاتے ہو - تمکو یہان دو قسم کی تعلیم دی گئی ہے - ایک علمی - دوسری اخلاقی - اور دونون چیزون مین تم امتحان دینے کے لئے تیار کئے گئے ہو - پہلے قسم کے امتحان کا دار الامتحان یونیورسٹی ہے - اور دوسری قسم کا امتحان جہان لیا جاتا ہے وہ تمہارا گھر اور تمہارا شہر اور تمہارا ملک ہے - علمی امتحان کے لینے والے خاص خاص لوگ ہوتے ہین - اور اخلاقی امتحان جن کو تمہین دینا ہے وہ تمہارے والدین - تمہارے بزرگ - تمہارے عزیز و قریب

بلکہ تمہاری ساری قوم ہے۔ پھر علمی امتحان کے نتیجے محدود ہین اور اخلاقی امتحان کے نتیجے غیر محدود۔ تم مین سے ہر ایک پہلے امتحان کو مشکل سمجھتا ہے اور اوسی کے لئے محنت کرتا ہے اور اوسی کی کامیابی یا ناکامیابی پر خوش یا رنجیدہ ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت دوسرا امتحان نہایت مشکل ہے اور اصلی خوشی اوسی امتحان کی کامیابی پر موقوف ہے تم جس کالج مین تعلیم پاتے ہو وہ اور کالجون کی طرح تمہارے حافظہ مین چند کتابی ذخیرہ جمع کرنے کے لئے نہین بنایا گیا ہے۔ بلکہ اوس کا مقصود تعلیم سے بڑھ کر تربیت ہے۔ اور تم اس کالج کے کامیاب طالب علم ہرگز نہ سمجھے جاؤگے اگر صرف چند کتابون کے پڑھ لینے اور ڈگری حاصل کر لینے پر قناعت کی اور مذہبی اور اخلاقی امتحان مین تم کامیاب نہ ہوسے۔ تم اپنے آپ کو اور کالجون کے لڑکون کی طرح معمولی طالب علم نہ سمجھو۔ اس لئے کہ تم اوس کالج کے بیٹے کہلاسے جاتے ہو جس نے اپنے آپ کو اور کالجون سے زیادہ ممتاز ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور جس نے دنیا کے ساتھ دین سکھانے اور انسان بنانے کے ساتھ مسلمانی پر قایم رکھنے کا کام بھی اپنے ذمہ لیا ہے اور اسی توقع پر تمہارے والدین نے اپنی آغوش سے تم کو جدا کر کے کالج کی گود مین ڈالا۔ اور جدائی اور تنہائی کا صدمہ اوٹھا کر تمکو دور دراز مقامات سے یہان بھیجا ہے۔ تمہارے والدین اور بزرگ تمہارے ہر فعل اور حرکت کی نہایت سختی سے جانچ کرینگے اور بہ نسبت اوس زمانہ کے جب تم کو اونہون نے یہان بھیجا تھا اب کہ تم ایک سال کے بعد اونکے پاس جاتے ہو اوس فرق کو غور سے دیکھین گے۔

جو تمہارے خیالات اور عادات اور حالات مین ہوا ہے وہ سب سے پہلے تمہارے
مذہبی اعتقادات اور دینی فرائض کی پابندی پر نظر کرینگے کہ یہی وہ چیز ہے جس کو ہر مسلمان
گو کسی درجہ اور کسی حیثیت کا ہو سب سے مقدم سمجھتا ہے۔ اسکی نسبت مجھے
یقین ہے کہ بہ نسبت پچھلے سالون کے تمہاری حالت زیادہ اطمینان کے
قابل ثابت ہوگی۔ اس لئے کہ مذہبی تعلیم کا انتظام اس سال بہ نسبت گذشتہ برسون کے
کے زیادہ عمدہ اور اچہا رہا اور نماز کی پابندی نہایت سختی کے ساتھہ کرائی گئی۔ اور
وہ انتظام جو مذہبی تعلیم کے زیادہ کامل ہونیکے لئے اب کیا گیا ہے اوس سے
مجھے امید ہے کہ آیندہ تمہارے بزرگون کو زیادہ اطمینان ہوگا اور ہر طرح سے
وہ تمکو مذہبی عقائد مین پختہ اور فرائض کی پابندی مین زیادہ مستعد پاکر خوش ہونگے۔

عزیزو تعلیم کے مشکل اور حل طلب مسائل مین سے یہ اہم مسئلہ ہے کہ انگریزی
اور مذہبی تعلیم کیونکر شامل کی جائے۔ سوائے اس کالج کے کوئی دوسرا کالج ہم
ایسا نہین دیکھتے جہان یہ مشکل مسئلہ حل کیا گیا ہو۔ سرکاری مدارس مین صرف
دنیوی تعلیم ہوتی ہے اور اون مدارس کے تعلیم یافتون کی نسبت عام شکایت
ہے کہ وہ مذہب سے بے خبر اور فرائض اور واجبات کی پابندی سے آزاد ہوتے
ہین۔ یہ شکایت سوائے اون خاص خاص لڑکون کے جن کی مذہبی تعلیم کا اونکے
بزرگون نے خاص انتظام کیا ہو غالبًا صحیح ہے۔ اس لئے مین کہہ سکتا ہون کہ
کم لوگ بہ نسبت اپنے اون بہائیون کے جو دوسرے کالجون مین پڑہتے ہین

زیادہ خوش نصیب ہو۔ یہان تمہاری مذہبی تعلیم کا انگریزی تعلیم کے ساتھہ کافی سامان مہیا ہے۔ اور ارکان اسلام کے ادا کرنے کے لئے یہی قابل اطمینان انتظام ہے اور وہ ایسے حیرت انگیز طریقہ مین کیا گیا ہے جس کے دیکھنے سے تعلیم کے مشکل مسائل پر غور کرنے والون کو حیرت ہوتی ہے۔ پھر اوس پر زیادہ تعجب انگیز وہ منظر ہے جہان مسلمانون کے دونون معزز فرقے شیعہ اور سنی ایک جگہہ نظر آتے ہین اور باوجود اپنے اپنے مذہب کے موافق جدا جدا تعلیم پانے اور اپنے اپنے طریقون کے موافق جدا جدا ارکان مذہب ادا کرنے کے ہر موقع اور ہر محل پر ملے جلے دکھائی دیتے ہین۔ یہ منظر دیکھکر ہر شخص متحیر ہوتا ہے کہ مشرق اور مغرب شمال اور جنوب کے دور دراز مقامات سے سنی اور شیعہ تعلیم کے عام مقصد کے واسطے یہان آتے ہین اور ایک جگہہ رہتے ہین۔ ایک جگہہ پڑھتے ہین۔ ایک جگہہ کھیلتے ہین۔ اور ایک ہی عبادت گاہ مین اپنے اپنے طریق کے موافق اپنے خدا کی عبادت کرتے ہین وہ تفرقہ یہان نظر ہی نہین آتا جو ایک خدا کے ماننے والون اور ایک رسول پر ایمان رکھنے والون اور ایک قبلہ کی طرف منہہ کرنے والون اور ایک ہی کلمہ کے پڑھنے والون مین صرف ادنی ادنی فروعی مسائل پر دوسری جگہہ دکھائی دیتا ہے۔

یہان کی مذہبی تعلیم زیادہ مستحکم بنیاد پر اس لئے اور بھی قایم ہے کہ مذہبی تعلیم کے اوس بڑے حصہ کا جو اخلاق سے متعلق ہے یہان زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے اور وہ عمدہ اور پاک خصلتین جو ایک سچے اور پکے مسلمان مین ہونی چاہئین وہ تعلیم و

تربیت دونون ذریعون سے یہان سکھائی جاتی ہین - یہان تمکو جس طرح مذہبی عقائد
سیکھنے اور روزہ و نماز کی پابندی پر مجبور کیا جاتا ہے اوسی طرح تم کو اسلام کی اصلی
خوبیان اور اوسکی اصلی برکتین بہی بتائی جاتی ہین اور تمہاری دلونمین اسلام کی اصلی تعلیم کے فوائد بہی
بٹہائے جاتے ہین اور تمکو بتایا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ صفات اور پاکیزہ اخلاق جو انسان
کی ذات کے جوہر ہین وہ اسلام ہی نے سکھائے ہین - اور وہ ساری خوبیان جن سے
انسان صفاتِ انسانی کا جامع سمجھا جائے وہ سب مذہب اسلام کی تعلیم مین
داخل ہین - تم کو مذہبی اقوال طوطے کی طرح یاد نہین کرائے جاتے - نہ مذہبی تعصبات
کا اثر تمہارے دلون مین بٹہایا جاتا ہے - بلکہ تمکو عام مخلوق خدا کے ساتھہ رحمت
اور شفقت سے پیش آنا - رشتہ دارون کے ساتھہ سلوک کرنا نرمی اور حیا اور حسنِ خلق
کا اختیار کرنا غصہ اور غرور کو ترک کرنا - کینہ اور حسد اور عداوت سے اپنے دل کو پاک
رکھنا سکھایا جاتا اور یہہ خیال تمہارے ذہن نشین کیا جاتا ہے کہ یہی چیزین جزو ایمان
ہین - پہر حقوق اللہ کے ساتھہ حقوق العباد کی بہی تعلیم دیجاتی ہے - جس سے
معلوم ہو کہ مسلمانون پر اپنے بہائیون کے - اپنے ہمسائون کے - اپنے بڑون کے
اپنے چہوٹون کے کیا حقوق ہین - اور اون کو دوسری قومون کے ساتھہ کس اخلاق
سے زندگی بسر کرنی چاہیئے - اور گورنمنٹ وقت کی سچی وفاداری کا خیال کس طرح
رکھنا چاہیئے - اور پہر تم پر ان باتون کے ذہن نشین کرنے کا زیادہ خیال کیا جاتا ہے
کہ دل کی سچائی اور زبان کی سچائی اور وعدہ کی سچائی اور اعمال کی سچائی اصلی تعلیم

اسلام کی ہے۔ اور یہہ اخلاقی صفات تم کو یورپ سے سیکھنے نہین ہین اور نہ اخلاقی تعلیم مین تم انگریزی کے محتاج ہو۔ بلکہ یہہ تمہارے اسلام کی تعلیم ہے اور یورپ نے تمہین سے سیکھی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ نہ صرف کتابی تعلیم سے بلکہ یہانکے صحبت اور اون ذرایع سے جو تمہارے اخلاقی اصلاح کے لئے یہان مہیا کئے گئے ہین مثل مجلس اخوان الصفا اور الفرض وغیرہ کے تمہارے دلون مین ان پاکیزہ خصائل اور پاکیزہ اخلاق کا اچھی طرح نقش بیٹھنے کا سامان مہیا ہے۔ مین اسمین تو ذرا شبہہ نہین رکھتا کہ اس کالج کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم اور یہان کی تربیت ہی ایسی ہے جس سے یہ نتیجے پیدا ہون اور یہان کے تعلیم یافتہ مسلمان اور انگریز دونونکی نظر مین مہذب اور شایستہ ہون۔ مگر یہہ کہنا مبالغہ ہوگا کہ تم سب پر اس تعلیم کا ایسا ہی اثر ہوا ہے۔ اس کا ثبوت تو تمہارے برتاؤ سے اور تمہارے چال چلن سے اور تمہاری طرزِ زندگی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مین یقین کرتا ہون کہ اگر تم اپنے بزرگون کو اس کا ثبوت دوگے اور اونکے دلون پر یہ بات ثابت کر دوگے کہ تم اسلام کے ضروری عقاید سے نہ صرف واقف ہو بلکہ اس کی سچائی اور خوبی تمہارے دلون پر نقش ہے اور یہہ بھی دکھا دوگے کہ تم اون مذہبی فرائض کے پابند ہو جو اسلام کی تکمیل کے اجزاے ضروری ہین۔ اور یہہ بھی ثابت کر دوگے کہ تمہارے اخلاق یہان کی تعلیم اور یہان کی صحبت سے پاک اور اچھے ہو گئے ہین۔ تو ضرور وہ تم کو اچھا سرٹیفکیٹ دین گے اور تمہارے مذہبی اور اخلاقی امتحان مین پورے

اوترنے سے نہایت خوش ہونگے۔ اور اوس کا اثر نہ صرف تمہارے ہی لئے مفید ہوگا بلکہ اس کالج کی عزت اور شہرت پر بہی اوس کا نہایت عمدہ اثر پڑیگا اور ایسی حالت مین تم اس کالج کے لایق اور سعادت مند فرزند سمجھے جاؤ گے۔

مذہبی تعلیم اور مذہبی فرائض کی پابندی کے بعد تمہارے عام برتاؤ کا بہی امتحان لیا جائیگا۔ اور یہ بات نہایت غور سے دیکہی جاویگی۔ کہ مثل اور ناقص تعلیم پانیوالون کے جنکو تربیت نہین دی گئی اور جن کو عمدہ صحبت نصیب نہین ہوئی۔ تم اون پاکیزہ صفات سے بے نصیب تو نہین ہوگئے جن پر تمہارے بزرگون کو ناز تہا اور جس سے تمہارے اسلاف ساری دنیا مین معزز و ممتاز تہے۔

اکثر انگریزی پڑہنے والے طالب علمون پر یہہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ گستاخ اور بے ادب اور مغرور اور خودسر ہوجاتے ہین۔ نہ اپنے بزرگون کا لحاظ اور ادب کرتے ہین۔ نہ اپنے رشتہ دارون اور عزیزون سے باخلاق پیش آتے ہین۔ بلکہ اون کو ایک قسم کی اجنبیت اور بیگانگی اپنے خاندان اور اپنی برادری سے ہوجاتی ہے۔ جہانتک مین جانتا ہون اس اعتراض کا کچہہ حصہ صحیح ہے اور کچہہ غلط۔ بیشک بعض انگریزی خوان ایسے ہین جو عموماً اپنی قوم اپنے خاندان بلکہ اپنے اسلاف کی کسی بات کو بہی اچہا نہین سمجہتے اور نہ اوس تہذیب اور اخلاق سے جس سے ہمارے بزرگ شائستگی کے اعلیٰ درجہ پر پہونچے ہوے تہے بہرہ ور ہین۔ بلکہ اندہونکی طرح یورپ کی ہر بُری بات کی پیروی اور اونکی ہر عادت

کی گو وہ کیسی ہی بد ہو تقلید کرتے ہین اون کے نزدیک اون کی قوم مین
گویا کسی قسم کی تہذیب اور شایستگی تھی ہی نہین۔ اور انگریزی قوم مین کسی قسم کی
بُرائی ہی ہی نہین وہ اس بیہودہ اور غلط خیال کے سبب اور انگریزون کی کورانہ تقلید
کی وجہ سے قوم کی نگاہ مین خود نامہذب اور ناتربیت یافتہ اور انگریزی تعلیم کا بُرا
نمونہ سمجھے جاتے ہین۔ مین فرداً فرداً اس کالج کے ہر طالب علم سے ایسا واقف
نہین ہون کہ مین سب کو اس الزام سے قطعاً بری کر دون۔ مگر جہانتک مجھے علم
ہے اور جہانتک میرا ذاتی تجربہ ہے مین بلا مبالغہ کہہ سکتا ہون کہ بڑا حصہ تمہارے
گروہ کا اس الزام سے پاک ہے۔ اور بجاے اس کے کہ اپنے قومی اخلاق اور
قومی تہذیب اور قومی شائستگی سے تم کو نفرت ہو تم کو اپنی قوم کی اصلی تہذیب اور
اصلی شائستگی اور اصلی اخلاق اور اصلی آداب پر ناز ہے۔ اور تم اوس پر فخر کرتی ہو
اور تمہارے دل مین اوس کی خوبیان بیٹھی ہوئی ہین۔ اور تم مین اپنے ان قومی
فضائل اور اپنے اسلاف کے عمدہ خصائل کا ایک ایسا جوش ہے جو کبھی تمہارے
دل سے جا نہین سکتا۔ لیکن اگر بدنصیبی سے تم مین کوئی ایسا غلط خیال رکھنے والا ہو
اور اپنے بزرگون کا ادب اور اپنے بھائیون کی عزت نہ کرتا ہو اور اپنے خاندان اور
اپنے رشتہ دارون کے ساتھہ خوش اخلاقی سے پیش نہ آتا ہو اور اون چھچھوری باتون
کا عادی ہو جس سے ہر شخص کو نفرت اور کراہیت ہوتی ہے تو وہ خود اس الزام
کا مورد ہوگا اور وہ کالج کی تعلیم و تربیت کی بدنامی کا ذمہ دار سمجھا جاویگا۔

مگر اس اعتراض کا کچھہ حصہ غلط بھی ہے اور وہ غلط خیال کی بنیاد پر قایم کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ سوشل برتاؤ مین جو کچھہ زمانہ نے تبدیلی اور اصلاح کی ہے اور جو نہ نامور ون اور بدنما بلکہ زمانہ حال کے ترقی یافتہ حالت کے لحاظ سے ضروری اور مفید ہے وہ بُری سمجھی جاتی ہے۔ اور افسوس ہے کہ اس اصلاح اور تبدیلی کو نہ صرف تمہاری ہی قوم کے اکثر لوگ بُرا سمجھتے ہین۔ بلکہ اوس قوم کے بعض لوگ بھی جن کے ہاتھہ مین خدا نے تمہاری قسمت سپرد کی ہے اوس کو غصہ اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ مگر یہ تبدیلی نہ غلطی ہے نہ بُرائی ہے۔ بلکہ زمانہ کی حالت کا لازمی نتیجہ ہے۔ بقول سرسید مرحوم کے ہر زمانہ مین مختلف قومون مین سوشل حالت مختلف رہی ہے اور اسلئے ہر ایک قوم مین اخلاق۔ آداب صحبت بزرگون اور حاکمون کی تعظیم کا طریقہ بھی مختلف رہا ہے۔ سوشل حالت زمانہ کے تبدیل کے ساتھہ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہہ تبدیلی اوس گروہ سے شروع ہوتی ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ جو قوم ہم پر حکومت کرتی ہے اور ہمارا اوس کے ساتھہ مل جل کر رہنا ضروری ہے۔ اس لئے ہم قانون قدرت کے موافق مجبور ہین کہ ہم اپنی سوشل حالت مین اس قدر تبدیلی کرین جو اُس قوم کے ساتھہ مل جُل کر خوشی سے رہ سکین۔ مگر اس تبدیلی کو ایک تو وہ گروہ بُرا سمجھتا ہے جس نے غلطی سے سوشل حالت کو جزو مذہب سمجھہ کر یہ فتوی جاری کر رکھا ہے کہ ایسا تشبہ مذہبًا ممنوع ہے اوس کی ناراضی نہ صرف اس سوشل حالت کی تبدیلی سے ہے بلکہ اس غلط خیال پر مبنی ہے

کہ وہ تبدیلی مذہب کے برخلاف ہے۔ مگر جو شخص مذہب اسلام کی اصلی تعلیم سے واقف ہے وہ خوب جانتا ہے کہ مذہب اسلام ایسے لغو خیالات سے پاک ہے۔

دوسرا وہ گروہ ہی اس تبدیلی کو غصہ کی نظر سے دیکھتا ہے جو اپنے بیجا تکبر اور غرور حکومت سے یہہ چاہتا ہے کہ مفتوح قومین اوسی غلامی کی حالت مین رہین اور اپنی سوشل حالت کو اس طرح پر ترقی دینے نہ پاوین کہ ہم مین اور اون مین شبہ بھی مساوات کا بلکہ انسانی مساوات کا بھی پیدا ہونے پاوے۔ مگر ایسی سوشل حالت کا تبدیل کرنا تعلیم کا ضروری نتیجہ ہے۔ اگر علم ہماری سوشل حالت کو نہین بدلتا اور اوس مین ترقی نہین دیتا تو اوس سے جہل ہزار درجہ بہتر ہے۔ پس تم کو اون اعتراضون پر جو صرف سوشل حالت کی تبدیلی سے تم پر کئے جاوین کچھ اندیشہ اور خوف نہ کرنا چاہیئے۔

علاوہ اوس امتحان کے جو تم کو اپنے بزرگون۔ اپنے خاندان کے لوگون کو دینا ہوگا۔ ایک اور امتحان ہے جو تم کو اپنے ہموطن بھائیون کو دینا پڑیگا۔

تمہارے ہموطن بھائی جو تمہارے ہم مذہب نہین ہین نہایت غور سے اس بات کو جانچین گے کہ یہانکی تعلیم نے بنی نوع انسان کے ساتھہ الفت اور اتحاد رکھنے کا کیا سبق تم کو پڑہایا ہے۔ اون سے کہا گیا ہے کہ اس کالج کی ضروری اصولون مین سے ایک اصول یہ تعصبی بھی ہے۔ اور خود یہ کالج فراخ حوصلگی اور عام فیاضی کی بنیاد پر قایم کیا گیا ہے اور اسی لئے وہ مسلمانون پر محدود نہین ہے۔

اوس کا دروازہ ہر مذہب اور ہر ملت اور ہر طبقہ کے لوگون کے لئے کھلا ہوا ہے
اور اوس مین ہر فرقہ کی اوس مقدس زبان کا سکھانا روا رکھا گیا ہے جو تعلیم کے لئے
مفید اور علم کی تکمیل کے لئے ضروری ہو۔ اس لئے تم کو ہمیشہ اس بی تعصبی
کے اصول کا خیال پیشِ نظر رکھنا اور اپنے دوسرے ہموطن بھائیون سے نہایت
اخلاق اور محبت اور صفائی سے ملنا اور اون سے دوستی اور الفت رکھنا اور اون
باتون سے جو نفاق اور عداوت اور مخالفت پیدا کرین بچنا چاہیئے۔ تم کو اون کی کسی
بات پر رشک اور حسد نہ کرنا بلکہ اونکی ترقی پر خوش ہونا اور اوس پر غبطہ کرنا چاہیئے۔ اور
اگر پولیٹیکل خیالات تمہارے اونکے موافق نہ ہون تو اوس اختلاف کو جائز حدود کے
اندر ہی رکھنا مناسب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اختلاف دائرۂ اعتدال سے گذر کر مخالفت
کے درجہ پر پہونچ جاے اور ایسی دو قومین جو صدیون سے مل جل کر رہتی آئی
ہون اور جن مین ایک قسم کا رشتہ برادری کا پیدا ہو گیا ہے وہ ایک دوسرے سے نفرت
کرنے لگین اور اوس رشتہ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔

ان سب امتحانون سے بڑھکر وہ امتحان ہے جو تمہین گورنمنٹ اور انگریزی
نیشن کو دینا ہوگا۔ تمہارے کالج نے اپنی تعلیم کے اعلیٰ اور عمدہ مقاصد مین سے
یہ مقصد بھی بیان کیا ہے کہ یہان کے تعلیم یافتہ انگریزی گورنمنٹ کی برکتون کے
قدرشناس اور حضرت ملکہ معظمہ کی ذات اور اون کی گورنمنٹ کے دل سے وفادار
ہون اور انگریزون سے دوستانہ ارتباط اور اتحاد پیدا کرین۔ اور اوس مغائرت

کے دور کرنے مین ساعی ہون جو ہمارے اور اونکے باہمی اختلاط اور میل جول مین ہے
مجھے یقین ہے کہ اس امتحان مین تم پورے اوترو گے اور اب تک جو امتحان لیا گیا
ہے اوس مین تم کامیاب ثابت ہوئے ہو۔ ہر موقع پر تم نے گورنمنٹ سے دلی
خیر خواہی اور حضرت ملکہ معظمہ قیصر ہند خلد اللہ ملکہا کی ذات سے خوش عقیدتی کو نہایت
اچھی طرح ظاہر کیا ہے اور انگریزون کے ساتھہ ارتباط بڑہانے مین تم ہمیشہ پیش قدمی
دکھاتے رہے ہو اور تم نے اپنی راستبازی اور آزادی اور نیک چلنی اور اون
صفات کو جن سے ایک آدمی جنٹلمین کہلایا جا سکتا ہے بخوبی ثابت کر دیا ہے
تمہارے یوروپین پرنسپل اور پروفیسرون اور تمہارے ضلع اور قسمت اور صوبہ کے
حاکمون اور نیز اون تمام انگریز جنٹلمینون نے جن کو تم سے سابقہ پڑا ہے تمہاری
نسبت نہایت اعلیٰ خیالات ظاہر کیے ہین۔ اور اس وقت بے محل نہ ہو گا
اگر مین اون مین سے چند اعلیٰ درجہ کے لوگون کی رائین جو اس کالج کے تعلیم یافتون
کی نسبت ظاہر کی ہین سنا کر تمہارے دلون کو تقویت دون۔ اور تمہاری ہمت
کو بڑہاؤن۔

ہز آنریبل کیڈل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر نے ۸۔ اگست ۱۸۹۵ء کو ٹرسٹیون
کے ایڈریس کے جواب مین فرمایا تہا کہ "جو باتین میری نظر سے گذری ہین اور جو کچھہ
مین نے اور شخصون کی زبانی سنا ہے اوس کے لحاظ سے مین اوس یقین مین
شریک ہون جو آپ کے پرنسپل نے اپنی پہلی رپوٹ مین ظاہر کیا ہے۔

یعنی یہ کہ کالج کا طرزِ تعلیم اور رنگ ڈھنگ سچائی اور ایمانداری اور عزت کے خیال کو ترغیب دیتا ہے،، اور مین خیال کرتا ہون کہ اوس کی تعلیم و تربیت کا میلان اس قسم کے شخصون کے پیدا کرنے کی جانب ہے جو صرف معقول تعلیم یافتہ ہی نہین ہوتے ہین بلکہ دلیر اور راست باز بھی ہوتے ہین اور جو زندگی کے عملی کاروبار مین اس اعلیٰ درجہ کے اصول کے برتنے پر آمادہ ہین جس کی تلقین کرنا یہان آپ کی تعلیم و تربیت کا ایک خاص مقصد ہے،، اور پھر اسی موقع پر طالب علمون سے خطاب کرتے وقت فرمایا تھا کہ ،، پچھلی رپورٹون سے مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ہر حالت مین خواہ کلاس روم مین یا کھیلون مین خصلت مین یا طور و طریق مین اس نیک نامی کو قایم رکھا ہے جو تم سے پہلے طالب علمون نے تمہارے کالج کے واسطے قایم کی تھی۔ اور اوس مین کالج کی نسبت مستعدانہ خیر خواہی کا ایک جوش اور اسکی حالت کو ترقی دینے کے واسطے عملی کوششین اور اضافہ ہو گئی ہین میرے خیال مین یہ آخر الذکر ترقی ایک مسرت بخش امر اس کالج کے حکام اور طالبعلمون دونون کے حق مین نیک نامی اور تعریف کا باعث ہے۔

اور جناب سر چارلس کراسٹھویٹ صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر نے فرمایا تھا کہ ،، علاوہ اس کے کہ آپ لڑکون کو صرف کتابی علم سکھاوین آپ کو دوسرے مقاصد بھی مدنظر تھے جیسے کہ آپنے اپنی ایڈریس مین مجھہ کو یاد دلائی ہے پس آپنے کہانتک ان مقاصد مین کامیابی حاصل کی ہے؟ جہانتک کہ مین اندازہ کر سکتا ہون

آپنے عمدہ کامیابی حاصل کی ہے۔ آپکے طالب علمون کی شہرت کس قسم کی ہے؟ اون مین یہ صفت ہے کہ وہ راست باز اور دلیر اور اُس گورنمنٹ کے خیر خواہ ہین جس کے سایہ حمایت مین وہ رہتے ہین۔ بغیر خوشامد کے خلیق اور مودب ہین۔ اور اپنی اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے لحاظ سے زندگی کی عملی کارروائی کے واسطے لایق ہین"

اور ہز آنر مسٹر اکلنڈ کالون صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر نے فرمایا تھا کہ "دو جو شخص اون نوجوان آدمیون سے واقف ہین جو اس کالج سے پاس ہوکر نکلے ہین وہ غالبًا اس امر مین مجھ سے اتفاق کرین گے کہ وہ اپنی تعلیم و تربیت کی علامتین ایسی ہی صاف صاف طور پر ظاہر کرتے ہین جیسی کہ انگلستان مین ہمارے پبلک اسکولون اور ہماری یونیورسٹی کے گریجوائٹ ظاہر کرتے ہین۔ علی گڈہ کالج کا ایک طالب علم فیاضانہ خیالات اور ترقی یافتہ تعلیم و تربیت اور آزاد خصلت رکھنے والا شخص خیال کیا جاتا ہے۔ سب سے بڑہ کر وہ ہندوستانیون کے اس فرقہ کا ایک نمونہ ہوگیا ہے جو انگریزون کی خواہشونکی بخوبی داد دینے کے واسطے کوشش کرتا ہے۔ لیکن وہ یہی توقع رکھتا ہے کہ ہم اوس کی خواہشون کی اسی طرح پر بخوبی داد دین"

اور جناب ممدوح نے دوسرے موقع پر فرمایا کہ "دو مجکو بار بار یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ علی گڈہ کا باشندہ ہونا انگریزون اور ہندوستانیون دونون کے درمیان عزت اور اعتبار کا ذریعہ ہے۔ وہ اپنے ساتھ وہان کی تعلیم و تربیت کی مہر اور اُسکی

عقل و دماغ کا نقش لیجاتے ہین جسکی نگرانی مین اونکی تعلیم و تربیت کی تکمیل ہوئی ہے"

مسٹر ایٹ کنین ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور نے ۲۵-جون ۱۸۹۸ء کو سرسید میموریل فنڈ کے جلسہ مین یہہ فرمایا تہا کہ "محمدن کالج کے طلبا اپنے برتاؤ اور اخلاق واطوار مین جنٹلمین کے کامل مفہوم کے پورے پورے مصداق ہین اور جدید تعلیم مغربی کی تحصیل مین نہایت سرگرم - جس کے پیچھے گویا وہ اپنی قدیم مشرقی طرز ترکیب کو بہول گئے ہین - اور یہ کہ مجھے اسبات کا یقین ہونے سے اور بہی خوشی ہوتی ہے کہ ایم اے او کالج علی گڈہ مین تعلیم کا مقصد یہی نہین سمجھا گیا کہ نوجوانون کو صرف ایسی ملازمتون کے قابل بنا دیا جاے جیسے کہ صدر ماہوار کی کلرکی یا ایسا ہی کچھہ اور - بلکہ دلی منشا یہ رکہا گیا ہے کہ انہین مودب - تہذیب خوش اخلاق - نیک اطوار اور وفادار شہری بنایا جاے -"

یہہ عمدہ رائین جو اس کالج کے طالب علمون کی نسبت بڑے بڑے شخصونکی ہین نے تم کو سنائین اون سے ضرور تمہارے دلون مین یہ خواہش پیدا ہوئی ہوگی کہ تم مین سے ہر شخص کی نسبت فرداً فرداً یہ رائے صادق ہو اور تم مین سے ہر شخص اپنے آپ کو اس کا مورد و مصداق سمجھے - اور مجھے امید ہے کہ تم آپنے آپ کو اس کالج کی تربیت کا ایک عمدہ نمونہ ثابت کروگے اور جہان تم جاؤگے جیسا کہ کہا گیا ہے تم اپنے ساتہہ یہانکی تعلیم و تربیت کی مہر اور اوسکی عقل و دماغ کا نقش جسنے اس کالج کو قایم کیا تہا لے جاؤگے اور اپنی اوس عزت و شہرت کو جسکا

بڑے بڑے لوگون نے سرٹیفکٹ دیا ہے قایم رکھو گے۔

میرے عزیزو۔ تم درحقیقت دنیا مین ایک نئے مسلک اور ایک نئے نظام کا نمونہ ہو۔ سارے ملک کی نگاہین تم پر ہین اور تمام قوم کی امیدین تم سے وابستہ ہین۔ اور تم اگرچہ اس دور مین شاگردی کے درجہ پر ہو مگر تم ہی آنیوالی نسل کے اُستاد اور رہبر اور پیشوا ہونے والے ہو اور تم ہی کو آیندہ نسلون کے اس سوال کا جواب دینا پڑیگا کہ کس طرح تم نے اپنے فرائض ادا کئے اور کس طرح تم نے آیندہ آنیوالی نسلونکے لئے راستہ صاف کیا۔ اور تم ہی کو اپنے طریق عمل سے یہ بتانا ہے کہ تم نے کہانتک اپنے پیشوا اور اپنے بزرگ سرسید کی آرزوؤن کو پورا کیا۔

تم جانتے ہو کہ اونکی کیا آرزو تھی اور تمکو معلوم ہے کہ وہ تم سے کیا امید رکھتی تھے اگر تمہین معلوم نہ ہو یا تمہین یاد نہ رہا ہو تو مین تمکو یاد دلاتا ہون۔ اونہون نے ایک موقع پر اسی مدرسہ کے بوڈرون کے خط کے جواب مین یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ "اے میرے بچو اور اے میرے قومی پھولو۔ میری زندگی اور موت تمہاری لئے ہے تم یقین جان لو کہ اگر تمہاری حالت دین و دنیا مین اچھی ہوگی تو مین اپنی قبر مین نہایت خوشی اور آرام سے دلہن کے سوفی کی مانند سوؤن گا۔ اور خدا کا فرشتہ مجکو کہے گا کہ، تم کنومتہ العروس، اور اگر خدانخواستہ تمہاری حالت دین مین یا دنیا مین اچھی نہ ہوگی تو قبر مین بھی مجکو چین نہ ہوگا۔

اے میری قوم کے بچو۔ مین تم کو یقین دلاتا ہون کہ تمہاری آیندہ حالت

اچھی یا بُری میرے لیئے بہشت یا دوزخ ہے۔ اگر میری قوم کے بچون کی آیندہ حالت اچھی ہوگی تو دوزخ بھی مجکو بہشت ہوگی۔ اور اگر تمہاری آیندہ حالت بُری ہوگی تو بہشت بھی مجھے دوزخ ہوگی۔ پس تم خیال کرسکتے ہو جو فیلنگ تم نے اپنے اس خط مین ظاہر کی ہے اوس سے مجکو کس قدر خوشی ہوئی ہے۔" اور ایک دوسرے موقع پر کالج کے نامکمل رہنے اور قوم کی توجہ نہ کرنے پر نہایت مایوسی بھرے ہوے لفظون مین اپنی کوششون کا ذکر کرتے وقت فرمایا تھا کہ

"ہم نے اس کالج کی تکمیل کے لئے روپیہ فراہم کرنے مین کوئی کوشش اوٹھا نہین رکھی اوس کے لئے ہم نے دست گداگری ہر امیر و غریب کے سامنے دراز کیا اور اوس عار کو اپنے اوپر گوارا کیا جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ ؎

بدست آہکِ تفتہ کردن خمیر		بہ از دست بر سینہ پیشِ امیر	

ہم نے اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ قیامت کا عذاب اپنی گردن پر لیا۔ کالج کی تکمیل کے لئے۔ نہین نہین قومی ترقی کا سامان مہیا کرنے کے لئے لاٹری ڈالی۔ جوا کھیلا اسپر بھی پس نہین کیا اور اس شعر پر عمل کیا ؎

رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز		تا گنج زر از کہتر و مہتر بستانی	

سوانگ بھرا اسٹیج پر کھڑے ہوے۔ دوستون نے فقیرون کا بھیس بدلا۔ بدوین کرا اور مینڈھا بغل مین داب کر خدا کے لئے مانگا۔ مگر قوم نے کچھ نہ سمجھا۔ اور مقصد پورا نہوا۔"

"آپ دیکھتے ہین کہ کالج کی عمارتین ناتمام پڑی ہین۔ اس عظیمہ الشان کام کے لئے ہم لوکا فی طمانیت نہین ہے مسلمانون کو اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے اونکو اسکالرشپ اور وظائف دینی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اونکی حالت افلاس ایسی ہے کہ بغیر امداد کے اون کی تعلیم نہین ہوسکتی۔ ہمارے پاس کوئی کافی سرمایہ اونکی امداد کا نہین ہے۔ طالب علمون کی کثرت آپ دیکھتے ہین اونکے رہنے کے لئے بورڈنگ ہوس کافی نہین ہین۔ ہمارے پاس سرمایہ نہین ہے۔ کہ ہم اور زیادہ بورڈنگ ہوس بنا سکین۔ جس طرح اور جس حیثیت سے ہم طالب علمون کو بورڈنگ ہوس مین رکھتا اور اون کو تعلیم دینا چاہتے ہین اوس طرح پر نہین رکھ سکتے۔ کیونکہ اوس کے لئے روپیہ نہین ہے۔ مسجدین جس مین ایک گروہ کثیر طالب علمون کا نماز پڑھتا ہے اور ایسی بڑی جماعت ہوتی ہے کہ شاید اور کسی مسجد مین ایسی جماعت نہ ہوتی ہوگی وہ ناتمام پڑی ہے اور ہماری قوم کے لئے نہایت فخر کا مقام ہے کہ وہان ایک چھپر پڑا ہوا ہے جس مین نماز ہوتی ہے۔"

"ہم نے والنٹیر مقرر کئے کہ قوم سے اس کام کے پورا ہونے کو پیسہ دو پیسہ آنہ دو آنہ تحصیل کرین۔ اوس مین ناکامی ہوئی پھر ہم نے بنی فیکٹر مقرر کئے کہ قوم سے تھوڑا تھوڑا وصول کرکے روپیہ جمع کرین۔ اونکی کارروائی کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت تک صرف ایک ہزار سات روپیہ فراہم ہوا ہے۔ پس اے دوستو اس کام کا پورا ہونا متفقہ کوشش پر منحصر ہے اور اگر تم اپنی قوم کی ترقی

کے لئے کوشش کرنی نہین چاہتے ہو تو تم کو بھی اور ہم کو بھی صبر کرنا چاہئے
اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ آب از جوئے رفتہ و تیر از کمان جستہ باز نمی آید بر و اور گلو سوز۔ اور ذلیل ہو
یہی خدا کی مرضی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اے میرے عزیز
طالب علمو جو اس ہال مین جمع ہو اور اس مدرسہ مین تعلیم پاتے ہو اگر تم اپنے تئین
ایسا بنانا نہین چاہتے جس کی مین نے تم سے توقع کی ہے تو تم بھی وہین جاؤ
جہان تمہاری قوم جانے والی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہماری روح تمہاری اور
تمہاری قوم کے لئے رویا کریگی واللہ در من قال مصرع کہ نتوان کرد با تقدیر پیکار
ایک بہت بڑے شاعر نے راحت کے مطلب کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے

بقدر ہر سکون راحت بود بنگر تفاوت را	دویدن رفتن استادن نشستن خفتن و مردن

مگر مجھے افسوس ہے کہ اگر قوم کی یہی حالت رہی تو بعد مردن بھی مجھے راحت
نہ ہوگی۔"

میرے عزیزو۔ سرسید نے جو توقع قوم سے کی تھی وہ افسوس ہے کہ
پوری نہ ہوئی۔ مگر جو توقع تم سے کی تھی اوس کے پورے ہونے کی البتہ کچھ
نشانیان نظر آتی ہین۔ اس کالج کے طالب علمون نے بعد سرسید کے اون
کے خیالات کے پورا کرنے مین بہت کچھ کوشش ظاہر کی اور اس قومی کالج
کی نہ صرف تکمیل کا بلکہ اوس کو یونیورسٹی کے درجہ پر پہونچانے کا ارادہ کیا۔
سرسید میموریل فنڈ قایم کرنے کا موجودہ خیال اول صرف اسی کالج کے

ایک تعلیم یافتہ شخص کے دماغ سے نکلا۔ میموریل فنڈ کے لئے اکثر جگہہ کمیٹیان صرف اسی کالج کے تعلیم یافتہ لوگون کی کوشش سے قایم ہوئین۔ چندہ وصول کرنے مین دلی اور اصلی توجہ جو کچھہ ظاہر کی گئی وہ اسی کالج کے تعلیم یافتون کی طرف سے ہوئی۔

میرے عزیزو مین تم سے صاف کہتا ہون کہ پچھلے سال جب اسی موقع پر مین نے تم سے خواہش کی تہی کہ اپنی تعطیل کا زمانہ صرف اپنی ذاتی خوشیون کے کام مین ضایع نہ کرنا اور اپنے کالج کو بھول نہ جانا۔ اُس وقت مجھے ہرگز یہ امید نہ تہی کہ تم غیر معمولی کوشش کروگے اور تمہاری کوششون کا کوئی نمایان نتیجہ ظاہر ہوگا۔ مگر مین نہایت خوش ہون کہ توقع سے بڑہ کر تم نے میری باتون کو سنا اور امید سے زیادہ تم نے کوشش کی اور جو اندازہ مین نے اپنے دل مین کیا تہا اوس سے بڑہ کر تم روپیہ لائے۔ اگرچہ یہ دل خوش کن نتیجہ صرف تھوڑے ہی سے طالب علمونکی کوشش سے حاصل ہوا۔ مگر مجھے آیندہ کے لئے اکثر طالب علمون سے اسی قسم کی کوشش کرنے کی امید پیدا ہوگئی۔ اور اسی لئے اس موقع پر مین تم کو ترغیب دلانے کے لئے آمادہ ہوا۔

بعض لوگون کا خیال ہے کہ لڑکون کو ایسے کامون پر آمادہ کرنا فضول ہے اور خفیف خفیف رقمون کے جمع کرنے سے بڑی رقم کے جمع ہونے کی امید کرنی بیہودہ خیال ہے۔ مگر تجربہ نے دونون باتون کو غلط ثابت کردیا۔ پچھلے سال

تم مین سے اکثر لڑکون نے اس کالج کے لیئے بہت کوشش کی اور بعض نے
ایسی محنت کی جس سے درحقیقت ہم کو آیندہ کے لیئے بہت بڑی امیدین پیدا
ہوئین اور تمھین مین سے بعض لڑکون نے چھوٹی چھوٹی رقمین جمع کرکے دو سو اوڑہائی سو
اور تین سو روپیہ تک چندہ جمع کیا مین اُس لڑکے کی نہایت دل سی قدر کرتا ہون اور کالج کا ہونہار
فرزند سمجھتا ہون۔ جس نے پارسال اپنے وقت کا بہت بڑا حصہ اس کام مین صرف کیا اور خوش
سلیقگی سے اس کام کو اس طرح پر انجام دیا جس سے بڑی کامیابی ہوئی۔ اُسنے اول لوگونکو جمع کیا۔ قومی
فرائض اون کو بتائے کالج کے حالات بیان کئے اور تعلیم کے فوائد سمجھا کر اونکے
دلون کو اپنے کالج کی طرف مائل کیا۔ اور چونکہ اوسکی کوشش سچی تھی اور سچے دل سے
کی تھی۔ اس لیئے اوسے نہایت کامیابی ہوئی۔ مین نہین سمجھتا کہ یہی طریقہ اگر تم
مین سے اور بھی اختیار کرین تو کیون ویسی ہی کامیابی نصیب نہ ہو۔ بعض لڑکون
کی نسبت یہ بھی مین نے سنا ہے کہ وہ مختلف مقامات پر گئے اور مختلف لوگون
سے مدد لی اور لوگون کو اس کام پر آمادہ کرنے مین وہ کوشش کی جو غالباً اپنے کورس
کے یاد کرنے مین بھی نہ کی ہوگی۔ اونہون نے سب سے چھوٹی چھوٹی رقمین جمع
کرکے ایک بڑی رقم ڈیوٹی کو پیش کی۔ ایسے لڑکون کی ایسی مردانہ کوشش
سنکر ہر شخص کو خوشی ہوگی اور بے اختیار اوس کی کوششون پر آفرین و مرحبا کی صدا
دل سے نکلے گی۔ یہہ بھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مین سے بعض لڑکون نے
جو شکوک اور شبہات کالج کی نسبت تھے اون کے دور کرنے مین بھی بہت محنت

کی اورس سی کالج کو بہت بڑا غیر محسوس فائدہ پہونچا۔

یہہ بھی مین نے سنا ہے کہ بعض لڑکون نے جو دولتمند و امیر نہین ہین اپنے غریب بھائیون اور معمولی آدمیون سے خفیف خفیف رقمین اتنی جمع کین کہ اون کا مجموعہ ایک اچھی خاصی رقم ہوگئی۔ اور ایک بہت بڑی جماعت مین کالج کی مدد کرنے کا خیال پیدا کر دیا۔

میرے عزیزو۔ یہ کوششین اور اون کوششون کے نتیجے دیکھکر ہمارے مایوسانہ خیالات خوشی سے بدل جاتے ہین اور ہمکو ایک بہتر آنے والے زمانہ کی نشانیان نظر آتی ہین۔ اگر یہہ کوششین برابر جاری رہین اور کثرت سے ہمارے طالب علم اس بھاری بوجھ کو اپنے سر پر لین تو وہ دردانگیز خیال جو قوم کی بے توجہی سے اکثر دل مین گذرتے ہین دل سے نکل جاوین اور تمہارے جوش اور محنت سے کیا عجب ہے کہ تمہارے اور بھائی قومی کامون مین مدد دینے پر آمادہ ہو جاوین۔ اگرچہ ہم کو بہت سے کام درپیش ہین اور کالج کی تکمیل کے لئے اور یونیورسٹی بنانے کے واسطے بہت بڑی رقم کی ضرورت ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہین کہ تم کوشش کرتے ہو اور تمہاری کوششین عمدہ نتیجے پیدا کرتی ہین تو ہم کو بہت بڑی امید ہوتی ہے اور قوم مین ایک نئی زندگی کے آثار نظر آتے ہین۔ کاش خدا تمہارے دلون مین اپنے کالج کی ایسی ہی محبت قایم رکھے اور تم کو اس قسم کی کوششون مین مستقل اور ثابت قدم رکھے۔ تم کو یہہ بتانا غیر ضروری ہے

کہ کامیابی کی کنجی استقلال اور ثبات قدم ہے۔ تم خوب جانتے ہو کہ جو محنت
باقاعدہ مسلسل اور صبر کے ساتھہ ہوگی اوسی مین کامیابی ہوگی۔ نہ اوس محنت مین جو
شروع مین طوفان کی طرح اوٹھے اور وقت سے پہلے صرف ہوجاے کبھی ایسی محنت سے
عمدہ نتیجے حاصل نہین ہوتے۔ اسلام اور تجربہ نے بتایا ہے کہ انسان کا فرض
صرف یہ ہے کہ وہ اپنا مقررہ کام کرتا رہے اوس کا کرنا ہی کامیابی ہے من طلب
شیاء وجدّ فوجد کوئی کام ظاہر مین کیسا ہی چھوٹا ہو اور کوئی فرض کو کیسا ہی
معمولی نظر آئے اوسی کو عمدہ طرح پر پورا کرنا اور صبر و استقلال کے ساتھہ اوسمین
کوشش کرنا ہمکو بڑی کامونکی قابل بناتا ہی تم پر یہ فرض نہین ہے کہ بڑا کام کرو بلکہ جو کچھہ تم سے ہوسکے اوسکا
کرنا تم پر فرض ہے۔ جو کچھہ تم سے بن پڑے وہ تم کو کرنا چاہیے اور بلکہ کرنا چاہیئے تمکو کیا معلوم ہے
کہ خدا نے تمہارے چھوٹے سے دائرہ مین کیسی مختلف قوتین رکھی ہین۔ اور
مختلف کام کرنے والون کی متفقہ کوشش سے وہ اس دنیا مین کیسی عظمت
و تاثیر پیدا کرسکتی ہین۔ کون جانتا ہے کہ اس تمہارے چھوٹے سے حلقہ مین جو اسوقت
موجود ہے کتنے دل ایسے ہین کہ اون مین خدا نے وہ قوت دی ہے کہ اگر
کام مین لائی جاوے تو وہ مثل گذشتہ نامورون کے کسی خاص کام مین حیرت انگیز
شہرت حاصل کرسکین۔ اور کتنے ایسے معصوم بچے موجود ہین جن پر خدا نے
اپنی رحمت کی ایسی نورانی شعاعین ڈالی ہون کہ اگر اون پر حجاب اور پردے نہ پڑین
تو وہ دنیا کے ایک حصہ کو روشن کرسکین۔ خدا کا فیض نہ کسی زمانہ پر محدود رہا ہے

نہ کسی قوم سے مخصوص - وہ جیسا جاری تہا جاری ہے اور جاری رہے گا۔
فیاض ازل کی شان مین گستاخی اور بے ادبی ہے اگر یہہ سمجہا جاے کہ اوس کا
فیض منقطع ہو گیا۔ ۵

ہر چہ ہست از قامتِ ناسازِ بی اندامِ ماست	ورنہ تشریفِ تو بر بالای کس کوتاہ نیست

چار پانچ روز ہوے کہ ڈیوٹی کے سالانہ جلسہ مین تمہارے بہائیون مین سے
ایک اسپیکر نے اپنی اسپیچ مین کہا تہا کہ "خدا سے امید ہے کہ پھر ہم مین کوئی
دوسرا سرسید یا ہماری مدد کے لیے دوسرا بیک پیدا کرے۔" مین اس پر یہ
زیادہ کرتا ہون کہ اگر ہمارا کالج قایم ہے اور اوس کی تعلیم و تربیت بہی اسیطرح
پر جاری ہے تو خدا سے امید ہے کہ تمہین مین سے کوئی سرسید ہو جائے گا
اور تمہین مین سے کوئی بیک سا پُرجوش اور ہمدرد قوم کہڑا ہو جاوے گا۔ اور مین
دیکہتا ہون کہ اب بہی تمہاری جماعت مین بعض ایسے لڑکے موجود ہین جنمین
سرسید اور مسٹر بیک کے جوش اور استقلال کی کچہہ کچہہ نشانیان پائی جاتی ہین
سرسید اور مسٹر بیک مین جو بڑی صفت تہی وہ یہہ تہی کہ اگر کوئی بڑا کام پیش آجاتا
تو ہیبت زدہ نہ ہوتے اور اُس سے نہ گہبراتے۔ اور کوئی چہوٹا کام کرنے کے
لائق ہوتا تو اوس کو خفیف اور حقیر سمجہہ کر نہ چہوڑ دیتے۔ پس اگر یہہ خیال اور یہہ
سمجہہ پختہ ہو جائے اور تم اس پر ثابت قدم رہو تو مین نہین سمجہتا کہ اگر تم سرسید
یا بیک نہ ہو سکو تو اون کے شاگردون مین بہترین شاگرد ہونے کا فخر کیون

نہ حاصل کرسکو۔ ارادہ اور محنت دو چیزین ایسی ہین کہ اگر اون پر تم ثابت قدم رہو تو تمہاری کمزوری ضرور طاقت سے بدل سکتی ہے اور جو کام سرسید نے کئے تھے وہ تم بھی کرسکتے ہو۔ یہہ سچ ہے کہ ابھی تم مین سے کوئی ایسا نہین ہے کہ اپنی منفردہ قوت سے کوئی بڑا کام کرسکے۔ مگر اس مین کچھہ شبہ نہین ہے کہ تمہاری ایسی بڑی جماعت ہے اور تم مین ایسے سمجھدار اور پرجوش لڑکے موجود ہین کہ اونکی متفقہ قوت اوس نقصان کی تلافی کرسکتی ہے جو سرسید اور بیک صاحب کے مرنے سے ہوا۔ خدا نے اتفاق اور اتحاد مین بڑی طاقت رکھی ہے اور متفقہ قوت سے اس دنیا مین حیرت انگیز کام ہوے ہین۔

ہماری قوم مین جو ایک زمانہ مین ایک باعظمت قوم سمجھی جاتی تھی اوس کی عظمت صرف متفقہ کوششون نے قایم کی تھی اور اب جو وہ ایک ذلیل قوم ہوگئی ہے اوس کی ذلت کا سب صرف متفقہ قوت کا ٹوٹ جانا ہے۔ اگر آج متفرق قوتین جمع ہوجاوین پھر وہی عظمت پیدا ہوسکتی ہے۔ اب بھی ہماری قوم مین خدا کی مہربانی سے تعداد کی کچھہ کمی نہین ہے۔ آج اسی ہندوستان مین پانچ چھہ کرور مسلمان موجود ہین اگر ان مین سے پانچ لاکھہ بلکہ پانچ ہزار بلکہ پانسو مسلمان بھی دل سے اس کالج کی تکمیل پر آمادہ ہون اور متفقہ کوشش سے کام کرین تو کالج کی تکمیل تو ادنی چیز ہے۔ یونیورسٹی بنانے کے لئے بھی سامان مہیا کرسکتے ہین۔ مگر افسوس ہے کہ قوم مین پانسو کیا پچاس آدمی بھی مشکل سے ملین گے

جو اس کام پر مستعد ہون اور تجربہ نے ہم پر یہ بات ثابت کردی ہے کہ قوم مین بہت کم ایسے لوگ ہین جن سے ہم اس کام کے پورا ہونے کی توقع کرسکین۔

میرے عزیز و قومی کام کو دو قسم کے لوگ پورا کرسکتے ہین۔ ایک علما دوسرے امرا۔ مگر علما کا یہ حال ہے کہ وہ ایسی تعلیم کو جو یہان دی جاتی ہے شاید وہ اب تک مذہبًا جائز ہی نہین سمجھتے اس لئے اون سے مدد ملنے کی کیا توقع ہے دوسرے گروہ امرا کی حالت تم سب پر ظاہر ہے۔ اون کو ساقی و مطرب سے کب فراغت ہے جو وہ قوم کی حالت زار پر نظر کرین جو دولت خدا نے اونکو دی ہے وہ باعیش و طرب صرف کرنے کے لئے ہے۔ یا جھوٹی شیخی اور نمایشی شان شوکت مین ضایع کرنے کے واسطے۔ نہ اون پر قوم کا کوئی حق ہے نہ قوم سے اون کو کچھ تعلق ہے ایسی حالت مین قومی کام مین مدد کرنے کی اگر توقع ہوسکتی ہے تو متوسط درجہ کے مسلمانون اور معمولی درجہ کے آدمیون سے۔ مگر وہ قومی فرائض سے ناواقف ہین اور قومی امداد کے فوائد سے بے خبر۔ اور پرانے خیالات اور خاندانی مراسم کے طوق و سلاسل مین ایسے جکڑے ہوے ہین کہ وہ اس قسم کے کامون مین جیسا کہ ہمارا کالج ہے مدد کرنا نہ ثواب سمجھتے ہین نہ مفید۔ اون کو ایسے کام پر آمادہ کرنے کے لئے تحریک کرنے والون اور ترغیب دینے والون کی ضرورت ہے۔ اب ہم تحریک کرنے والے اور ترغیب دینے والے کہان سے لاوین۔ جہانتک

ہم نظر اوٹھاکر دیکھتے ہین ہم کو توسوائے تمہارے کوئی دوسرا نظر نہین آتا۔
تم خدا کی مہربانی سے کچھہ کچھہ قومی فرائض سے آگاہ ہو گئے ہو۔ قومی بہبودی اور
قومی ترقی کے وسائل سے بھی کسیقدر واقف ہو۔ اس لئے ہماری آیندہ کی
توقعات فقط تمہارے اوپر منحصر ہین۔ تم اپنے آپ کو لڑکا نہ سمجھو بلکہ اون جوانون اور
بزرگون سے اپنے آپ کو برتر سمجھو جو ہاتھہ رکھتے ہین مگر نہین ہلاتے۔ آنکھہ رکھتے
ہین مگر نہین دیکھتے۔ کان رکھتے ہین مگر نہین سنتے۔ دل رکھتے ہین مگر نہین سوچتے
پس تم اپنے آپ کو اس کام کے لئے والنٹیر بناؤ۔ اور اپنا نام مجاھدین
فی سبیل اللہ کی فہرست مین لکھاؤ۔ اور اپنی ضعیف اور ناچیز قوتون کو متفق کر کے
وہ کام کرو جو تمہارے شایان ہے۔ کچھہ شبہ نہین ہے۔ باوجود اُن مجبوریون
اور کمزوریون کے جو تم مین ہین اگر تم کمر ہمت باندھو اور مضبوط ارادہ کر لو اور جو کچھہ
تم سے بن پڑے اپنی حالت اور حیثیت کے موافق کرو تو تم وہ کام کر سکتے ہو
جو قوم کے بڑے بڑے لوگ نہین کر سکتے۔

تم کو اس تعطیل کے زمانہ مین دو ضروری کام کرنے ہین۔ ایک کالج کے
مختلف صیغون مین سے کسی صیغہ کے لئے چندہ جمع کرنا۔ دوسرے اپنے
کالج کی واقعی حالت سے لوگون کو مطلع کرنا اور اونکے دلون سے غلط شکوک اور
شبہات کو نکالنا۔

پہلے کام کے لئے کسیقدر خاص کوشش کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ

رفاہ عام کے کامون مین ہماری قوم کے لوگ مشکل سے چندہ دیتے ہین
مگر پھر بھی بہت سے فیاض طبع اور نیک دل مسلمان ایسے ہین کہ اون سے
مدد مل سکتی ہے۔ اب بھی ہماری قوم مین سیکڑون نہین بلکہ ہزارون ایسے ہین
جو مسجدین بنواتے ہین۔ خیرات دیتے ہین۔ بھوکون کو کھانا کھلاتے اور ننگون
کو کپڑا پہناتے ہین۔ اگر تم اون پر ظاہر کرو کہ یہان کی مسجدون مین سیکڑون
مسلمان لڑکے نماز پڑھتے ہین نا تمام پڑی ہے اور بیسیون مسلمان بچے مفلسی
کی وجہ سے تعلیم پانے سے محروم رہتے ہین۔ تو مین نہین سمجھتا کہ تمہارے
رشتہ دارون اور دوستون مین دس بیس آدمی بھی ایسے نہ نکلین گے
جو تھوڑی بہت رقم ایسے ثواب کے کامون کے لئے دین۔ اور ہم کیونکر ایسا
خیال کرین جب کہ ہم دیکھتے ہین کہ پچھلے سال تم ہی مین سے بعض نے
سیکڑون روپیے ان کامون کے لئے جمع کر لئے تھے۔ سوائے اس کے جب
تم اپنے گھرون کو جاؤ گے۔ تمہارے بزرگ تمہارے رشتہ دار تمہارے
عزیز اپنی حیثیت کے موافق تمہاری دعوتین کرین گے۔ مگر کیا تم یہ نہین کر سکتی
کہ جو کچھ وہ تمہاری دعوت مین خرچ کرنا چاہین وہ رقم اون سے لیکر لو
اور دعوت کی نسبت نقد رقم دینے کا زیادہ شکریہ ادا کرو۔ تمہارے بزرگ
سرسید ہمیشہ ایسا ہی کرتے تھے اور اپنے دورہ مین بڑی رقم اسی طرح
وصول کر لیتے تھے۔ تم بھی اونکی تقلید کرو اور اپنے عزیزون اور دوستون

کو اس طرح پر نیک کام مین مدد کرنے کا طریقہ بتاؤ۔

دوسرے امر کے متعلق تم کو یہہ کرنا چاہیئے کہ جو کچھہ کالج کی اصلی حالت ہے وہ لوگون پر ظاہر کرو اور جو غلط شکوک اور شبہے اون کے دلون مین ہین وہ اونکے دلون سے نکالو۔ قوم عموماً تمہارے کالج کی اصلی حالت سے واقف نہین ہے اور بہت کچھہ غلط باتین اور بیہودہ خبرین اوس کی نسبت مشہور کی جاتی ہین۔ کوئی کہتا ہے کہ یہان بے وضو نماز پڑہائی جاتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ بجائے اذان کے یہان گھنٹی دی جاتی ہے۔ کوئی یہہ سمجھتا ہے کہ یہان نماز کے ارکان ہی ادا نہین کرائے جاتے۔ صرف قواعد کرائی جاتی ہے۔ کوئی سمجھتا ہے کہ مرحوم سرسید کی تصنیفین مذہبی تعلیم کے کورس مین یہان داخل ہین کوئی کہتا ہے کہ یہان لڑکون کو بجائے پرانی مذہبی کتابون کے نیچریون کی نو تالیف کتابین پڑہائی جاتی ہین اور بجاے پرانے عقائد کے ملحدانہ عقائد سکہائے جاتے ہین یہ کیسی غلط تہمتین اور جہوٹی باتین ہین جو صرف مسلمانون کو اس کالج سے متنفر کرنے کے لئے مختلف پیرایون مین بیان کی جاتی ہین۔ تمہارا یہہ کام ہے اور تم پر یہ فرض ہے کہ تم اصلی حالات سے لوگون کو مطلع کرو اور جیسی مذہبی تعلیم یہان ہوتی ہے اور جو کتابین یہان پڑہائی جاتی ہین اور جیسی پابندی نماز روزہ کی یہان کرائی جاتی ہے اوس سے لوگون کو آگاہ کرو۔ اور جو کچھہ انتظام تمہارے مذہبی اور اخلاقی تعلیم کا ہے وہ لوگون کو سمجہاؤ۔ اور کالج کا اندرونی انتظام جس خوبی سے

یہان کیا جاتا ہے اور تمہارے چال چلن کی نگرانی اور تمہارے آسایش و آرام
کی خبرگیری جیسی کچھہ ہوتی ہے وہ لوگون کے ذہن نشین کرو۔ اور تمہارے نیک دل
پرنسپل ان باتون کا جیسا کچھہ خیال رکھتے ہین وہ لوگون سے بیان کرو۔ تاکہ لوگون
کے دلون سے شبہے دور ہون اور وہ ان بیہودہ باتون پر یقین نہ کرین۔

مین سمجھتا ہون کہ اگر ایک مرتبہ قوم پر یہ ثابت ہوجاے کہ اس مدرسہ کی تعلیم
اون کی دینی اور دنیوی ضروریات کے لئے کافی ہے۔ اور مذہبی تعلیم اور اخلاقی
تربیت کی نسبت جو دعویٰ کیا جاتا ہے وہ صحیح ہے۔ اور تمہارے چال چلن کی
نگرانی اور تمہارے آرام و آسایش کے لئے جسقدر ممکن ہے اوس کی بخوبی خبرگیری
کی جاتی ہے اور تمہارے پرنسپل اور پروفیسر تمہارے ساتھہ محبت اور مہربانی
سے پیش آتے ہین۔ تو مجھے امید ہے کہ بہت سے مسلمان اپنی لڑکون کو
یہان بھیجنے پر آمادہ ہوجاوین اور لڑکون کی جسقدر تعداد اب کالج مین ہے اوس سے
دوچند اور سہ چند بڑھہ جاے۔ تم خوب سمجھہ لو کہ کالج کی مدد صرف روپیہ جمع کرنے
ہی پر محدود نہین ہے بلکہ کالج کی اصلی حالت کا ظاہر کرنا اور پبلک کو اوس پر اطمینان
دلانا اور جو غلط شبہات اوس کی نسبت ہین اون کا رفع کرنا بھی ایک بڑی مدد
ہے اور یہ میرا خیال صرف قیاس پر مبنی نہین ہے۔ بلکہ اون نتایج پر مبنی ہے جو
پچھلے سال کی کوششون سے پیدا ہوئے ہین۔ بہ نسبت پچھلے دونون کے
گذشتہ سال مین مختلف مقامات پر ڈیپوٹیشن کے جانے اور مختلف مقامات پر

جلسون کے ہونے اور خلاف توقع کلکتہ مین ایجوکیشنل کانفرنس کے بلائی جانے اور تم
مین سے چند پُرجوش طالب علمونکے جاکر پہرنے اور کالج کے حالات ظاہر کرنے سے
وہ نتیجہ پیدا ہوا جو تم اپنی آنکھون سے دیکھتے ہو ۱۸۹۸ء مین سید کی زندگی مین طالبعلمون کی
تعداد بہت گھٹ گئی تہی چنانچہ ۳۱- مارچ ۱۸۹۸ء کو صرف ۲۲۹ بورڈر رہگئے تہے مگر آج
خدا کے فضل سے اونکی تعداد ۳۵۸ ہی ۱۲۹ طالب علمون کا بڑہ جانا کوئی چہوٹی بات
نہین ہے۔ اُسکے معنی ہین کالج کی آمدنی مین صماً ۵ ماہوار کا بڑہ جانا۔ اسلئے کہ ایک بورڈر
سے قریباً للعہ ماہوار کالج کو بچتا ہے۔ یہ عمدہ نتیجہ جو حاصل ہوا وہ اگرچہ اون مجموعی کوششون کا
سبب ہی جو مختلف ذریعون سے کالج کے لئے کی گئین مگر اس مین کچہہ شبہ نہین کہ اسمین
اس کالج کے طالب علمون کی کوششونکا بہی بہت بڑا حصہ شامل ہی پس جبکہ ایسے زمانہ مین
کہ کالج پر مختلف قسم کے صدمات پڑے تہی اور اُس کا قایم رہنا ہی دشوار نظر آتا تہا قلیل مدت
مین ایسی دل خوش کن بلکہ حیرت انگیز ترقی ہوئی تو کوئی وجہ نہین ہی کہ ایسے وقت مین جبکہ
کالج کے انتظام کی طرف سے لوگون کو بہت زیادہ اطمینان ہوگیا ہے اور اُسکی تعلیم کے
نتایج بہی نہایت عمدہ ثابت ہوئی ہین اور کالج زیادہ ترقی نہ پائے اور کثرت سی طلبا داخل نہون
اور زیادہ چندہ جمع نہ ہوسکے۔ اسکی لئے صرف اُن کوششونکا جاری رہنا چاہیئے جو شروع کیگئی ہین۔ مین تم سے
سوائے اِسکے اور کچہہ نہین چاہتا کہ جو کام پچہلے سال تم مین سے چند طالبعلمون نے کیا تہا وہ کام اب تم سب کرو اور
جو کوشش گذشتہ تعطیل مین تم مین سے خاص خاص شخصون نے کی تہی وہ عموماً تم مین سے ہر ایک شخص کرے اگر تم ایسا کروگے تو خوب
سمجہہ لو اور اسکا یقین رکہو کہ تمہاری کوششونکی قدر ہوگی اور تمہارے نام عزت سے لئے جائینگے اور تم کالج کے سعادتمند بیٹے سمجہے جاؤگے فقط

مضامین نوشتہ نواب محسن الملک

۳۷۰
م-م
۷۸۴
۹۴۴۹

متعلق

مشرقي اور مغربي تعليم

اور

عربي کے لیئے ایک درسگاہ قایم کرنے کے

معہ

اُن آرٹیکلوں کے جو سر سید نے پنجاب اور الہ آباد یونیورسٹي قایم ہونے کے وقت لکھے تھے

اور

دیگر تحریرات کے جو اس کے متعلق حال میں شایع ہوئي ہیں

سنہ ۱۹۰۴ ع

مطبوعہ انسٹیٹیوٹ پریس علیگڈھ

عربي تعليم کا زندہ کرنا

ان لوگوں کے لیئے جو تعلیمي معاملات سے دلچسپي رکھتے ھیں ' اور جو اُن مختلف مسائل پر تعلیم کے غور کررھے ھیں جو آج کل پیش ھیں ' عربي تعلیم کے زندہ کرنے یا ایک عربي درسگاہ قایم کرنے کا خیال ' کچھہ کم دلچسپ اور کچھہ کم توجہ کے لایق نہیں ھی ' اور مسلمانوں کے لیئے تو یہہ مضمون نہایت ھي ضروري اور نہایت ھي غور کے قابل ھی - کیونکہ اُن کي قومي زندگي کا مدار اُس تعلیم پر منحصر ھی ' جو اُن کے لیئے مفید ھو ' اور جس سے وہ اپني بہبودي کے وسائل پیدا کرسکیں *

عربي تعلیم کے متعلق بہت کچھہ اخباروں میں لکھا جارھا ھی ' اور بہت کچھہ اُس کے موافق اور مخالف کہا جاتا ھی — اور جن لوگوں کو علیگڈہ کالج سے تعلق یا دلچسپي ھی ' اُن کو یہہ اندیشہ پیدا ھو رھا ھی ' کہ تعلیم کے زندہ کرنے سے مقصد اُس پالسي کا تبدیل کرنا ھی ' جو سرسید نے قرار دي تھي ' اور جس پر اس کالج کو قایم کیا تھا ' اور جس پر ابتک کالج چل رھا ھی -- اس لیئے ھم کو یہہ دیکھنا ھی کہ وہ تجویزیں کیا ھیں جو عربي تعلیم کے زندہ کرنے کے لیئے پیش کي گئي ھیں ' اور اُن کا کالج کي پالسي پر کیا اثر پڑتا ھی ' اور جو اندیشہ کالج کي پالسي تبدیل ھونے کا پیدا ھوا ھی ' وہ کہاں تک صحیح ھی *

ھمارے سامنے اس وقت تین تجویزیں پیش کي گئي ھیں — ایک یہہ کہ جو تعلیم عربي کي بالفعل مدرسۃالعلوم میں دیجاتي ھی ' وہ نہ کافي ھی اور نہ مفید ' اس لیئے اُس کي طرف خاص توجہ کي جاے — اور جو لڑکے بطور سیکنڈ لنگویج کے عربي پڑھتے ھیں ' اُن کے پڑھانے کا زیادہ بہتر بندوبست کیا جاے — ھمارے کالج کے معزز پرنسپل مسٹر ماریسن کي یہہ راے ھی — کہ عربي کي تعلیم کے لیئے بالفعل دو لایق عالم رکھے جائیں - ایک ھندوستاني ' جو عربي لٹریچر سے خوب واقف ھو ' دوسرا مصري ' جسکي مادري زبان عربي ھو ' اور جو روشن خیال اور غیر متعصب اور خیالات جدید سے بھي کسي قدر واقف ھو تاکہ کالج کے طلبا طوطے کي طرح عربي کورس یاد کرلینے پر قانع ھي نہوں ' بلکہ اُن کو عربي بولنے اور عربي لکھنے کي بھي مہارت پیدا ھو ' اور عربي لٹریچر سے بھي واقفیت حاصل کرسکیں *

دوسري تجویز یہہ ھی - کہ علیحدہ کالج میں عربي تعلیم کے لیئے خاص اھتمام کیا جاوے ' اور ایک لایق اسٹاف رکھا جاوے — تاکہ وہ اُن طلبا کو جو ایم اے کي ڈگري عربي میں لینے کا ارادہ کریں پڑھاوے - اور نیز بي اے کلاس کے سکنڈ لینگوج عربي کے کچھہ حصہ کا پڑھانا بھي اُس کے ذمہ ھو - اسٹاف میں ایک انگریز پروفیسر رکھا جاے جو عربي کا عالم ھو ' اور نیز یورپ میں عربي تعلیم اور تحقیقات علمي کے متعلق جو کچھہ ھو رھا ھی ' اُس سے با خبر ھو - اور جو عربي اسٹاف اور طالب علموں کا کام موجودہ سائنٹیفک طریقوں سے کراسکے - اور دوسرا ایک مصري عرب جو الازھر کا پڑھا ھوا ھو بلایا جاوے - چونکہ اُس کي زبان مادري عربي ھوگي اسلیئے طالب علموں کو عربي میں تحریر و تقریر کرنے اور مضمون لکھنے میں اُس سے بڑي مدد ملیگي - تیسرا عالم ایک ھندوستاني مسلمان تجربہ کار ھو جو عربي لٹریچر اور عربي علم ادب سے خوب واقف ھو - اور جب مالي حالت اجازت دے تو ایک عہدہ از قسم فیلوشپ قایم کیا جاوے ' اور وہ اُس طالب علم کے لیئے ھو جو پوري طرح اُس کي قابلیت رکھتا ھو ' اور جو اپنا مطالعہ اور تحقیقات جاري رکھنا چاھے ' اور پڑھانے میں بھي مدد دینے پر تیار ھو - اس تجویز کے اصلي اخراجات

پندرہ سو روپیہ مانہ ہونگے جس کے لیئے پانچ لاکھہ روپیہ کا کیپٹل ہونا چاہیئے *

تیسری تجویز یہہ ہی — کہ عربي علوم کي تحصیل کے لیئے ایک مدرسہ علیحدہ میں قایم کیا جاوے ' جس کا مقصد علم کا علم کے لیئے حاصل کرنا ہو ' نہ نوجوانوں کو صرف معاش حاصل کرنے کے لیئے کسي قسم کي تعلیم میں مدد دینا - اس کا اول مقصد یہہ ہوگا کہ ایسي کتب جو اس وقت تک نہ چھپي ہوں' یا ایسے حقایق اور نتایج جو اب تک نا معلوم ہوں ' عربي زبان سے ترجمہ کیئے جاویں ' اور ہندوستاني طلبا کو سائنٹیفک طریقہ پر با قاعدہ پڑھایا جاوے - اس مدرسہ کے اسٹاف کا خرچ تین ہزار روپیہ ماہوار ہوگا ' جس میں ایک یورپین ڈائرکٹر بارہ سو پچاس روپیہ ماہوار کا ' اور ایک مصري پروفیسر عربي داں چھہ سو روپیہ ماہوار کا ہوگا' اور دو فارسي پروفیسر ہونگے جنکا خرچ چار سو روپیہ ماہوار ہوگا ' اور تین ہندوستاني مولوي ہونگے جنکا خرچ ساڑھی چار سو روپیہ ماہوار ہوگا - اور چھہ فیلوشپ ہونگے ہر ایک پچاس روپیہ ماہوار کے جنکا کل خرچ تین سو روپیہ ماہوار ہوگا — اور اس درس گاہ کے لیئے ایک اعلی کتب خانہ بھي لازمي ہوگا جس میں علم عربي کي ہر ایک کتاب جو اس وقت تک چھپي ہی موجود ہو ' اور علوم عربي کا ایک مکمل ذخیرہ جمع ہو - ایسي درسگاہ قایم کرنے اور اُس کے اخراجات برداشت کرنے کے لیئے گورنمنٹ سے درخواست کي جاوے *

یہہ ہیں وہ تجویزیں جو اس وقت پیش کي گئي ہیں — ان میں سے پہلي تجویز کم خرچ کي ہی ' اور اُسکا مقصد اُن طالب علموں کے لیئے جو عربي کو بطور سیکنڈ لنگویج کے لیں عمدہ اور لایق اُستادوں کا جمع کرنا ' اور عربي کي تحریر و تقریر میں مہارت پیدا کرانا ہی — یہہ تجویز ممکن العمل بھي ہی ' اور مفید ' اور مناسب بھي ہی ' اور اُسکا کچھہ اثر انگریزي تعلیم پر نہیں پڑتا ' نہ اُس پالیسي کے خلاف ہی ' جو مدرسۃالعلوم کي ہی *

دوسري تجویز (جو در حقیقت پہلي تجویز بڑے اسکیل پر ہی) مسٹر براون ہمارے کالج کے پروفیسر کي ہی' جو اُنہوں نے لٹریري سیکشن

محمدن ایجو کیشنل کانفرنس بمبئي میں پیش کي تھي ' اور جس پر یہہ قرار پایا ھی - کہ یہہ تجویز ایک ایسي کمیٹي کے سامنے پیش کي جاے ' جو عربي اور انگریزي تعلیم کے اصول سے واقف ھو ' اور ایسے معاملات میں راے دینے کي اھلیت رکھتي ھو — اس کمیٹي کے ممبر — مولوي سید حسین صاحب بلگرامي — جسٹس سید امیر علي - شمس العلما مولوي نذیر احمد — اور مولوي شبلي — اور مولوي حالي - اور مسٹر ماریسن اور مسٹر آرنلڈ مقرر کیئے گئے ھیں — یہہ اسکیم اُن کے سامنے ھی ' مگر اب تک کسینے اپني تحریري راے نہیں بھیجي — اور یہہ تجویز نہ ابھي ٹرسٹیوں کے سامنے ھی ' اور نہ اُن کے سامنے پیش ھوسکتي ھی جب تک ممبران کمیٹي اپني راے نہ دیں ' اور محمدن ایجو کیشنل کانفرنس میں پیش ھوکر اُسکا تصفیہ نہوجاے *

تیسري تجویز ایک بہت بڑي تجویز ھی اور گو وہ علیگڈہ کالج سے جدا ھی ' مگر بوجہ اس کے کہ عربي کالج کا قایم کرنا علیگڈہ میں تجویز ھوا ھی ' علیگڈہ کالج کي تعلیم پر ضرور اثر پیدا کرنیوالي ھی *

اُن تجویزوں کے متعلق ھمکو یہہ دیکھنا ھی کہ یہہ ھمارے کالج کي پالسي کے موافق ھیں یا مخالف ' اور درصورت مخالف ھونے کے آیا ھم اُسپر بحیثیت کالج کے متولي اور منتظم ھونے کے بحث کرنے کے مجاز بھي ھیں یا نہیں - جہانتک ھم سمجھتے ھیں ' اخیر کي دو تجویزیں موجودہ حالت میں ھمارے کالج کي اُس پالسي کے خلاف ھیں جو اُس کے بانی کي قایم کي ھوئي ھی ' اور وہ پالسی کچھہ پوشیدہ نہیں ھی — ایک ایک بچہ اُسکو جانتا ھی ' اور کالج کے در و دیوار پر وہ کندہ ھی — سر سید کي پالسي وھي تھي ' جو لارڈ میکالي کي تھي — یعني مغربي علوم ' مغربي لٹریچر کا مغربي اصول اور مغربي طریقوں پر سکھانا اور انگریزي ھائي ایجو کیشنل کا مسلمانوں میں پھیلانا — اور مشرقي تعلیم کو غیر مفید سمجھنا ' اور اُس کے لیئے انگریزي تعلیم کو نقصان نہ پھونچانا ' اور جب تک انگریزي تعلیم کي ضرورتیں پوري نہوجائیں ' اور کالج محمدن یونیورسٹي کے درجہ پر نہ پھونچ جاے ' تمام کوششیں صرف انگریزي تعلیم کي تکمیل کے لیئے کرتے رھنا — پس بحیثیت

کالج کے متولي ہونے کے ہم پابند ہیں ، کہ اسي پالیسي کو قایم رکھیں ، اور سر مو اِس سے تجاوز نہ کریں — اور اگر ہمکو یہہ پالیسي پسند نہو ، تو ہم کالج سے علحدہ ہوجائیں ، اور اُس سے کچھہ تعلق نہ رکھیں *

سواے اس کے یہہ وہ پالیسي ہی جس کو عموما مسلمانوں نے پسند کرلیا ہی ، اور جس کو نہ فقط اس خیال سے کہ وہ سر سید کي قایم کي ہوئي ہی اُس کے حامي ہیں ، بلکہ اُس کے مفید ہونے نے خود اُن پر ثابت کردیا ہی ، کہ یہي پالیسي اُن کے لیئے مناسب اور مفید ہی ، اور یہي پالیسي اُن کي ترقي اور بہبودي کا ذریعہ ہی - اور اس کا ثبوت ہماري آنکھوں کے سامنے ہی ، اور جبسے عربي تعلیم کے زندہ کرنے کي تجویزیں شایع ہوئي ہیں ، ہر روز ایک تازہ ثبوت ہمکو ملتا ہی — اور تعجب یہہ ہی کہ نہ صرف انگریزي تعلیم یافتہ نوجوان عربي تعلیم زندہ کرنے کے مخالف ہیں ، بلکہ وہ مسلمان بھي جو عربي کے بڑے عالم مگر زمانہ کي رفتار سے کسیقدر واقف ہیں ، اس تجویز کو موجودہ حالت میں مفید نہیں سمجھتے - اور جن لوگوں کو علیگڈہ کالج سے تعلق ہی ، اُن کا تو یہہ کہنا ہی کہ عربي کي تعلیم کے حامي جس طرح پر اور جہاں چاہیں اُس کا انتظام کریں ، مگر مدرسۃالعلوم علیگڈہ ابھي اس کے لیئے تیار نہیں ہی ، کہ وہاں کسي بڑے پیمانہ پر عربي تعلیم جاري کي جاے *

جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، یہہ خیال صحیح ہی- اس لیئے کہ خدا خدا کرکے سر سید کي چالیس برس کي محنت کے بعد یہہ کالج اسدرجہ پر پہونچا ہی- اور اللہ آمین کرکے خدا وہ دن لایا ہی ، کہ مسلمان انگریزي تعلیم پر متوجہ ہوئے ہیں — اور مسلمان بچوں کا ایک اچھا مجمع مدرسہ میں ہوگیا - اور انگریزي تعلیم کے سامان مہیا کرنے اور کالج کي ضرورتیں پوري کرنے کے لیئے کچھہ کوششیں ہو رہي ہیں ، اور لوگوں کے خیالات کسي قدر اس طرف رجوع ہوئے ہیں - تو کیا ایسي حالت میں یہہ دانشمندي اور قوم کي خیر خواہي ہی ، کہ قوم کي یہہ توجہ دوسري طرف پھیر دي جاے ، اور بجاے انگریزي تعلیم کي تکمیل کرنے ، اور

کالج کي اهم اور ضروري حاجتوں کے پورا کرنے کے عربي تعليم کے ليئے ايسے سرمائے جمع کرنے کي کوشش کي جاے ' جو ابتک انگريزي تعليم کے ليئے بهي کالج جمع نهيں کرسکا - همکو انصافا يهه ديکهنا چاهيئے که يهه وقت عربي تعليم کے اعلی پيمانه پر پهونچانے ' اور عربي تعليم کے ليئے ايک بڑا سرمايه جمع کرنے کا هی يا نهيں - جهاں تک هم خيال کرتے هيں همارے نزديک اس کا يهه وقت نهيں هی — اس ليئے که انگريزي تعليم کے ليئے جس کے واسطے وه قايم کيا گيا هی ابهي تک پورا سامان مهيا نهيں هوا ' نه ابتک همارے پاس اتنا سرمايه هی که جس کي آمدني سے کالج يا اسکول کے ايک صيغه کا خرچ بهي چل سکے ' نه همارے پاس اتنا روپيه هی ' که هم اسکول اور کالج کي موجوده ضرورتيں پوري کرسکيں — همارے مجوزه مکانات نانمام پڑے هيں — نه پڑهانے کے ليئے کافي کلاس روم هيں — نه بورڈروں کے ليئے بورڈنگ هوس ميں کافي مکانات هيں — سينکڑوں لڑکے جگهه نهونے کي وجهه سے اسکول ميں داخل نهيں هوسکتے — وظايف کے ليئے آمدني نهونے اور کافي وظايف نه ديئے جانے سے بيسيوں طالب علم کالج کي تعليم سے محروم رهجاتے هيں — روپيه نهونے کي وجهه سے هم معقول تنخواه اُستادوں کو دے نهيں سکتے اور معقول تنخواه نه ديئے جانے کي وجهه سے همکو اچهے اُستاد مل نهيں سکتے - همارے يهاں کسيکو ترقي ملنے کي اُميد نهيں ' اور اس اُميد کے نهونے سے اچهے ٹيچر اور لايق ماسٹر همارے يهاں ٹهير نهيں سکتے — يورپين پروفيسروں کو بهي هم وه تنخواه نهيں دے سکتے جو ديني چاهيئے ' اور نه هم اُن سے ترقي کا وعده کرسکتے هيں ' جس کي اُميد پر وه همارے کالج کے چهوڑنے کا خيال نه کريں - هم افسوس سے ديکهتے هيں که لايق پروفيسر اور لايق ٹيچر کالج چهوڑنے پر مجبور هوتے هيں ' اور کافي تنخواه نه ملنے کي وجهه سے قابل اور پروفسيروں کو هم بلا نهيں سکتے ' نه همارے کالج کا اسٹاف کافي هی — نه ضروري مضامين کي تعليم کا انتظام هی - نه طالب علموں ميں لٹريري مذاق بڑهانے کا کچهه بندوبست هی — نه همارے يهاں

سواے معمولي تعليم کے کوئي زايد پروفيسر هی ' جو مختلف مضامين پر طلبا کو لکچر دے ' اور اُنکو تقرير و تحرير کرنا ' اور مضمون لکھا نا سکھائے قانوني تعليم کے ليئے کوئي يورپين لا پروفيسر هماري يہاں نہيں — طلبا کو دماغي تعليم ميں ترقي کرنے کے ليئے کوئي اچھا کتب خانہ اور لائبريري نہيں ' هماري يہاں يورپين اُستاد اتنے کم هيں ' کہ اُنہيں اپنے معمولي کاموں سے اتني فرصت نہيں ' کہ وہ لڑکوں سے زيادہ مل سکيں ' اور اپنے پاکيزہ خيالات کا اثر اُن پر ڈال سکيں — اور اس ليئے اب وہ سوشل زندگي جو کالج کي جان هی ' بالکل مفقود هی — ايسي حالت ميں جبکہ بہت چيزيں ناتمام ' اور بہت کام ادھورے پڑے هيں ' نہ يہہ دانشمندي هی ' نہ سچي همدردي — کہ ان ضرورتوں کي تکميل کا خيال چھوڑکر ' همارا خيال دوسري طرف پھيرا جاے ' اور هماري توجہ انگريزي تعليم سے هٹاکر ' عربي تعليم کي طرف مائل کيجاوے — هم اپنے اُن همدرد ڈاکٹروں سے جو نہايت نيک نيتي سے همارا علاج کرنا چاهتے هيں ' بہت ادب اور منت سے عرض کرتے هيں ' کہ پہلے همارے اُس درد کي دوا کرو ' جو مہلک هی ' اور جب هم تندرست اور اچھے هوجائيں ' تب هماري روحاني بيماريوں کے علاج پر توجہ کرني مناسب هوگي — اس وقت تو همارا پيٹ خالي هی ' اور هماري آنتيں قل‌هوالله پڑہ رهي هيں — اس وقت همکو روٹي کي تلاش سے باز رکھنا ' اور قل‌هوالله پڑھنے کي نصيحت کرنا ' سچي همدردي اور اصلي دوستي نہيں هی — ايسا نہوکہ ايسي همدردي سے همارا قل هوجاے ' اور روحاني غذا کي آرزو ميں ' بھوک کے مارے مرجائيں *

هم نے جو کچھہ ان تجويزوں سے مخالفت کي هی ' اُس سے هم کو انديشہ هی کہ لوگوں کو غلط فہمي هوگي ' اور بعض لوگ سمجھيں گے کہ هم اپني مقدس زبان اور اپني ديني زبان اور اپني علمي زبان عربي کي تعليم نہيں چاهتے — اور صرف اُس سطحي تعليم انگريزي پر قانع هيں جو

نوجوانوں کے لیئے ذریعہ معاش ہو — مگر نہ ہمارا یہہ خیال ہی اور نہ ہماري یہہ خواہش ہی — اور نہ سر سید مرحوم کا یہہ خیال تھا — بلکہ اُن کا اور ہمارا یہہ خیال ہی کہ عربي کي تعلیم، اور نہ صرف عربي کي بلکہ فارسي اور سنسکرت کی تعلیم بھي ضروري ہی — اور مسلمانوں میں جب تک کچھہ ایسے لوگ نہ ہوں جو انگریزي اور عربي دونوں سے واقف ہوں ' - اور مشرقي اور مغربي خیالات دونوں سے آگاہ ہوں - تب تک مسلمان حقیقت میں اپني قوم کو ایک تعلیم یافتہ اور مہذب قوم نہیں کہہ سکتے — نہ دنیا میں اُن کي عزت ہوسکتي ہی — نہ وہ اپنے اسلاف اور اجداد کے حالات سے واقف ہوسکتے ہیں — اور بغیر اس کے کہ وہ اپنے بزرگوں کے جمع کیئے ہوئے خزانوں کو جو زمین میں چھپے ہوئے ہیں ' تلاش کریں ' اور زمین سے نکالیں — تب تک وہ نہ اپني قوم کو فائدہ پہونچا سکتے ہیں ' نہ اسلام کي عزت اور روشني دنیا کو دکھا سکتے ہیں - ہم سے بڑہ کر کوئي عربي کا قدردان نہوگا ' اور نہ ہم سے زیادہ کوئي اُسکي ترقي کا متمني — مگر ہمارا کہنا صرف یہہ ہی کہ ہر چیز کے لیئے ایک وقت ہوتا ہی - اور پیش از وقت اُسکا کرنا بجاے فائدہ کے نقصان پہونچاتا ہی - عربي تعلیم کا بڑے پیمانہ پر انتظام کرنیکا یہہ وقت نہیں ہی ' اُس کے لیئے وہ وقت ہوگا جبکہ ہم انگریزي تعلیم کي ضرورتوں کو پورا کرلیں گے ' اور کالج کو یونیورسٹي کے درجہ پر پہنچانے کے لایق تمام سامان جمع کرسکیں گے — ہم اپنے ہمدرد ڈاکٹروں کي نیک نیتي کے معترف ہیں ' اور اُن کے شکر گذار ہیں ' اور ہم کو پورا یقین ہی کہ اُن کي یہہ تجویزیں صرف نیک نیتي پر مبني اور ہماري بہبودي کے خیال سے ہیں - مگر ہم اُن سے صرف یہي التجا کرتے ہیں ' کہ وقت سے پہلے ' اور مقدار سے بڑہ کر دوا نہ دو - ورنہ جس مریض کو تم اچھا کرنا چاہتے ہو ' اُسکو صحت نہوگي ' بلکہ اندیشہ ہی کہ تمہاري دوا اُس کے لیئے زہر کا کام دیگي *

نمبر (۲)

(اخبار مطبوعه ۷ مارچ سنه ۱۹۰۴ ع)

پچھلے آرٹیکل میں ہم نے مختصرا یہہ بتایا ہی - کہ عربي تعلیم کا اعلی پیمانہ پر تجویز کرنا ' اور اُس کے لیئے ایک علحدہ درسگاہ قایم کرنا، موجودہ حالت میں انگریزي تعلیم کو نقصان پہونچانا ہی - اور انگریزي تعلیم وہ ضروري مقصد ہی ' جو ہمیشہ مرحوم سر سید نے اپنے پیش نظر رکھا ' اور جو مسلمانوں کے بھي خواہ ہیں اُن کو بھي اُسے پیش نظر رکھنا چاہیئے — اب ہم مرحوم سر سید کي اس پالیسي کے متعلق اُن کے کچھہ اقوال پیش کرتے ہیں -- اُس کے بعد ہم یہہ دیکھانا چاہتے ہیں ' کہ اُن نامور اور مشہور مسلمانوں نے بھي مرحوم کي راے کي تائید کي ہی' جو علوم مغربي اور علوم مشرقي دونوں سے واقف ہیں ' اور جن کي راے ایسے ضروري مسایل میں قابل استناد ہی *

سر سید کی راے مشرقی اور مغربی تعلیم کے متعلق

اگرچہ سر سید ہمیشہ اپني مختلف تحریروں اور تقریروں میں لکھتے اور کہتے رہے ' کہ مشرقي تعلیم مسلمانوں کے لیئے غیر مفید ہی اور مغربي تعلیم ہي کي اُنہیں ضرورت ہی - مگر اُنہوں نے اپني اس راے کو نہایت جوش اور نہایت زور اور نہایت صفائي سے دو موقع پر ظاہر کیا - ایک جبکہ پنجاب میں مشرقي علوم کي تعلیم کے لیئے ' اورینٹل یونیورسٹي قایم ہونے والي تھي — دوسرے جبکہ الہ آباد یونیورسٹي قایم ہونے کے وقت مشرقي تعلیم پر زیادہ زور دینے کا اندیشہ پیدا ہوا تھا — اور عجیب اتفاق ہی کہ دونوں موقع پر اُنہوں نے تین تین آرٹیکل لکھے — پنجاب یونیورسٹي پر جو آرٹیکل مرحوم نے لکھے اُس سے تمام پنجاب میں ہل چل پڑ گئي - اور ڈاکٹر لیٹنر اور اورینٹل یونیورسٹي کے حامي ' حیران اور ششدر رہ گئے - اُن آرٹیکلوں میں مرحوم نے صاف صاف اپنا یہہ خیال ظاہر کردیا ' کہ مشرقي علوم اور مشرقي زبان سیکھنے کي ہمیں کچھہ ضرورت نہیں ہی ' بلکہ مغربي علوم اور مغربي زبان کا سیکھنا ہي ہماري قومي ترقي کا اصلي ذریعہ ہی مرحوم نے جیسي کہ اُن کي

صاف گوئي کي عادت تهي ' کوئي بات لگي لپٹي نهيں رکهي ' اور بلا خيال گورنمنٹ کے ' که وه کيا سمجهے گي ' اور بلا لحاظ مسلمانوں کے که وه کيا کهيں گے ' صاف صاف کهديا - که جو لوگ مشرقي تعليم کي ترغيب ديتے ' اور مغربي تعليم سے باز رکهنا يا اُس ميں خلل ڈالنا چاهتے هيں ' وه مسلمانوں کے دشمن هيں ' اور همکو دهوکه دينا چاهتے هيں — اُن کے يهه آرٹکل غور سے پڑهنے اور ديکهنے کے لايق هيں - هم اُنکا صرف ايک فقره اس موقع پر نقل کرتے هيں ' وه لکهتے هيں که " همارے ملک کو - هماري قوم کو ' اگر درحقيقت ترقي کرني اور في الواقع ملکه معظمه قيصر هند کا سچا خير خواه اور وفادار رعيت بننا هی — تو اُس کے ليئے بجز اس کے اور کوئي راه نهيں هی — که وه علوم مغربي اور زبان مغربي ميں اعلی درجه کي ترقي حاصل کريں — هماري دولت ' هماري حشمت ' هماري عزت ' هماري سوشل ' هماري پوليٹکل حالت ' سب کا مدار اسي بات پر هی - اور جو شخص همکو اس راه سے بهٹکانا چاهتا هی ' بلاشبهه همارے ملک کا دوست نهيں هی ' بلکه دشمن هی ' اور همکو دهوکه ديتا هی " *

مرحوم کي اس راے سے ڈاکٹر لیٹنر ایسے خفا اور رنجیدہ تھے ' که وه سر سيد کے دشمن هوگئے تهے ' اور هر موقع پر وه مرحوم کو برا بهلا کها کرتے تهے — اور حامڈن اورينٹل يونيورسٹي پنجاب کے دلونير ' ابتک اُسکا رنج اور اثر باقي هی — چنانچه منشي نثار علي صاحب شهرت نے جو سابق ايڈيٹر اخبار انجمن پنجاب کے تهے اور مشرقي يونيورسٹي کے حامي ' اپنے غصه اور رنج کو محمدن ايجوکيشنل کانفرنس کے اجلاس رامپور ميں ' جو سنه ۱۹۰۰ ع ميں هوا تها ' اُس موقع پر ظاهر کيا — جبکه محمدن يونيورسٹي قايم کرنے کا رزوليوشن پيش هوا تها - منشي صاحب نے اس رزوليوشن کے پيش هونے پر نهايت جوش ميں آکر کها — که " سر سيد تو عربي تعليم اور ايشيائي علوم کے مخالف تهے ' اُن کي يادگار ميں کيوں اس قسم کي يونيورسٹي بنائي جاے ' جس ميں مشرقي اور مغربي علوم کي تعليم هو — اُن کے وه آرٹيکل جو سنه ۱۸۸۱ ع ميں لکهے گئے تهے ' اس وقت ميرے سامنے موجود هيں — سر سيد نے ايشيائي علوم کي نسبت حسب ذيل خيالات ظاهر کئے تهے -

کہ اول تو ہمکو ایشیائي مضامین بالکل نہ پڑھنے چاہیئیں ' بلکہ ہمکو لازم ہی کہ زمانہ کي ضروریات کے موافق تعلیم حاصل کریں - دوم یہہ کہ اگر ہم اپني اصلي ترقي چاہتے ہیں ' تو ہمارا فرض ہی کہ ہم مشرقي زبانوں کو بالکل بھول جاویں اُن کي تحریر اس قابل ہی ' کہ جلادي جاوے یا پاني میں ڈبو دي جاوے ' اور بجاے اُس کے زبان انگریزي یا فرانسیسي ہوجاوے ' اور یورپ کي طرز معاشرت ہماري طرز معاشرت ہو" *

اس پر نواب عمادالملک بہادر نے جو اُس وقت پریسیڈنٹ تھے ' سید صاحب کے خیالات کي تائید کي ' اور نہایت جوش میں آکر کہا - کہ " میں اس وقت مجبور ہوں کہ سید صاحب کي نسبت جو الزام لگایا ہی ' اُس کي بابت کچھہ کہوں - آنریبل سید احمد خاں مرحوم کي اصلي غرض یہہ تھي ' کہ مسلمانوں کي ترقي ہو — وہ جانتے تھے اور بعد غور کامل کے اُنہوں نے یہہ راے قایم کي تھي"- کہ مسلمانوں کي ترقي اُس وقت تک ممکن نہیں ' جبتک کہ اُن میں مغربي تعلیم کي ترقي نہو — وہ اُس شخص کو مسلمانوں کا سخت دشمن سمجھتے تھے ' جو مسلمانوں میں مغربي علوم کي ترقي کا مخالف ہوتا — چنانچہ مجھے خوب یاد ہی ' کہ اُنہوں نے مجھہ سے کہا تھا - کہ پنجاب یونیورسٹي ہماري قوم کے لیۓ نہایت خراب نتایج پیدا کریگي - اُس کا مقصد کسي طرح مسلمانوں کے لیۓ مفید نہوگا — ایک مرتبہ پارلیمنٹ کے ایک ممبر مسٹر بلنٹ صاحب ہندوستان میں تشریف لاۓ تھے ' اُنہوں نے ہندوستان کے مختلف شہروں میں مسلمانوں کے سامنے یہہ خواہش ظاہر کي تھي — کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیۓ ایک یونیورسٹي مشرقي علوم کي تعلیم کي غرض سے مثل جامع ازہر کے قایم کي جاے — مگر سید صاحب نے مجھہ سے خود کہا تھا ' کہ یہہ محض دھوکہ ہی یہہ ہمکو

گدھا بنانا چاہتے ہیں ' اور اُن کي یہہ خواہش ہی کہ ہماري حالت ہمیشہ خراب رہے — جو کلمات سید صاحب کي زبان سے نکلے ہونگے

وہ اُن لوگوں کي نسبت تھے جو چاہتے تھے ' کہ مسلمان انگریزي میں ترقي نہ کریں — و الا میں واقف ہوں کہ کوئي شخص سید صاحب سے زیادہ اس بات کا طرفدار و حامي نہ تھا ' کہ مسلمان انگریزي کے ساتھہ

ساتھہ اپنے علوم میں بھي ترقي کریں — میں قسمیہ کہتا ھوں کہ بغیر انگریزي جانے ھوئے آپ اپنے علوم میں ترقي نہیں کرسکتے منطق کي قدیمي کتابوں کے بز بز کرنے اور لفظي نزاعوں سے اب کچھہ حاصل نہیں ھوتا ... ... لہذا میں مکرر کہتا ھوں اور بزور کہتا ھوں — کہ سید صاحب جو کچھہ کہہ گئے ھیں وہ بالکل صحیح کہہ گئے ھیں — یہہ نہ سمجھنا چاھیئے کہ سید صاحب چونکہ دنیا میں اب نہیں ھیں، لہذا وہ جوش ھي ٹھنڈا ھوگیا — نہیں — وہ جوش اب تک موجود ھی — ھم بھي اس بھرے جلسہ میں کہتے ھیں کہ جلادو اُن کتابوں کو جو موجودہ زمانہ میں کسي طرح قوم کے کارآمد نہوں اور جس کو اپني قوم کي محبت کا جوش ھی وہ یہي کہیگا " *

سر سید کے تین آرٹیکل مشرقي علم کي مخالفت میں الہ آباد یونیورسٹي قایم ھونے کے وقت

مرحوم سر سید کا خیال مشرقي تعلیم کي مخالفت کا ایسا قوي اور ایسا زبردست تھا کہ وہ پنجاب یونیورسٹي ھي پر ختم نہیں ھوا، بلکہ ھر ایسے موقع پر جبکہ مشرقي تعلیم کے زندہ کرنے کي کوئي تحریک گورنمنٹ کي طرف سے ھوتي تھي، وہ قومي محبت کے جوش میں بیتاب اور از خود رفتہ ھوکر مقابلہ پر آمادہ ھوجاتے تھے اور بلا خیال اُس کے کہ اُس کا تجویز کرنے والا ویسراے ھی یا کوئي لفٹننٹ گورنر، یا اور کوئي بڑا شخص، صاف صاف یہہ کہنا شروع کردیتے تھے کہ یہہ تجویز ھمارے مضر ھی، ھماري ترقي کے روکنے کے لیئے ھی، اور بجاے آگے بڑھنے کے ھمکو پیچھے ھٹانے والي ھی — اور ایسي تجویز کرنے والے ھمارے دشمن، اور ھمکو دھوکہ دینے والے ھیں — چنانچہ سنہ ۱۸۸۶ ع میں جب الہ آباد یونیورسٹي تجویز ھونے والي تھي اُس وقت یہہ خیال پیدا ھوا تھا کہ الہ آباد یونیورسٹي بھي مشرقي علوم کي ترقي دینے والي، اور انگلش ھائي ایجوکیشن کي گھٹانے والي ھوگي- اُس وقت بھي مرحوم نے اُسي طرح کے تین زبردست آرٹیکل اس تجویز کي مخالفت میں لکھے،

جیسے کہ پنجاب یونیورسٹي کي مخالفت میں لکھے تھے — ان تینوں آرٹیکلوں کا انگریزي ترجمہ بھي اُس کے ساتھہ چھاپا گیا — پہلا آرٹیکل ۲۷ اپریل سنہ ۱۸۸۶ ع کے اور دوسرا ۱۸ مئي سنہ ۱۸۸۶ ع کے اور تیسرا ۵ جون سنہ ۱۸۸۶ ع کے علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شایع ہوا ہی *

سر سید پہلے آرٹیکل میں لکھتے ہیں کہ " افسوس ہی کہ لوگوں میں یہہ خیال زیادہ پختہ ہوتا جاتا ہی کہ الہآباد یونیورسٹي کي پالیسي بھي وہي ہوگي جو پنجاب یونیورسٹي کي تھي — یعني علوم مشرقي کي ترقي کا دھوکہ دیکر انگلش ہائي ایجوکیشن کو گھٹانا ، اور ہندوستاني رعایا کي آنکھیں بند کرکے اُن کو ایک چکر میں ڈالے رکھنا - بے شک ایک مہذب گورنمنٹ کو ایسا ہي کرنا چاہیئے ! ! ! *

پھر وہ اسي آرٹیکل میں لکھتے ہیں کہ " ہندوستانیوں کو اس بات کا شبہہ کہ گورنمنٹ نے انگلش ہائي ایجوکیشن کے معدوم کرنے کي پالیسي قرار دي ہی — لارڈ میوکے زمانہ سے پیدا ہوا تھا ، - لارڈ لٹن کے زمانہ میں اُس شبہہ کو تقویت ہوئي ، مارکوئیس آف رپن کے عہد میں یہہ شبہہ بہت زیادہ قوي ہوگیا — گو ہز اکسیلنسي نے اس سے انکار کیا ، مگر چونکہ قول کي نسبت عمل بہت زیادہ یقین دلانیوالا ہوتا ہی ، اس لیئے ہندوستان کے دل میں جو شبہہ پیدا ہوا تھا وہ رفع نہیں ہوا — اسي درمیان میں منحوس پنجاب یونیورسٹي قایم ہوئي ، پھر وہي بدبخت زمانہ لارڈ ڈفرن کے عہد حکومت میں نظر آیا ، اور ہمکو اندیشہ ہواکہ جو آفت پنجاب پر آئي وہي ہمارے صوبہ پر آنیوالي ہی" *

اس آرٹیکل لکھتے وقت غالباً سر سید مرحوم اپنے جوش میں دیوانے ہورہے تھے ، اور اُن کو یہہ خیال ہوگیا تھا - کہ الہآباد یونیورسٹي بھي مثل پنجاب یونیورسٹي کے ہوگي — اس لیئے اُنہوں نے گورنمنٹ کو سخت سست کہنے میں کچھہ دریغ نہ کیا — اور گورنمنٹ کو ہشیار اور بیدار کرنے کے لیئے وہ لکھا جو کسي اور کي زبان اور قلم سے نکلنا محال تھا — وہ لکھتے ہیں کہ " بلا شبہہ گورنمنٹ کي یہہ عادت ہی کہ جو پالسي وہ اختیار کرتي ہی ، اُس کو بمشکل چھوڑتي ہی — وہ جانتي ہی کہ میں گناہ

کرتي ھوں ' اُسکا کانشنس اُسکو بتلاتا ھی کہ یہہ اُن لوگوں کے ساتھہ جنکو خدا نے اُس کے سپرد کیا ھی بدسلوکي ھی ' مگر وہ اپنے کانشنس کو اُن خوشامد خوروں کي باتوں سے جو خلاف اپني کانشنس کے گورنمنٹ کي ھاں میں ھاں ملادیتے تھیں ' اور اُن نادان رئیسوں اور سرداروں کي باتوں سے جو چند اتواپ سلامي ' یا دربار میں کرسي کے اول یا دوم نمبر ھونے پر اپني عزت کا مدار سمجھتے ھیں ' اور ھندوستاني عہدہ داروں کي رایوں سے ' جنھوں نے بجز کریمنل اور سول اور ریونیولا کي ' تعلیم کے معاملہ میں ایک منٹ بھي غور کرنے میں اپني زندگي کو صرف نہیں کیا — یا اُن متعصب ھندوؤں اور مسلمانوں کي باتوں سے جو انگریزوں کي ھر ایک چیز سے دلي نفرت رکھتے ھیں ' اپني کانشنس کو ٹھنڈا کرلیتي ھی - مگر یہہ اصلي ٹھنڈک نہیں ھی ' بلکہ صرف مصنوعي ٹھنڈک ھی جس کے اچھي اثر کي کبھي توقع نہیں ھوسکتي " *

اس کے بعد اُنھوں نے وہ درد انگیز فقرے لکھے ھیں - جو اب زر سے لکھنے کے لایق ' اور ھم میں سے ھر ایک کو اپني لوح دل پر کندہ کرنے کے قابل ھیں — وہ لکھتے ھیں کہ : -

" ھم پھر اپنا یقین ظاھر کرتے ھیں کہ الہ آباد یونیورسٹي پنجاب یونیورسٹي کي بہن نہیں ھوگي ' بلکہ وہ انگلش ھائي ایجوکیشن کے لیۓ بمنزلہ مادر مہربان کے ھوگي - لیکن اگر فرض کیا جاوے کہ یہہ ھمارا خیال غلط ھی - تو یہہ سوال پیش آتا ھی کہ ھمکو کیا کرنا چاھیۓ ؟ - ھماري دانست میں اُس کا جواب نہایت صاف ھی - استقلال ! استقلال !! استقلال !!! - ھمت ! ھمت !! ھمت !!! - کوشش ! کوشش !! کوشش !!! - ھمکو گورنمنٹ کي پالیسی کي کچھہ پروا نہیں کرني چاھیۓ اور خود اپنے لیۓ انگلش ھائي ایجوکیشن کے حاصل کرنے کي کوشش کرني چاھیۓ ' اور اگر ھم میں سلف رسپکٹ کا کچھہ اثر باقي ھی تو گورنمنٹ کو دکھا دینا چاھیۓ — کہ بلاشبہہ گورنمنٹ کو لوگونکي جانوں پر اختیار ھی ' مگر لوگوں کي رایوں پر نہیں ھی " *

دوسرے آرٹیکل میں سر سید لکھتے ھیں کہ " ھمکو اسبات کے آثار نظر آتے ھیں کہ الہآباد یونیورسٹي میں ایک اوریئینٹل فیکلٹي بھي غالباً قایم ھوگي — اگر یہہ فیکلٹي قایم ھو تو اُس میں اور پنجاب یونیورسٹي میں بجز تبدیل نام کے اور کچھہ فرق نہوگا — اور آخر یہہ فیکلٹي لوگوں کے ساتھہ اور مشرقي علوم کے ساتھہ کیا کرسکے گي ' اور اس زمانہ میں علوم مشرقیہ کو کس کام میں لاویگي ؟ " اور اس کے جواب میں وہ فرماتے ھیں کہ " وہ کچھہ نہیں کرسکیگي اگر کچھہ کرسکیگي تو یہہ کرسکیگي - کہ بد بختي سے جو لوگ اُس پھندے میں پھنس جاوینگے اُن کي عمر ضایع کرے - اُن کي آنکھوں پر سے جہالت کا پردہ نہ اُٹھنے دے - اور جو تاریک گڑھے سے کنارے پر کھڑے ھیں اُن کو دھکا دیکر اور گڑھے میں ڈالدے " *

پھر اُنہوں نے سوال کیا ھی کہ " مشرقي علوم میں سے وہ کون سے علوم کو ترقي دینا چاھیگي " ؟ پھر اس کے جواب میں نہایت خوبي اور لطافت اور مذاق سے عربي کے موجودہ علوم ' نجوم ' ھیئت ' جغرافیہ ' طب ' طبیعات ' ھندسہ ' اور ھستوي کا ماحصل اور مقصد بتاکر اُس کي خوب ھنسي اُوڑائي ' اور گورنمنٹ کو ایسي فکلٹي قایم کرنے پر خوب متنبہ کیا ھی *

تیسرے آرٹیکل میں جو بہت بڑا اور پر زور آرٹیکل ھی ' اُنہوں نے صاف صاف اس بات کو دکھایا ھی - کہ گورنمنٹ ھائي انگلش ایجوکیشن کو گھٹانا چاھتي ھی ' اور اُس کے لیئے مشرقي تعلیم کو خوشنما حیلہ بنا رکھا ھی — چنانچہ وہ لکھتے ھیں کہ " ایک زمانہ تھا کہ ھمارے ملک کے حکمراں اس بات کے نہایت خواھشمند تھے ' کہ ھندوستان کے رھنے والے انگریزي زبان اور انگریزي علوم و فنون کے سیکھنے پر راغب ھوں ' اور اب یہہ زمانہ ھی ' کہ اُس کے برخلاف خفیہ اور علانیہ تدبیر ھوتي ھی ' کہ ھندوستانیوں کو انگلش ھائي ایجوکیشن سے محروم کیا جاے — اور اس پالیسي کے تبدیل کي وجوھات خواہ صحیح ھوں یا غلط ' ھندوستاني یہہ سمجھتے ھیں - کہ ابتدا میں تمام انگریزوں اور تمام مشنري سوسئیٹیوں کو یقین تھا ' کہ انگریزي تعلیم سے تمام ھندوستان یا اُسکا بہت بڑا حصہ عیسائي ھوجاوے گا — اور نیز گورنمنٹ کو اپنے دفتر کے کارو بار کے لیئے انگریزي خوانوں کي ضرورت تھي — مگر اس تعلیم

سے مشنري سوسئيٹيوں کا مقصد حاصل نہوا — بلکہ اُس کے برخلاف ظہور میں آیا — اس لیئے مشنري سوسئيٹیاں انگلش هائي ایجو کیشن کے برخلاف آمادہ هوئیں ' اور گورنمنٹ کو یہہ سبق پڑھایا ' کہ اُس کا کام عام تعلیم پھیلانے کا هی - نہ هائي ایجو کیشن میں روپیہ صرف کرنے کا - هندوستان کے حاکم جو بجاے کشادہ دل حاکم هونے کے زیادہ تر مشنري اوصاف سے موصوف تھے ' مشنریوں کي تائید پر آمادہ هوگئے اور انگلش هائي ایجو کیشن کي مخالفت اختیار کي — اور جو حاکم در حقیقت کشادہ دل تھے ' اُنکو یہہ غلط خیال پیدا هوا - کہ هندوستانیوں کو انگلش هائي ایجو کیشن کي تعلیم دینا ' خود گورنمنٹ کو اپنے سے ایک مخالف گروہ کا پیدا کرنا هی — ان خیالات پر هندوستاني یقین کرتے هیں کہ گورنمنٹ نے هائي ایجو کیشن برباد کرنے کي پالیسي اختیار کي هی — اور اس پالیسي کو مختلف طرح کے حیلوں سے چھپاتي هی — اور اس پالیسي کے عمل درآمد کرنے کے لیئے گورنمنٹ نے ایک بڑا حیلہ علوم مشرقي کے ساتھہ همدردي ظاهر کرنے کا اختیار کیا هی " *

اخیر پر مرحوم سر سید گورنمنٹ کي ایک چٹھي † پر بحث کرنے کے بعد یہہ درد انگیز فقرے لکھتے هیں کہ " اب وہ زمانہ در پیش معلوم هوتا هی - کہ الہ آباد یونیورسٹي بھي قایم هو جاے ' اگر وہ اُنہیں اصولوں پر قایم هوئي جو مذکورہ بالا چٹھي میں مندرج هیں ' تو اضلاع شمال مغرب و اودہ کے باشندوں کو یقین کرلینا چاهیئے کہ جس طرح خدا کا غضب مختلف قوموں پر مختلف صورتوں سے واقع هوا هی ' اُن پر خدا کا قهر الہ آباد یونیورسٹي کي صورت میں نازل هوا هی - " *

یہہ وہ اقتباس هی جو هم نے سر سید کے آرٹیکلوں سے کیا هی ' اور جس کے دیکھنے کے بعد کسي کو کچھہ شبہہ نرهے گا " کہ سر سید کي راے

† اس چٹھي کا خلاصہ اور اُس پر جو سر سید نے ریمارک کیئے هیں هم اگلے آرٹیکل میں لکھینگے - یہہ چٹھي سر ولیم میور نے رجسٹرار یونیورسٹي کے نام لکھوائي تھي اور اُس میں مشرقي علوم کي ترقي کی تدبیریں بتائي تھیں -

مشرقي تعليم کے مخالف تھي — اور وہ يہہ چاہتي تھي ' اور قومي ترقي اسي پر منحصر سمجھتي تھي ' کہ انگلش هائي ايجوکيشن مسلمانوں ميں پھيلايا جاے ' اور اُسي کے ليئے ساري همت اور پوري کوشش صرف کي جاے *

علاوہ سر سيد کے هم ديکھتے هيں- کہ اکثر اُن لوگوں کي بھي جو مشرقي اور مغربي تعليم سے واقف هيں ' وهي راے هی- چنانچہ جب بعد وفات مرحوم سر سيد کي سنہ ۱۸۹۸ ع ميں اُن کے يادگار ميں محمدن يونيورسٹي قايم کرنے کي تجويز قرار پائي ' اُس وقت ميري درخواست پر مسٹر ماريسن پرنسپل مدرسۃالعلوم نے ايک اسکيم مرتب کي ' اور وہ راے ديني کے ليئے هندوستان کے نامور اور مشهور عالموں کي خدمت ميں بھيجي گئي — اُس اسکيم پر عربي تعليم کے متعلق جو رائيں دي گئيں وہ وهي هيں جو سر سيد کي تھيں *

بلکہ خود مسٹر ماريسن نے اس اسکيم ميں صاف صاف يہہ لکھديا هی - کہ عربي کي کوئي تعليم گو کيسي هي دل و دماغ کي روشن کرنے والي کيوں نہو - دنيا کي نعمتوں ' اور دنيا کي دولت و ثروت ' اور دنيا کے عيش و آرام حاصل کرنے ميں بکار آمد نہيں هوسکتي - اور اس واسطے کبھي مسلمان ايسي تعليم پر توجہ نکرينگے — اس ليئے اُنہوں نے مجوزہ محمدن يونيورسٹي کي ڈگري دينے کے ليئے بي اے هونے کي شرط لگائي هی — اور هم ديکھتے هيں کہ اُن کي يہہ ابتدائي تجويز جو يونيورسٹي کي اسکيم ميں لکھي هی نہايت صحيح هی - اور غلطي هوگي ' اور بڑي غلطي هوگي ' اگر وہ مسلمانوں کے ليئے ذرا بھي اس تجويز سے تجاوز کرينگے *

مسٹر ماريسن کی راے محمدن يونيورسٹی ميں عربی تعليم کے متعلق

مسٹر ماريسن اپني اسکيم ميں عربي تعليم کے متعلق لکھتے هيں- کہ " اگر مخصوص طور پر ' محض اسلامي علوم هي کي تعليم رکھي جاے '

جو آجکل وجہ معاش میں کچھہ معاون نہیں ہوتي — تو فی الواقع یہہ ایک ایسا نقص رہیگا جس سے کسي طرح مفر نہیں — اب انگریزي تعلیم کي بابت ہمیں صاف صاف اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہی ، کہ اُس کي زیادہ توسیع اور ترقي جو ہوتي جاتي ہی وہ کچھہ اس وجہ سے نہیں ، کہ لوگوں میں انگریزي علم کو علم ہي کي خاطر حاصل کرنے کا شوق ، یا سچي خواہش ہو — بلکہ زیادہ تر اس لیئے ہی — کہ آجکل دنیا کي نعمتیں ، عیش و آرام ، دولت و ثروت وغیرہ ، عموما صرف انہیں لوگوں کي دسترس میں ہی ، جو تعلیم جدیدہ (انگریزي) سے بہرہ ور ہیں - پس ہمارا خیال ہی ، کہ مسلمانوں کے قومي علم ادب کا کیساہي بڑھا ہوا شوق اور جوش کیوں نہو ، وہ ہرگز اس بد نما اور ناگوار مگر واقعي امر پر غالب نہیں آ سکتا ، جس کا بدیہي نتیجہ یہہ نکلتا ہی- کہ زبان عربي کي تحصیل ایک قلیل تعداد تک ہي محدود رہیگي — کیونکہ اس میں لوگوں کو دنیاوي نعمتوں اور تائیدوں کي اُمید نہیں ہوسکتي — اور اس کے مقابلہ میں تعلیم انگریزي کے طالب نہایت کثرت کے ساتھہ نکل آئینگے — کیونکہ انہیں اس کے صلہ میں کیا بلحاظ دولت و ثروت کے کیا بلحاظ سوشل حالت اور حیثیت کے بڑي بڑي تائیدوں کي اُمیدیں ہونگي — لہذا جس اسکیم میں اس صریح امر واقعي کو ملحوظ نہ رکھا جاویگا ، اس پر پہلے ہي سے اغلبا نا کامي کا حکم لگایا جا سکیگا " — اس کے بعد مسٹر ماریسن نے صاف یہہ راے دي ہی کہ " کوئي طالب علم خواہ فیکلٹي آف یورپین آرٹس میں داخل ہونا چاہے ، خواہ فیکلٹي آف اوریئنٹل لرننگ ، (علوم مشرقي) یا فیکلٹي آف سائنس میں ، لیکن اُس کو ڈگري نہ مل سکیگي ، تاوقتیکہ یورپین آرٹس فیکلٹي کا انگریزي امتحان نہ پاس کرے - خلاصہ یہہ کہ بي اے تک انگریزي لازمي ہوگي خواہ کوئي علوم مشرقي ہي کے لیئے کیوں نہ داخل ہو - اور ایسا طالب علم جو صرف فارسي عربي یا انگریزي ہي پڑھے ، میں تو اُس کو ڈگري دینا کبھي پسند نہ کرونگا " *

نواب عمادالملک کی رائے عربی کی تعلیم کی نسبت

نواب عمادالملک سید حسین بلگرامی نے اُسی اسکیم پر تحریری رائے دیتے وقت یہہ لکھا ھی — کہ " میں عربی علوم کو جیسے پرانے طبیعات و ھندسہ و ھیئت ھیں، بالکل غیر ضروری اور اُن کی تعلیم کو محض تضیع اوقات جانتا ھوں - کسی ذی ھوش شخص کا اس زمانہ میں اپنا وقت عزیز ان مسائل کے حاصل کرنے میں صرف کرنا محض بے سود ھی " — نواب صاحب موصوف اس کو بھی مفید نہیں سمجھتے بلکہ محال جانتے ھیں ' کہ علوم مغربی کا ترجمہ عربی میں کیا جاے ' اور عربی زبان علوم مغربی کی آلہ تعلیم بنائی جاے — وہ سمجھتے ھیں کہ کبھی مسلمان پورے طور سے مغربی علوم اور مغربی سولیزیشن سے متمتع نہیں ھوسکتے جب تک کہ خود اصل زبان سے اُسے نہ حاصل کریں —

وہ لکھتے ھیں کہ " بڑے گُر کی بات یہہ ھی — کہ عباسیوں کے زمانہ میں گو یونانی علوم کا ترجمہ ھوا مگر یونانی زبان کے نہ جاننے سے یونان کی روح ھمارے علماء کے قالبوں میں نہیں آئی- نہ اُن کے آزادانہ خیالات ' نہ اُن کی مردانہ شاعری ' نہ اُن کی طرز تاریخ نویسی ' نہ اُن کی حسن پرستی ' جو ایک بڑا جزو شایستگی کا ھی ' اُن میں سے کچھہ بھی ھم میں نہ آیا فقط بعض علوم کی بوسیدہ ھڈیاں ھاتھہ لگ گئیں — یونان کی چھاتوں بھی ھمارے لٹریچر پر نہیں پڑی — سخت غلطی ھم سے ھوگی ' اگر ھم دوبارہ پھر وھی طرز اختیار کریں — جبتک مسلمان لوگ ایک عرصہ دراز تک خود سر چشمہ سے اپنی پیاس نہ بجھائینگے ' اور ھزاروں میل سے لائے ھوئے گندا جل پر اکتفا کرینگے ' تو کبھی پورے طور سے مغربی علوم اور مغربی سویلیزیشن سے متمتع نہونگے — ایک عرصہ کے بعد جب ھم مغربی دولت سے تمول حاصل کرچکیں گے ' اُس وقت ھم خود اپنے سکہ میں اُس کو رائج کرنے پر قادر ھوجائیں گے " *

نواب صاحب ممدوح پھر لکھتے ھیں — کہ " میرے نزدیک عربی زبان اور فنون کا علم انگریزی کے ساتھہ بہت مفید ھی- مگر محض عربی تعلیم

وہ روپیہ صرف کرنا جو آپ جمع کررہے ہیں محض فضول ہی — ہاں اگر آپ میں بھی کوئی مثل ٹاٹا کے مالدار اور عالی ہمت ہوتا تو البتہ ہم کہتے — کہ کسی قدر روپیہ اس کام میں بھی صرف کیا جاے — کوئی شک نہیں ہی ' ہم کو دوچار ایسے لوگوں کی سخت ضرورت ہی ' جو معقولات حال و قدیم دونوں سے واقف ہوں ' فقط اس غرض سے کہ وہ ہمارے معقولات کو لفظوں سے پاک کرسکیں ' اور مثل بیکن کے اپنی قوم کے علما کے واسطے ایک نئی منطق اور نیا ارغنون یعنی آلہ دریافت مجہولات مدون کرسکیں ' اور اپنے فلسفہ کو لفظی مباحث سے پاک کرسکیں ' تاکہ آیندہ تقلید کا مشکل مسئلہ کسی وقت طے ہوسکے — اور راے اور فکر کو حدود عقلی کے اندر آزادی حاصل ہوجاے — اور انظر الی ماقال ولا تنظر الی من قال پر ہم پورا عمل کرسکیں — مگر نہ آپ کے یہاں کوئی ایسے مالدار موجود ہیں جس طرح پارسیوں میں ہیں ' اور اگر شاذ و نادر ہیں بھی تو وہ اپنا روپیہ لاٹ صاحب کی دعوت میں اور لڑکے کی بسم‌اللہ میں صرف کرینگے ' اپنی قوم کو کہوں دینے لگے — پس اس طرف ہمارا اس وقت خیال ہی دورانا بے سود ہی — بڑی ضرورت تو مغربی تعلیم کی اشاعت کی ہی — میں مغربی علوم کا لفظ نہیں استعمال کرتا ہوں — بلکہ تعلیم و تربیت لکھتا ہوں — کیونکہ اسی کی زیادہ ضرورت ہی اور یہی ہماری موجودہ یونیورسٹیوں کی ماتحت درسگاہوں سے مفقود ہی " *

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں ' کہ " مجھے اُن لوگوں سے ہرگز اتفاق نہیں جو محمدن یونیورسٹی کے متعلق مشرقی علوم کی علحدہ شاخ قایم کرنا چاہتے ہیں — ہم نے اگر دس لاکھ روپیہ وصول بھی کرلیا ' تو اس قلیل رقم کو ضروریات وقت ہی پر صرف کرنا مناسب ہی ' نہ کہ ایسی کوششوں میں برباد کرنا — جو در صورت کامیابی بھی ہمارے لیئے زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے چنداں مفید نہیں ہوسکتی ہیں " *

جسٹس سید امیر علی کی راے

جسٹس سید امیر علی صاحب مجوزہ محمدن یونیورسٹی کے مذکورہ بالا اسکیم پر راے دیتے وقت عربی تعلیم کی نسبت فرماتے ہیں

کہ " اکثر مسلمان اس وقت تک اسلامي تعلیم کو خیالي نظر سے دیکھتے ھیں ' اور یہي امر اُن کے تعلیم میں پیچھے رہ جانے اور دیگر اقوام اور فرقوں کے ساتھہ قدم بقدم چلنے کي عام ناقابلیت رکھنے کا باعث ھوا ھی — کسي نو عمر لڑکے کو اسبات کے لیئے مجبور کرنا کہ اپني طاقت اور اوائل عمر کو کلھم یا ان کا بڑا حصہ ایک عربي جیسي مشکل زبان کي تحصیل میں لگائے — گویا زمانہ کي دوڑ میں شروع شروع میں ھي اُسکے دست و پا کو باندھنا ھی — اور اکثر اوقات ایسا کرنے کے دو سبب ھوا کرتے ھیں — اول یہہ کہ اُس کو اپنے مذھب سے واقفیت حاصل ھوجاے — دوسري وجہ کسي بحث کي محتاج نہیں ھی — مذھبي تعلیم پر میں آگے چلکر بحث کرونگا — میں اس جگھہ صرف اسقدر کہنا چاھتا ھوں — کہ اسکا موجب خواہ کچھہ ھي کیوں نہو ' بہت کم مسلمان والدین اس بڑے بھاري نقصان کو سمجھتے ھیں ' جو وہ اپنے بچوں کو پھونچاتے رھے ھیں - اور قومي نقصان مزید براں ھی — وہ اس جد و جہد میں جو ھمارے چاروں طرف ھو رھا ھی ' اپنے بچوں کو لنگڑا کرنے کے علاوہ کچھہ نہیں کرتے ' ھم اب ایسي دنیا میں نہیں ھیں جہاں سستي لاپرواھي اور جسمي و دماغي کاھلي زندگي کا بڑا مدعا خیال کیجاتي ھی - ھم ایسے پولیٹکل - سوشل — حالات میں ھیں ' جہاں حرکت نہ کرنے کے معني موت ھیں — میں اس جگھہ اسبات کا دعوی کرتا ھوں- جو میںنے ھسٹري آف دي ساراسینس کے دیباچہ میں بیان کي ھی — کہ " وہ قوم جو اپنے آپکو مردہ زمانہ ماضي کو فرسودہ عبا میں ڈھانپنے کي کوشش کرتي ھی انکے نصیب میں اول ھي سے صفحہ ھستي سے مٹنا لکھا ھی " — عربي کو ضرور پڑھنا چاھیئے لیکن متبرک اور زبان کے لحاظ سے - اس زبان سے وہ کام نہیں لینا چاھیئے جو زندگي کي دوڑ کے آغاز میں ھي مسلمان نو عمر طلبا کے دست و پاندھنے کا باعث ھو " ●

آنریبل مسٹر شاھدین کی راے

آنریبل مسٹر شاھدین نے اجلاس کانفرنس لاھور میں جو سنہ۱۸۹۸ع میں ھوا تھا اور جس میں محمدن یونیورسٹي قایم کیئے جانے کا رزلوشن

پیش ہوا تھا - اپنی یہہ راے ظاہر کی تھی - کہ " مسلمان مشرقی تعلیم کے دلدادہ ہیں اور مسلمانوں کے لیئے اعلی تعلیم حاصل کرنا ایک عمدہ خیال بھی ہی — مگر محض خیالی طور پر اس سے فواید کثیرہ مرتب نہیں ہوتے - آجکل بیچارے مولویوں اور عالموں کی حالت دیکھو اور اُن کے طرز معاشرت پر خیال کرو — کیسا عبرت ناک سین ہی - جو لوگ مسلمانوں کے روحانی مقتدا اور مذہبی پیشوا کہلاتے ہیں ' اُن کی حالت نہایت سقیم اور افسوسناک ہی — مشرقی اعلی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش میں آپ کو دنیاوی کامیابی نہیں ہوسکتی — ہم عربی تعلیم کی بے شک عزت کرتے ہیں — مگر جیسا کہ مسٹر ماریسن نے فرمایا ہی مشرقی اعلی تعلیم کو معدہ پسند نہیں کرتا - اُس سے کسی شخص کا بفراغت گذارہ نہیں ہوسکتا — وجاہت ظاہری لازمی ہی — اس لیئے دنیاوی ترقی میں ضرور کوشش کرنا چاہیئے — اسلام کوئی متی کی مورت نہیں ' بلکہ یہہ مجموعہ ہی مسلمانوں کی صورتوں کا — اگر مسلمانوں کی صورتیں پاکیزہ ہیں — لباس عمدہ اور شاندار ہیں ' چہرہ اوداس نہیں ' بلکہ ارغوانی بنا ہوا ہی ' بشرہ سے آثار جاہ جلال پائے جاتے ہیں ' تو اسلام کی عزت ہی - اور اگر وہ پھٹے حالوں میں ہیں ' بھوکے پیاسے ہیں ' کمزور و ناتوان ہیں ' دنیا میں اُن کی کوئی توقیر نہیں ہی ' تو اسلام کو صدمہ ہوتا ہی — دین و دنیا کہنے کو چاہے الگ الگ ہوں ' مگر در اصل لازم و ملزوم ہیں — بلا ترقی دنیاوی ممکن نہیں کہ دین میں شان و شوکت پیدا ہوسکے *

پہلے جب مسلمانوں کا زمانہ تھا ' تو دین کی بھی ترقی تھی — اب وہ بات باقی نہیں رہی — اُن کے علوم بھی فرسودہ و ازکار رفتہ سمجھے جانے لگے — مشرقی تعلیم صرف اُسی صورت میں مفید ہوسکتی ہی ' کہ اُس کے ذریعہ سے علوم و فنون حاصل ہوسکیں - عربی میں علوم و فنون کا بے شک عظیم الشان ذخیرہ تھا ' مگر اول تو کتابیں نہیں ملتیں — دوسرے علوم میں تغیر عظیم ہوگیا - فنون بمقابلہ سابق اب قریبا نئے بن گئے ہیں — اُن کی تحصیل فقط انگریزی تعلیم سے ہوگی - البتہ

ایک زمانہ ایسا تھا کہ یورپ والے مسلمانوں کے دارالعلوم میں پڑھنے آتے تھے — عربی سے زیادہ کسی زمانہ میں علوم و فنون کی کتابیں نہ بنائی جاتی تھیں ' اب انگریزی کو یہہ فخر حاصل ہی — پھر جس طرح یورپ والوں نے ایک وقت ہم سے تحصیل علم کی - اب ہم اُن سے کیوں مفید مطلب باتیں نہ سیکھیں — جو کچھہ ہمنے یورپ والوں کو دیا ہی وہ مع سود واپس لینا چاہیئے " ●

اب ہم اُن لوگوں سے جو سمجھہ اور راے رکھتے ہیں ' اور جنکو تعلیمی معاملات سے دلچسپی ہی ' اور درحقیقت اپنی قوم کی ترقی چاہتے ہیں ' پوچھتے ہیں — کہ جو تجویز عربی زندہ کرنے اور اُسکو بڑی اسکیل پر پہونچانے کی پیش کی گئی ہی ' وہ کیا مرحوم سر سید کی پالیسی کے مخالف نہیں ہی ' اور اگر ہی تو کیا اُن کے نزدیک سر سید مرحوم کی پالیسی غلط تھی ؟ اور اب اُسکو تبدیل کرنا چاہیئے ؟ اور اگر یہہ تجویز مرحوم کی پالیسی کے مخالف ہی اور اُس کا قایم رکھنا بھی مناسب ہی ' تو ہم سب کو صرف اپنی قوم کی بھلائی کے لیئے اُس کی اُسی طرح سے مخالفت کرنی چاہیئے ' جس طرح سر سید نے کی تھی — ہمکو افسوس ہی کہ ہمارے بعض بھائی جو ایسے معاملات میں راے دینے کی قابلیت رکھتے ہیں ' اس تجویز پر قطعی اور صاف راے ظاہر نہیں کرتے — حالانکہ یہہ مسئلہ منجملہ اُن مسایل کے ہی جسپر قوم کی موت اور زندگی منحصر ہی - اور جو مرحوم سر سید نے بعد چالیس برس کے غور و تامل کے قایم کی تھی ' جو بعد تجربہ کے صحیح ثابت ہوئی — پس جو لوگ بغیر کامل غور کرنے ' اور بلا دیکھنے اُن تحریروں کے جو اس کی نسبت پچھلے برسوں میں ہوئیں ہیں ' راے دینے پر آمادہ ہوتے ہیں ' وہ قوم کے ساتھہ بدسلوکی کرتے ہیں — ہم نہیں کہتے کہ مرحوم سر سید معصوم تھے ' نہ ہم یہہ کہتے ہیں کہ صرف اس خیال سے کہ یہہ راے سر سید کی تھی اُس کو ماننا چاہیئے ' بلکہ ہم یہہ کہتے ہیں کہ سر سید وہ شخص تھا جس کو خدا نے خاص قسم کا

دل و دماغ دیا تھا ' اور تعلیمي معاملات کے سمجھنے میں اُس کو خاص ملکہ تھا ' اور سالہا سال اُس نے قومي تعلیم کے مسئلہ پر غور کیا تھا اور بعد کامل غور اور کامل تجربہ کے اُس نے بالاخر یہہ راے قرار دي تھي — کہ مسلمانوں کي قومي ترقي انگلش هائي ایجوکیشن پر منحصر هی ' اور مسلمانوں کو انگلش هائي ایجوکیشن هي پر اپني ساري قوت اور کوشش صرف کرني چاهیئے — اور اس بات کو بهي وہ بخوبي سمجهہ گئے تھے اور اُس کو صاف صاف کهدیا تھا ' کہ مشرقي تعلیم صرف هائي ایجوکیشن کے روکنے اور گھٹانے کے لیئے ایک حیلہ هی — اور تجربہ سے ثابت هوگیا هی کہ مرحوم کي راے نہایت صایب تھي — اس لیئے کہ اورینٹل کالج پنجاب نے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہونچایا ' سواے اس کے کہ چند روز تک چند هونہار مسلمان انگریزي تعلیم سے محروم رهے ' اور اورینٹل کالج لاهور میں جاکر وہ تعلیم بهي حاصل نہ کرسکے جو دیوبند میں هوتي هی ' اور جس سے قوم میں اتني عزت هوتي کہ لوگ اُن کو مولوي ' اور مذهبي کاموں میں مدد دینے والا سمجهتے — اورینٹل کالج لاهور کے تعلیم یافتہ ایسي حالت میں هیں کہ نہ گورنمنٹ میں اُن کے لیئے کوئي معاش کا ذریعہ هی ' نہ پبلک میں اُن کي پرسش هی ' نہ ادهر کے هیں نہ اُدهر کے " نے کعبہ نے دیر کے قابل — حالت اُن کي سمیر کے قابل " اور یهي سبب هی کہ اب اُس کالج کے طلبہ کي تعداد کم هوتي جاتي هی ' اور مسلمان خود سمجهنے لگے هیں کہ وہ کالج اُن کے لیئے ایک دهوکہ تھا — اس لیئے اس وقت جبکہ عربي تعلیم کي تجویز پهر اُسي خوشنما شکل میں پیش کي گئي هی ' جو پہلے بارها پیش هوچکي هی تو همکو غافل نرهنا چاهیئے — اور اُس کے اُن نتایج کو جو اُس سے پیدا هونگے بخوبي سوچکر راے دینا چاهیئے — نہ معزز سے معزز شخص کا خیال کرنا نہ گورنمنٹ کي پالیسي کا ' (اگر فی الحقیقت کوئي پالیسي گورنمنٹ کي اس وقت هی) کچهہ لحاظ رکهنا چاهیئے — بلکہ قوم کا اور صرف قوم کا خیال رکهنا چاهیئے *

نمبر (۳)

(اخبار مطبوعه ۱۴ مارچ سنه ۱۹۰۴ ع)

عربي تعليم کے زندہ کرنے کے دلائل

نہایت خوشنما اور حکیمانہ وجہ ' عربي تعلیم کے زندہ کرنے کے لیئے ' یہہ بیان کي جاتي ھی — کہ مسلمانوں کو دولت و ثروت کي اُس قدر ضرورت نہیں ھی ' جس قدر کہ علم و حکمت کي — اور اُن کو وہ زمانہ یاد دلایا جاتا ھی جبکہ اُن کے بزرگ علم کو علم کے لیئے حاصل کرتے تھے ' اور دنیا اور دنیاوي دولت کو علم کے مقابلہ میں ھیچ اور فاني سمجھتے تھے — چنانچہ ھمارے معزز دوست مسٹر براون لکھتے ھیں — کہ " موجودہ تعلیم سرکاري عہدوں کے ملنے کے لیئے تو کافي ھی لیکن ھم ایک ایسے دارالعلوم کا خواب دیکھتے ھیں ' جو اسلامي یونیورسٹیوں کے زمانہ شباب کو یاد دلاے — جہاں لوگ صرف علم کے لیئے علم کے شایق تھے ' نہ اس لیئے کہ اُس سے دولت حاصل ھوتي ھی — بلکہ جہاں لوگ اپني تمام عمریں ' علمي تحقیقات میں صرف کردیتے تھے ' اس غرض سے نہیں ' کہ اُنہیں معاش حاصل ھو ' بلکہ اس لیئے کہ دنیا کے مبالغ علم میں کچھہ اضافہ ھو " پھر وہ فرماتے ھیں کہ " کیا آج کل کے مسلمان ' اپني قوم کي ' پراني روایات سے ' اس قدر برگشتہ ھوگئے ھیں ' کہ وہ علم کے سامنے آرام کي قدر کرینگے ' اور دنیوي عیش و آرام کي قیمت علم و حکمت سے زیادہ لگائینگے ' ؟ پھر عربي زندہ کرنے کي ترغیب دلانے کے لیئے کہتے ھیں ' کہ " عربي حکیمانہ اور فلسفیانہ خیالات کا مخزن ھی ' اور اسلامي حکما اور اسلامي فلاسفر کے دماغوں سے جو حکمت و فلسفہ کے اعلی مسائل نکلے ھیں ' وہ سب عربي زبان کے لباس میں ظاھر ھوئے ھیں " — پھر عربي زبان کي خوبي کي نسبت کہتے ھیں کہ " عربي زبان نہایت پاکیزہ اور لطیف ھی ' اور اُس کا لٹریچر علوم و فنون کي دولت سے مالامال ھی " — پھر عربي زبان کو اعلی درجہ پر تعلیم دینے کے لیئے مذھبي خیال سے بھي ضروري قرار دیتے ھیں اور کہتے ھیں " سچے مسلمان کو عربي زبان بطور

مذهبي فرض کے سیکھنا چاهیئے " اور بالاخر مسلمانوں کي ترقي کے درجه کا فیصله اسي پر رکھتے اور یهه فرماتے هیں، - که " یهه تجویز یعني عربي کا زنده کرنا اسباب کا فیصله کریگي که آینده ترقي میں مسلمانوں کا درجه کیا هوگا " - اور جو موقع اُن کے خیال میں اس وقت حاصل هی اُس کو هاتهه سے نه جانے دینے کے لیئے مسلمانوں کو متنبهه کرتے هیں - که " کیا اُن لوگوں کے دلوں پر جو ایک پر شوکت ماضي کو زنده کرنا چاهتے هیں — پهر نااُمیدي اور یاس کے خیالات کو راسخ کرنا منظور هی — اور کیا اس موقع کو هاتهه سے کهودینا مناسب هی ؟ - شاید کبهي همیں پهر ایسا موقعه ملے — کیونکه اس تحریک کے لیڈر اور اس احیاء علوم کے باني نه صرف هماري طرز عمل کو نهایت اُمید وارانه نگاه سے دیکهه رهے هیں، بلکه وه همیں معقول مدد دینے کو تیار هیں — اور یهه موقع ایسے وقت هاتهه آیا هی، جبکه نواب لفٹننٹ گورنر بهادر نے یهه اُمید و خواهش دوباره ٹهیک طور پر ظاهر کي هی، که هم علیگڈه والے احیاء علوم عربي کے لیئے زیاده کوشش کریں " *

همارے معزز پرنسپل بهي جو دل سے مسلمانوں کے بهي خواه هیں، اپني ایک تازه تحریر میں بهي خیال ظاهر کرتے اور فرماتے هوں که " مسلمانوں کو اس بیسویں صدي میں، اُن علوم و فنون کي ضرورت نهیں هی، جس سے وه کسي پیشه کي قابلیت حاصل کریں — اور وه بیرسٹر، وکیل، ڈاکٹر، اور انجنیر هوجائیں، — بلکه اُن کو ایسي تعلیم کي ضرورت هی، جس سے اُن کے خیالات بلند، اور دماغ وسیع، اور دل پاک هو — اُن کو شریفانه مقاصد اور پبلک کے فرائض انجام دینے، اور بے غرضانه نیکي کرنے کا خیال هو - تاکه وه اپني قوم کي خدمت کرسکیں اور اُن کو فائده پهونچا سکیں " *

مسلمان کس حالت میں علم کو علم کے لیئے حاصل کرتے تهے

هم اپنے دوستوں کا جو همارے آبا و اجداد کے علم و فضل کي یاد دلاکر همکو بهي اُن کے راه پر چلنے کي ترغیب دیتے هیں، صدق دل سے شکر

ادا کرتے ھیں — اور ھم بھي خوب سمجھتے ھیں اور دیکھتے ھیں ایسي نصیحتیں نہایت خوشنما معلوم ھوتي ھیں، مگر عمل کرنا مشکل ھی -

ھمکو معلوم ھی جنت کي حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہہ خیال اچھا ھی

مگر ھمکو نہ پچھلے زمانہ کے یاد دلانے کي ضرورت ھی نہ علم کو فقط علم کے لیئے تحصیل کرنے کي نصیحت کرنے کي حاجت - اس لیئے کہ ھم بھي یہہ جانتے ھیں اور ھمکو اپنے بزرگوں کے یہہ قول یاد ھیں — کہ " دل بغیر علم کے ایسا ھی، جیسا جسم بغیر روح کے " اور " عزت دولت میں نہیں بلکہ علم میں ھی " پس ھمکو یہہ بتانا کہ ھمارے بزرگ علم کو علم کے لیئے حاصل کرتے تھے فضول ھی — بلکہ ضرورت اس بات کي ھی کہ ھمکو یہہ بتایا جاوے - کہ جس زمانہ میں ھمارے بزرگوں نے، علم کو علم کے لیئے حاصل کیا، اور علم کو دولت پر ترجیح دي، وہ زمانہ کیسا تھا - اور جو لوگ علم کو علم کے لیئے حاصل کرتے تھے، اُن کو دنیاوي فراغ، دنیاوي عزت، دنیاوي وجاھت، اور دنیاوي دولت، کہانتک حاصل تھي — اور اُن کا دل و دماغ، پیٹ کے پالنے سے کہانتک فارغ تھا - اور اُن کي جسماني زندگي، روحاني تعلیم حاصل کرنے کے لیئے، کہانتک آمادہ تھي *

جس زمانہ کي ھمکو یاد دلائي جاتي ھی - وہ زمانہ وہ تھا - جبکہ ھمارے اقبال کا آفتاب نصف النہار پر چمک رھا تھا، دنیا کے بڑے حصہ پر ھم حکمراں اور فرماں روا تھے - سلطنت، دولت، حکومت، عزت، ثروت، ھمارے ھي حصہ میں تھي — انساني زندگي کے ھر شعبہ میں، ھم ترقي کر رھے تھے — ھر قسم کي ترقي کرنے کے وسائل مہیا تھے — سلطنت سے زیادہ علم کي عزت اور قوت تھي — سلاطین سے بڑھکر علما، پبلک کي نظر میں معزز و ممتاز تھے — علماء اور مشایخ کے آستانے سجدہ گاہ خلایق تھے — امیر و وزیر اُن کي مجلس رانی اور دربانی کو اپنا فخر اور اپني عزت سمجھتے تھے — جو عالم زیادہ مالک الدنیا اور دنیا کي دولت و ثروت سے زیادہ متنفر ھوتے تھے، اُنھیں کي زیادہ قدر و منزلت، ھوتي تھي — دنیا کي ساري عزتیں ترک دنیا کیوجہ سے اُنھیں حاصل ھوتي تھیں -

عزت و جاہ کا وہ سامان اُن کو مہیا تھا ' جس کے سامنے دنیا اور اُس کی دولت و ثروت ہیچ سمجھی جاتی تھی — سلطنت اور پبلک اُن کے تمام ضروری معیشت کے اسباب مہیا کرنے کے کفیل تھی ' اور نذر و نیاز ' تحایف و ہدایا ' کی افراط سے اُن کو کسی قسم کی دولت جمع کرنے کی حاجت نہ تھی - علم کا علم کے لیئے حاصل کرنا ہی ایک بہت بڑا ذریعہ عزت و جاہ پیدا کرنے کا تھا - پس ایسے زمانہ میں ہمارے آبا و اجداد کا ' علم کو علم کے لیئے حاصل کرنا زیبا تھا •

مگر ہمارا کیا حال ہی ' اور ہمارا موجودہ زمانہ کیسا ہی ؟ - ادبار کی گھٹا سر پر چھا رہی ہی - افلاس نے بڑے بڑوں کی بڑی گت بنا رکھی ہی — رزق کے دروازے بند ہیں — پیٹ کو کپڑا کھانے کو روٹی ملتی نہیں - چاروں طرف الجوع الجوع کی صدا آرہی ہی - معاش کی فکر نے عقل و ایمان ' غیرت و حمیت ' سب کو خیر باد کہہ رکھا ہی - مفلسی نے ذلیل سی ذلیل حرکتیں کرنے ' اور بُرے سے بُرے جرایم کے ارتکاب پر ' مجبور کردیا ہی — ہزاروں بلکہ لاکھوں شریف ' عالم ' فاضل ' اور عالی خاندان مسلمان ایسے ہوں ' جنکو سوائے پیٹ بھرنے اور روزی پیدا کرنے ' کے دوسرے خیال کرنے کی فرصت ہی نہیں ہی ' اُن کی حالت تو یہہ ہو رہی ہی — شب چو عقد نماز بہ بندم ' چہ خورد بامداد فرزندم - ایسی صورت میں اُن سے یہہ کہنا کہ علم کو علم کے لیئے حاصل کرو ' تاکہ روحانی خوشی حاصل ہو ' تمکو روپیہ پیدا کرنے اور پیٹ بھرنے کی ضرورت نہیں ہی — در حقیقت ایک بیدردانہ اور تعجب انگیز نصیحت ہی •

علم کو شوق حق اور ذوق علم کے لیئے سیکھنا جھوٹا دعوی ہی

سر سید مرحوم کے زمانہ میں بھی مشرقی تعلیم پر ترغیب دینے کے لیئے ' اسی قسم کے خیالات ظاہر کیئے گئے تھے - مرحوم نے اُس کے جواب میں کیا خوب کہا کہ " اس میں کچھہ شک نہیں ہی ' کہ علم حاصل کرنے کا اصلی مقصد وہ روحانی خوشی اور راحت اور اطمینان

ھونا چاھیئے ' جو انسان کو علم حاصل ھونے سے ھوتا ھی — بے شبہہ وہ خوشي تمام خوشیوں پر غالب ھوتي ھی تمام مصیبتوں کو مغلوب کرتي ھی - دل میں راحت طبیعت میں سکون ' مزاج میں تحمل ' اخلاق میں عمدگي ' اور نفس میں انکسار ' پیدا کرتي ھی - مگر اس زمانہ میں جو لوگ تحصیل علوم میں مشغول ھیں ' اُنکو اس قسم کي دو چار خوش آیند باتوں یا دس پانچ گذشتہ لوگوں کي مثالوں سے تسلي دینا کچھہ فائدہ مند نہیں ھوسکتا' بلکہ ھم کہتے ھیں — کہ کسي زمانہ میں بھي فائدہ مند نہیں تھا - جبکہ ھم گذشتہ زمانہ کي تاریخ پر نظر ڈالتے ھیں اور ایسے لوگوں کي تلاش کرتے ھیں ' جنھوں نے علم کو مالي فائدہ سے قطع نظر کر کے ' صرف سچ کي تلاش کے لیئے حاصل کیا ' تو اُن کي تعداد ایسي قلیل پاتے ھیں ' کہ صفر کے بعد اگر سلسلہ اعداد منفي کي کوئي انتہا ھوتي ' تو ھم اُس سے نسبت دیتے — اور اس لیئے ھم کہہ سکتے ھیں کہ کسي زمانہ میں یورپ میں یا ایشیا میں یا افریقہ میں یا امیریکہ میں صرف اُسي مقصد سے علم حاصل کرنا عموما گویا کبھي رایج نہیں رھا ھی" *

" زمانہ کے چند اصول ایسے ھیں جو نہ کبھي تبدیل ھوئے اور نہ کبھي آیندہ تبدیل ھونگے - اُنھیں اصول میں سے ایک فائدہ مندي ھی' جب سے دنیا ھی یہہ اصول قایم ھی اور آیندہ بھي قایم رھیگا — تمام افعال انسان کے فائدہ مندي کے اصول پر مبني ھیں ' اور بھي امر انسان کي خوشي کا باعث ھی" *

" فائدہ مندي کي صورتیں بلحاظ خیالات و عادات و تربیت و تعلیم کے مختلف دکھائي دیتي ھیں - مگر زمانہ کا یہہ اصول کہ وہ ' یعني فائدہ مندي حاصل کیجاوے کبھي تبدیل نہیں ھوتا — فائیدہ مندي کي بنیاد خواہ وہ فائدہ مندي دیني صورت میں ھو ' یا دنیوي صورت میں ' انسان کي زندگي پر قایم ھی — اس لیئے ھر قسم کي فائدہ مندي کے ساتھہ زندگي اور اوقات بسري کے ذریعہ ایسے لازم و ملزوم ھیں کہ کبھي اُس سے جدا نہیں ھوسکتے - ھاں اتنا فرق ھی کہ کوئي شخص اُنکو ایک مقدار قلیل پر محدود کرتا ھی ' اور کوئي اُنکو زیادہ

وسعت دیتا ھی — جن لوگوں نے دنیا کو اپنی دانست میں چھوڑا اور صرف عقبی ھی کو پکڑا ' یا جن لوگوں نے علم کو صرف سچ دریافت کرنے کو تحصیل کیا ' اُنھوں نے اپنی زندگی اور اوقات بسری کے ذریعوں کو بعوض اپنے قوت بازو کے پیدا کرنے کے دوسروں کی محنت سے حاصل کرنے پر منحصر کیا - جو در حقیقت دون ھمتی اور ذلیل حالت سے موسوم ھوسکتی ھی - مسلمانی مذھبی اصول کی رو سے بھی یہہ ایک نہایت کمینہ خصلت ھی اور مال مردم خوری کے سوا اور کچھہ اُسکی تعبیر نہیں ھوسکتی — مگر لوگوں نے نہایت غلط لقب توکل کا اُسکو دیا ھی" *

"پس ھم تسلیم نہیں کرسکتے کہ تعلیم کی علت غائی طلب المال نہیں ھی ' بلکہ صرف شوق حق اور ذوق علم ھی — طالب علموں کو اس قسم کی نصیحت کرنا ایسے وعظ کے مساوی ھی ' جو دنیا کے ترک کرنے پر دیا جاتا ھی ' اور جسکو ھزاروں لوگ پسند کرتے ھیں - مگر عمل ایک بھی نہیں کرتا — گذشتہ اور حال کی دنیا خود اپنے کاموں سے اس کا ثبوت دیتی ھی - کہ جیسے خدا کے لیئے دنیا کا ترک کرنا ' ایک جھوٹا دعوی ھی - ویسے ھی علم کو شوق حق ' اور ذوق علم کے لیئے سیکھنے کا جھوٹا دعوی ھی - مگر وہ اُسی وقت سچا ھوسکتا ھی ' کہ جو مقصد علم کا ھمنے قرار دیا ھی ' وہ اور کسی طرح پر حاصل ھوگیا ھو" *

مشرقی تعلیم مردانہ اور شریفانہ خصلتیں پیدا نہیں کرتی

یہہ بھی کہا جاتا ھی کہ سر سید کا مقصد علیگڈھ کالج قایم کرنے سے یہہ تھا ' کہ ایسی تعلیم دی جاے ' جو خیالات کو بلند ' دماغ کو وسیع ' کرنے والی ھو — نہ ایسی تعلیم جو کتابی ھو ' اور جس سے سرکاری ملازمت ' یا کچھہ پیشہ کرنے کی لیاقت پیدا ھو — ھم مانتے ھیں کہ سر سید کی یہی غرض تھی - مگر وہ یہہ نہیں کہتے تھے ' نہ سمجھتے تھے ' کہ مشرقی تعلیم سے یہہ غرض حاصل ھوگی - بلکہ وہ اس مقصد کے حاصل ھونے کی بھی اُمید مغربی تعلیم ھی سے رکھتے تھے - وہ مشرقی تعلیم کو بجاے

اس کے کہ مردانہ اور شریفانہ خصائل پیدا کرنے کا ذریعہ ہو ' اُس کے لیئے مضر اور مخالف سمجھتے تھے - چنانچہ سنہ ۱۸۷۲ ع میں جبکہ مجلس خواستگار ترقي تعلیم مسلمانان میں یہہ بحث ہو رہي تھي ' کہ مسلمانوں کو کس قسم کي تعلیم کي ضرورت ہی ' سر سید نے یہہ کہا تھا کہ " ہمارے ہاں کي قدیم کتابیں اور اُن کا طرز بیان اور اُن کے الفاظ مستعملہ ' ہمکو آزادي اور راستي اور صفائي اور سادہ پن اور بے تکلفي اور اور بات کي اصلیت تک پہونچنا ' ذرا بھي تعلیم نہیں کرتے - بلکہ برخلاف اُس کے دھوکہ میں پڑنا ' اور پیچیدہ بات کہنا ' اور ہر بات کو لون مرچ لگادینا ' اور ہر امر کي نسبت غلط اور خلاف واقعہ الفاظ شامل کردینا ' اور جھوٹي تعریف کرنا ' اور زندگي کو غلامي کي حالت میں رکھنا ' اور تکبر اور غرور اور خود پسندي کا منبع بنانا ' اور اپنے ابناے جنس سے نفرت کرنا ' ہمدردي کا نہ رکھنا ' مبالغہ آمیز باتوں کا عادي کرنا ' گذشتہ زمانہ کي تاریخ کو بالکل نا تحقیقي میں ڈالنا ' اور واقعات واقعي کو مثل قصہ و کہانیوں کے بنادینا ' سکھاتے ہیں - اور یہہ تمام باتیں حال کے زمانہ ' کے مناسب نہیں ہیں — اور اس لیئے بجاے اس کے کہ مسلمانوں کو اُن سے کچھہ فائدہ ہو مضرت حاصل ہونے کي توقع ہی " *

مردانہ اور شریفانہ خصلتیں مغربي تعلیم سے حاصل ہونگي

سر سید کو یقین تھا اور یہي وہ کہتے تھے — کہ مغربي تعلیم اور یورپین جنٹلمین اور نیکدل انگریز عالموں کي صحبت سے کالج کے لڑکے عمدہ اخلاق ' اور پاکیزہ عادتیں ' سیکھینگے - اور صرف اُن کے فیض تربیت سے اُن میں قومي ہمدردي ' ایثار علی النفس ' اور سیلف رسپکٹ کا خیال پیدا ہوگا اور جب کبھي گورنمنٹ نے مشرقي تعلیم جاري کرنے کا یہہ سبب بتایا - کہ اس سے اخلاقي حالت ' اور دماغي تربیت کو ترقي ہوگي - تو سر سید نے اُس پر سخت اعتراض کیا ' اور صاف صاف کہا — کہ گورنمنٹ انگلش ہائي ایجوکیشن کو گھٹانا چاہتي ہی ' اور اپني اس پالیسي کو مختلف حیلوں سے چھپاتي ہی -

اور اُس پالیسي پر عملدرآمد کرنے کے لیئے ایک بڑا حیلہ علوم مشرقي کے ساتھہ همدردي ظاهر کرنے کا اختیار کیا هی — اس کے ثبوت میں مرحوم کا وہ آرٹیکل دیکھنا چاهیئے، جو اُنھوں نے ۵ جون سنہ ۱۸۸۶ع کے علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں لکھا هی — اُس میں اُنھوں نے اول ایک سرکاري چٹھي کا ذکر کیا هی جو سر ولیم میور لفٹننٹ گورنر ممالک مغربي و شمالي نے سنہ ۱۸۷۰ع میں رجسٹرار کلکتہ یونیورسٹي کے نام لکھوائے تھے، جس میں مشرقي علوم کو ترقي دینے کي تجویز پیش کي تھي، اور انگریزي تعلیم کا درجہ گھٹا نا قرار دیا تھا *

اس چٹھي کے گیارھویں فقرہ میں، یہہ لکھا تھا، کہ " تعلیم انگریزي کا درجہ، اُن اشخاص کے واسطے گھٹا دیا جاے، جو علوم مشرقي میں اعزاز حاصل کرنا چاهتے هیں — اور اُس کے بارھویں فقرہ میں یہہ لکھا تھا کہ " عالمانہ اعزاز کے عطا کیئے جانے سے یہہ مقصد مدنظر هی، کہ باشندگان ملک علوم و فنون اور اخلاق میں ترقي کریں - اسي غرض سے هر کامل شخص کو اُس کے مناسب حال اعزاز دیا جاتا هی، لیکن سواے اس شخصي اعزاز کے ایک اور بالا تر اور وسیع تر مقصد اُس میں مستتر هی - یعني ایک جماعت ایسے فاضلوں کي تیار هوجاوے، جنھوں نے بالضرور ایسي تربیت پائي هو، جس کے ذریعہ سے وہ همیشہ اپنے هموطنوں پر عمدہ اثر ڈال سکیں - اور ایک موثر ذریعہ اپني قوم کي اخلاقي حالت اور دماغي تربیت کي ترقي کے واسطے هوسکیں - اور اس مقصد کے حصول کے لیئے واقفیت علوم مشرقي اور دیسي طریقہ خیال کي خواہ مخواہ لازمي هی " *

اس کي تردید میں سر سید لکھتے هیں، کہ " اس مقصد کے حصول کے لیئے، قدیم مشرقي علوم کافي نہیں هیں، بلکہ وهي جماعت عالموں اور فاضلوں کي اپنے هموطنوں پر عمدہ اثر ڈال سکیگي، اور ایک موثر ذریعہ اپني قوم کي اخلاقي حالت اور دماغي تربیت کا هوسکیگي، جس نے ماڈرن سائنس اور لٹریچر میں بخوبي تعلیم پائي هو - اور وہ بجز انگلش هائي ایجوکیشن کے ذریعہ کے اور کسي طرح پر همکو حاصل نہیں هوسکتي، *

یہہ خیال سر سید مرحوم کا کہ اخلاقي اور دماغی تربیت ، اور عمدہ خصایل کا اپنے طالب علموں میں پیدا کرنا مغربي تعلیم اور لایق یوروپین اوستادوں کي صحبت ' سے ہوسکتا ہی ' ایسا نہ تھا کہ اُسے گورنمنٹ نے یا اعلی درجہ کي تعلیم یافتہ لوگوں نے پسند نکیا ہو ' یا اُس کے وہ نتایج حاصل نہوئے ہوں ' جنکي اُمید تھي — بلکہ گورنمنٹ نے اور اعلی تعلیم یافتہ صاحبوں نے اُسے پسند کیا ' اُسکو صحیح سمجھا ' اور اُس کي کامیابي پر مبارکباد ' دي — ہز آنر سرجیمس لاٹوش لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ جب جولائي سنہ ۱۸۹۸ ع میں بعد وفات سر سید کے کالج میں تشریف لائے ' تو ایڈریس کے جواب میں اُنہوں نے ہز اکسلنسي لارڈ ایلگن کي چٹھي سنائي ' جس میں ہز اکسلنسي نے یہہ لکھا تھا " علیگڈہ کالج کے قایم کرنے سے سر سید احمد نے ایک اعلی قسم کي غایت اُن مقاصد کي جو تعلیم سے حاصل ہونے چاہیئیں ' مسلمانوں کے پیش نظر کردي ہی — سر سید احمد فقط تعلیم بتاني ہي کے مہیا کرنے کے ساعي نہیں تھے ' بلکہ وہ یہہ بھي کوشش کرتے تھے ' کہ ایسي تعلیم و تربیت ہو جس سے طلبا عمدہ اخلاق و اطوار و عادتیں سیکھیں اور اُن کو مردانہ قسم کے اشغال کي طرف رغبت ہو ' اور اپني خود داري قایم رکھنے کا خیال ' اور نیز عملي طور کا یہہ خیال اُن کے دلوں میں پیدا ہو ' کہ بحیثیت رعایاے وفا دار حضور ملکہ قیصر ہند کے اُن کے کیا فرایض ہیں — چنانچہ ان مقاصد کے حاصل ہونے میں بہت کچھہ کامیابي ہوچکي ہی " *

سر جمس لاٹوش نے خود بھي اپني یہہ راے ظاہر کي کہ " اُس اعلی نمونہ کو جو سر سید احمد نے بناء کالج کے ذریعہ سے مسلمانان ہند کے روبرو پیش کیا تھا ' گورنمنٹ نے پسند کیا ہی — سر سید احمد زمانہ موجودہ کي اعلی درجہ کي تعلیم ہي کو کافي نہ سمجھتے تھے ' اُن کا قول اور سچا قول تھا کہ باوجودیکہ علوم و فنون مغربیہ کي تعلیم ضروري ہی ' تاہم یہہ تعلیم ' تعلیم حقیقي کا ایک جزو ادنی ہی — اُنہوں نے ایسے ذریعہ جمع کرنے کي کوشش کي جن سے مردانہ اور جان نثارانہ عادات پیدا ہوں — اور عمدہ چال چلن اور شریفانہ تربیت حاصل ہو — اُن کي خواہش تھي کہ کالج کي مذہبي اور اخلاقي تعلیم اور اس کی جو مثالیں

کالج میں قایم کی گئی ھیں ' اُن کے ذریعہ سے طالب علم خود شناسی ' خود داری ' اور خود پر اختیار حاصل کرنے کے عمدہ سبق سیکھنے اور عمل میں لانے کے قابل ھوجاویں — ان مقاصد کے حاصل کرنے میں وہ بہت کچھہ کامیاب ھوئے '' *

جو کچھہ ھز آنر نے مرحوم سر سید کی غرض اور مقصد کو جو اس کالج کے قایم کرنے سے تھا ' بیان کیا ' اُسے بلا کسی اختلاف کے شروع سے ابتک تمام فرمانروایان ھند اور اعلی حکام اور نامور تعلیم یافتوں اور عالموں نے پسند کیا ھی - اور اُس کی کامیابی کا اعتراف کیا ھی - آخر اُس مقصد کے حاصل ھونے کے لیئے جو طریقہ تعلیم کا سر سید نے اختیار کیا تھا ' وہ کیا تھا ؟ — کیا عربی کی تعلیم اُنھوں نے اعلی درجہ پر جاری کی تھی ؟ - اور کیا یہہ عمدہ مقاصد عربی کی تعلیم اور عربی دانوں کی صحبت سے نصیب ھوئے ؟ - نہیں ! — بلکہ صرف انگریزی تعلیم سے ' اور زیادہ تر جنٹلمین اور تعلیم یافتہ ' نوک دل پرنسپل اور پروفیسروں کی صحبت سے - وہ لوگ محض ناواقف اور بے خبر ھیں جو یہہ کہتے ھیں کہ یہہ مقصد ابتک علیگڈہ کالج سے حاصل نہیں ھوا ' اور اُس سے صرف ایک گروہ کلارکوں اور انگریزی نویسوں کا پیدا ھوگیا ھی جو ادنی درجہ کی اور معمولی سرکاری ملازمت حاصل کرنے پر قانع ھیں — اور جو یہہ فرماتے ھیں کہ عالی دماغی اور روشن خیالی اور خود داری ' اور دیگر عمدہ اخلاق اور پاکیزہ خصائل اُسی وقت حاصل ھونگے ' جبکہ عربی کی تعلیم اعلی درجہ پر کالج میں جاری کی جاوے - ھم ایک لحظہ کے لیئے بھی ایسے بے خبر لوگوں کی رایوں اور خیالوں پر توجہ نہیں کرسکتے - اور یہہ کہکر کہ " انہم لا یعلمون " اُن کو معذور سمجھتے ھیں *

جو لوگ یہہ خیال کرتے ھیں کہ ھم عربی تعلیم نہیں چاھتے ' درحقیقت وہ ھمارے اصلی مقصد اور اصلی اسکیم سے ناواقف ھیں - مرحوم سر سید نے اور اُن کے بعد ھم سب نے جو اسکیم کالج کی تکمیل اور محمدن یونیورسٹی کے قایم کرنے کے لیئے تجویز کی ھی ' اُس میں عربی کی تعلیم کو اعلی درجہ پر جگہہ دی ھی ' اور مثل انگریزی کی تعلیم کے اُسے ضروری خیال کیا ھی ' چنانچہ ھم اپنے ان مضامین میں کیئی جگہہ اس کا ذکر کرچکے ھیں ' اور پھر ھم صاف صاف کہتے ھیں — کہ موجودہ

تعلیم عربي کي تو محض غیر مفید اور بے سود هی — البته عربي تعلیم جو یورپین طریقه پر هو ' اور جس سے همارے اسلاف کے عالي خیالات اور علمي تحقیقاتوں سے هم کو واقفیت هو ' اور جس سے هم اپنے دین و مذهب کي حقیقت اور اپنے عقاید اور شرعي احکام کے فوائد اور اسرار سمجهه سکیں ' اور جس سے هم اپني علمي قابلیت کو اپنے قومي خیالات کے لحاظ سے ترقي دے سکیں ' همارے مقاصد میں داخل هی — اور هم خود اُسے ضروري سمجهه چکے هیں — اور هم اُس کے ظهور میں آنے کے آرزو مند هیں — هم صرف اس بات کے منتظر هیں که جسقدر فنڈ هم کو مطلوب هی وه جمع هوجاوے ' اور جو انگریزي تعلیم کي تکمیل کے لیئے ضروري سامان هیں وه پورے هو جاویں اُس وقت هم اپني مقدس زبان اور مقدس تعلیم کو جاري کریں — همارې یهه خواهش هی ' اور یهه خواهش اُس سے مخالف نهیں هی جو همارے عربي کي تعلیم کے زنده کرنے والے دوست رکهتے هیں- فرق صرف یهه هی که هم اُس انگریزي تعلیم کو جو جاري هی ' اور جو ابهي تک ادهوري حالت میں هی اُسے پورا کرنا چاهتے هیں ' اور جس طرح بتدریج مالي حالت کے لحاظ سے ممکن هو ' انگریزي تعلیم کو ترقي دیتے جاتے هیں - اسي طرح سے رفته رفته اور درجه بدرجه عربي تعلیم کي ترقي کے بهي خواهان اور اُس کے لیئے ساعي هیں - همارے دوستوں کي یهه غلطي هی ' که وه عربي تعلیم کو مقدم سمجهتے هیں ' اور یهه کهتے هیں که تعلیم کا اصلي مقصد یعني دماغي اور اخلاقي تربیت صرف عربي تعلیم سے حاصل هوگي — اور اس کے لیئے وه انگریزي تعلیم کي ضرورتوں پر خیال نهیں کرتے ' اور اُس کے ادهورا رهنے کي پرواه نهیں کرتے ' اور ایک ایسا بڑا سرمایه جو ابتک محمدن یونیورسٹي کے لیئے بهي جمع نهیں هوا صرف عربي کي تعلیم کے لیئے جمع کرنا چاهتے هیں *

سر سید انگریزي کي ناقص تعلیم کے ساتهه بهي مشرقي تعلیم کے مخالف تهے

جبسے عربي تعلیم زنده کرنے کي بحث شروع هوئي هی ' بعض اخباروں میں یهه لکها گیا هی - که مرحوم سر سید کي مخالفت '

مشرقي تعليم سے جس بنياد پر تھي ' وہ اب قايم نہيں کي جاتي -
اور اس لیئے سر سيد کي مخالفت سے استناد کرنا بے محل ھی -
سر سيد مشرقي تعليم کے اُس حالت میں مخالف تھے ' جبکہ صرف
مشرقي علوم پڑھائے جاتے ' اور انگريزي تعليم اُس کے ساتھہ نہوتي -
مگر اب جو تجويز پيش کي گئي ھی ' وہ يہہ ھی کہ عربي تعليم کے ساتھہ '
انگريزي تعليم لازمي ھو ' اور بعد بي اے ڈگري حاصل کرنے کے ' ايم اے
کي ڈگري کے ليئے عربي پڑھائي جاے - اور اُسي کے ليئے ايک لاہق
استاف رکھا جاے — مگر يہہ خيال صحيح نہيں ھی ' اس ليئے کہ
عربي درسگاہ قايم کرنے کي جو تجويز پيش کي گئي ھی — اُس ميں
بقدر ضرورت انگريزي تعليم شريک کي گئي ھی — اُس ميں انگريزي
ميں بی اے ھونے ' اور صرف ايم اے کے ليئے انگريزي تعليم حاصل کرنے
کي شرط اور قيد نہيں ھی — اُس کا تو مطلب ھي دوسرا ھی - اُس کے
غرض ايک دوسرے مدرسہ عاليہ کلکتہ کا اصلاح شدہ حالت میں ' بمقام
عليگڈہ قايم کرنا ھی - تاکہ مسلمان عربي میں اعلی درجہ کي لياقت
حاصل کريں ' علماے قديم کي تحقيقاتوں کو دريافت کريں ' اور پراني
کتابوں کو تلاش کريں ' اور پراني اسلامي فلسفہ کو زندہ کريں اور
مسلمان عالي دماغ اور روشن خيال اور حکيم اور فلسفي بنائے جائيں ' نہ کہ
ايسے لوگ پيدا کيئے جائيں جو دولت اور ثروت پيدا کرنے کي اہليت رکھتے
ھوں - کيونکہ مسلمانوں کو علم کي ضرورت ھی نہ کہ دولت کي *

ھم اُوپر سيد صاحب کے اس قول کو لکھہ چکے ھيں ' کہ " علم کو شوق
حق اور ذوق علم کے ليئے سيکھنے کا دعوی ايک جھوٹا دعوی ھی " —
اب ھم يہہ دکھاتے ھيں ' کہ سرسيد صرف مشرقي تعليم کے مخالف نہ
تھے ' بلکہ وہ اسکے بھی مخالف تھے کہ انگريزي کي تعليم ادھوري ھو اور
ايف اے کي ڈگري کے بعد مسلمان طالب علم عربي پڑھنے میں مشغول
ھوں — اور ھم ديکھتے ھيں کہ مسٹر براون اپني اسکيم میں انگريزي میں
ايف اے ھونے کے بعد عربي پڑھنے کو مضر نہيں سمجھے - اور يہہ وہ
تجويز ھی جس کے سر سيد سخت مخالف تھے *

چنانچہ سر وليم ميور نے اپني چٹھي متذکرہ بالا میں يہہ راے دي
تھي ' کہ " کلکتہ يونيورسٹي کے ايف اے کے امتحان کے بعد انگريزي علم

ادب کي خواندگي موقوف کردي جاے ' تاکہ طالب علم کو اسبات کا موقع ملے ' کہ وہ اپني تمام کوشش کو ' علوم مشرقي کي تحصيل ميں صرف کرے ' اور نہز ٹوٹي کتاب تاريخ انگريزي ميں پڑھاني قايم رکھي جاوے " اس کے جواب ميں سر سيد لکھتے ھيں ' کہ " ايف اے کے امتحان کے بعد ' علوم مشرقي کي تحصيل کي تجويز کرنا ايک نہايت حيرت انگيز تجويز ھي — اس ليئے کہ ايک طرف تو گورنمنٹ ھمکو بتلاتي ھي ' کہ تمہارے حقوق اور يورپين رعايا کے حقوق بالکل برابر ھيں ' تم بھي لندن جاکر کامپٹيشن سول سروس کے امتحان ميں شريک ھو ' اور امتحان پاس کرو ' تمارے ليئے وہ سب عہدہ موجود ھيں ' جو يورپين کے ليئے ھيں ' مگر ايف اے يا ايٹل گو کے درجہ سے زيادہ انگريزي مت پڑھو " *

" ھمنے ھندوستانيوں کے ليئے بشرطيکہ بي اے امتحان پاس کرليا ھو ' ھائي کورٹ کي وکالت کے امتحان کا دروازہ کھول رکھا ھی ' جس کے بعد وہ منصف اور سب جج ' اور کسي غير آئيني ملک ميں دستورکت جج بھي ھوسکينگے ' اور کبھي ھائي کورٹ کا جج بھي بنادينگے ' مگر ايف اے سے زيادہ انگريزي مت پڑھو " *

" ھمنے تمہارے ليئے لاندن ميں جاکر تعليم پانے کے ليئے نہايت فياضي سے اسکالرشپيں مقرر کي ھيں ' بشرطيکہ اکيس برس کي عمر سے پہلے بي اے آنرز کا امتحان پاس کرليا ھو مگر تم ايف اے سے زيادہ انگريزي ھرگز مت پڑھو " *

" ھم اپني پرائيويٹ مجلسوں ميں تمہاري نالياقتي پر ھنسا کريں ' اور کبھي تمہاري نالياقتي اور اعلی عہدوں کے ناقابل ھونے کي ' رپورٹ بھي نہايت دلچسپ عبارت ميں لکھا کريں ' مگر تم اسکا کچھہ خيال مت کرو — اور ايف اے سے زيادہ انگريزي مت پڑھو — ' *

" جب تم ھمارے پاس آؤ اور ھم سے غلط انگريزي بولو ' جس سے ھم خفا ھوکر تمکو ڈام فول کہيں ' اور تمہاري مشرقي تعليم يافتہ زبان کو ھم نہ سمجھہ سکيں ' اور پھر خفا ھوکر تمکو ڈام فول کہيں ' تو تم اپنے دل ميں ناراض نہو ' اور ايف اے سے زيادہ انگريزي پڑھنے کا قصد مت کرو '

بلکہ علوم مشرقي کي تعليم ميں مصروف رهو — گو ايسي تعليم سے نه تمکو انگريزي ميں ليافت آويگي نه علوم مشرقي ميں — مگر تمهارے خوشحال رهنے کے ليئے يونيورسٹي سے ايف اے کے امتحان ميں پاس هوجانا کيا کافي نهوگا " *

" گورنمنٹ کو خيال کرنا چاهيئے که يهه کيسي مختلف باتيں هيں ، اور کيا گورنمنٹ سمجهتي هی که ان باتوں سے رعايا ناراض نهيں هوتي " *

انتخابات متذکره بالا کے ديکهنے سے کسي کو شک نه رهيگا ، که مرحوم سر سيد مشرقي تعليم کو غير مفيد سمجهتے تهے — اور اس سے يهه بهي معلوم هوگا ، که مرحوم سر سيد انگريزي کي ادهوري تعليم کے ساتهه ، مشرقي علوم يا مشرقي لٹريچر کي تکميل کو بهي ، اپني قوم کے ليئے مضر سمجهتے تهے — اور ايف اے کے بعد طالب علم کے عربي ميں مشغول هونے کو بهي مضر جانتے تهے *

بي اے هونے کے بعد عربي پڑهنا

اب صرف ايک سوال باقي رہ گيا هی — که بي اے کے بعد اگر کوئي عربي ميں ايم اے هونے کي ڈگري لينا چاهی ، تو سر سيد کي اُس کي نسبت کيا راے تهي ؟ — همارے نزديک اُن کے تمام خيالات ، رايوں ، تحريروں ، اور تقريروں کے ديکهنے سے معلوم هوتا هی ، که وه اسے بهي پسند نه کرتے تهے - اس ليئے که وه يونيورسٹي کي موجوده تعليم کو اعلی تعليم هي نهيں سمجهتے تهے - وه تو اعلی تعليم اُس تعليم کو کهتے تهے ، جو کيمبرج اور آکسفورڈ يونيورسٹي ميں دي جاتي هی ، اور وه اُسي سسٹم پر ، اپنے يهاں تعليم دينا چاهتے تهے — اور اس قسم کي تعليم کي اُن کو گورنمنٹ کي موجوده يونيورسٹيوں سے کچهه اُميد نه تهي — اور اسي ليئے وه ايک ايسي آزاد اور عليحده محمدن يونيووسٹي چاهتے تهے ، جو گورنمنٹ کي غلامي سے آزاد هو ، اور اپني تعليم کا آپ انتظام کرسکے - اس خيال کو اُنهوں نے مختلف مقامات اور مختلف موقعوں پر ظاهر کيا — چنانچه اپني ايک اسپيچ ميں جو بمقام جالندهر ۲۰ اپريل سنه ۱۸۹۴ ع کو دي تهي ، اُنهوں نے فرمايا ،، که " جو تعليم انگريزي

میں همکو دي جاتي هی وہ کافي نہیں هی ' وہ اُس تعلیم سے بہت پیچھے هی ' جو میں چاهتا هوں - یونیورسٹي کي ڈگریاں همکو تعلیم یافتہ بنانے کے لیئے کافي نہیں — یونیورسٹیوں کي مثال ' اور همارے کالج کے لڑکوں کي مثال ' آقا و غلام کي مثال هی — هم یونیورسٹیوں کے تابع هیں ' اُن کے هاتھہ بکے هوئے هیں ' جو ٹکڑا علم کا وہ دیتي هی ' اُسي کو کهاکر پیٹ بهرتے هیں ' اور اُسي پر قناعت کرتے هیں — اے دوستو — هماري پوري تعلیم اُسوقت هوگي ' جبکہ هماري تعلیم همارے هاتھہ میں هوگي ' یونیورسٹیوں کي غلامي سے ' همکو آزادي هوگي - هم آپ اپني تعلیم کے مالک هونگے - اور بغیر یونیورسٹیوں کي غلامي کے هم آپ اپني قوم میں علوم پهیلائینگے — یونیورسٹي کي تعلیم همکو صرف خچر بناتي هی - هم آدمي جب هي بنینگے ' جب هماري تعلیم همارے هاتھہ میں هوگي '' *

جبکہ مرحوم یونیورسٹي کي اعلی سے اعلی ڈگري کو بهي ' هائي ایجوکیشن نہیں سمجهتے تهے ' اور موجودہ یونیورسٹیوں کے بي اے بلکہ ایم اے کي ڈگري پانے والوں کو ' خچر سمجهتے تهے — تو صاف ظاهر هی کہ وہ چاهتے تهے کہ انگریزي تعلیم اُس طرح کي هو جیسے کہ کیمبرج اور آکسفورڈ یونیورسٹي میں هوتي هی — جس سے اصلي لیاقت اور اصلي فائدہ قوم کا حاصل هو — اور اس لیئے وہ چاهتے تهے کہ اعلی درجہ کے پروفیسر کالج میں هوں اور وہ خاص خاص مضامین پر لکچر دیا کریں — اور اپنا اثر طالب علموں پر ڈالیں — مرحوم هرگز اس بات کو پسند نہ کرتے تهے ' کہ بي اے کي ڈگري لیکر بهي آیندہ مسلمان صرف مشرقي تعلیم میں مشغول هوں - البتہ موجودہ حالات کے لحاظ سے وہ اُسے منع نہ کرتے تهے ' کہ بعد بي اے کے ' اگر کوئي مسلمان طالب علم ' اپني موضي سے عربي میں ایم اے کي ڈگري لینے کے لیئے کوشش کرے ' تو عربي بطور سکنڈ لینگوج کے اُسے پڑهائي جاوے مگر اصل یہہ هی کہ جب تک ایک بڑا گروہ مسلمانوں کا انگریزي هائي ایجوکیشن ' جیساکہ وہ چاهتے تهے حاصل نہ کرے ' وہ پسند نہ کرتے تهے ' کہ مسلمان مشرقي تعلیم کے جال میں پهنسیں - البتہ اُس حالت میں جبکہ انگریزي میں اعلی تعلیم کا پورا انتظام هو جاے ' اور اُس کا اهتمام خود مسلمانوں کے هاتھہ میں هو ' وہ ضرور چاهتے تهے ' کہ عربي و فارسي میں اعلی تعلیم کا انتظام

کیا جاے - اور اسي واسطے اُنہوں نے عربي و فارسي کو محمدن یونیورسٹي کي تعلیم کي مختلف شاخوں میں ایک ضروري شاخ قرار دیا هی •

مگر اس وقت اور ایسي حالت میں ' جبکہ محمدن یونیورسٹي کے خواب کي ابھي تک کوئي تعبیر ظاهر نہیں هوئي ' اور اُس کا وجود عالم خیال سے عالم شہود میں نہیں آیا ' — همکو صرف یہہ دیکھنا هی ' کہ مدرسۃالعلوم میں کسي بڑے پیمانہ پر عربي کا ڈپارٹمنٹ قایم کرنا مناسب ' اور سر سید کي پالسي کے موافق هی ' یا نہیں ؟ هم اسکا جواب نفي میں دیتے هیں ' اور نفي میں دیتے رهیں گے ' جبتک انگلش هائي ایجوکیشن کي تمام ضرورتیں پوري نہوجائیں - اسکو هم جانتے هیں بلکہ مفید اور ضروري بھي سمجھتے هیں ' کہ جسطرح تعلیم کي مختلف شاخوں کو بتدریج هم مستحکم کرتے ' اور ترقي دیتے جاتے هیں ' اُسیطرح عربي کي تعلیم کو بھي بحیثیت سے کہ لینگویج هونے کے ' زیادہ مستحکم کریں - اُسکو ترقي دیں — اور زیادہ مفید اور بکار آمد بنائیں — لیکن جیسا کہ هم پہلے کہہ چکے هیں ' عربي تعلیم کو اُس پیمانہ پر پہونچانا ' جس کے لیئے پانچ لاکھہ یا دس لاکھہ روپیہ کے جمع کرنے کي ضرورت هو ' هم هرگز پسند نہیں کرتے — بلکہ هم صاف صاف کہتے هیں ' کہ هم اس کے سخت مخالف هیں ' اور هم اسکو اپنے کالج کے لیئے نہایت هي مضر ' اور انگلش هائي ایجوکیشن کے لیئے نقصان رساں سمجھتے هیں — اس لیئے کہ هماري منتہاے سعي یہہ هی ' اور هماري تمام آرزوئیں گویا اسپر منحصر هیں — کہ دس لاکھہ روپیہ بیادگار سر سید احمد میموریل فنڈ جمع هو ' اور وہ اسطرح پر صرف کیا جاے ' کہ ایم اے او کالج بالاخر یونیورسٹي کے درجہ تک پہونچ جاے — اگرچہ یہہ رقم یونیورسٹي قایم کرنے کے لیئے نہایت ناکافي ' اور نہایت هي خفیف هی — اس پر بھي چہ برس هوگئے ' کہ باوجود تمام کوششوں کے ' باوجود اُس جوش کے جو مسلمانوں میں بعد سر سید کي وفات کے پیدا هوا تھا ' باوجود اُس قابل قدر اور قابل شکر مدد کے جو گورنمنٹ نے دي ' باوجود اس کے کہ هز اکسلنسي لارڈ ایلگن نے وہ مشہور همدردانہ چٹھي لکھي جو گویا مسلمانوں کو اور نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ کل هندوستان کو اس یادگار کے لئے چندہ دینے کي [illegible] والي تھي ' اور باوجود اس کے

کہ ہز آنر نواب لفٹننٹ گورنر بہادر ممالک متحدہ نے بمقام علیگڈہ ' اور ہز آنر نواب لفٹننٹ گورنر بہادر بنگال نے بمقام کلکتہ ' اور دیگر مقامات پر بڑے بڑے حاکموں نے ' پبلک میٹنگ میں سر سید میموریل فنڈ کی میر مجلسی کی کرسی کو زینت دی ' اور نہایت موثر اور ترغیب دلانے والی اسپیچیں دیں ' اور اپنی طرف سے چندے دیئے - مسلمانوں نے اپنی قوم کے سب سے بڑے شخص کی یادگار ' اور اپنی قومی ترقی کے کام میں' اور یونیورسٹی جیسی عمدہ تجویز کے لیئے ' جس کے نام پر وہ وجد کرتے ہیں' اور اُس کے لیئے زبانی اسپیچوں اور تقریروں میں وہ جوش دکھاتے ہیں ' کہ اس تجویز کی تکمیل کے سوا گویا اُنہیں کوئی دوسرا کام ہی نہیں ہی ' صرف ایک لاکھ روپیہ دیا — وہ بھی بے انتہا گفتگو اور بہت سی باہمی مبارکباد کے بعد — اور اُس میں سے بھی بڑا حصہ قرضہ میں دینا پڑا - تو کیا کالج کے ساتھ یہہ دوستی اور مقتضاے دانشمندی ہی — کہ صرف عربی کی تعلیم کے لیئے ' ہم پانچ لاکھ روپیہ سرمایہ جمع کرنے کی فکر کریں ' اور اصلی کام کو ادھورا چھوڑ دیں — اور کیا یہہ ہوالہوسی اور دیوانگی نہیں ' کہ ہم اسبات کی توقع کریں ' کہ اُس قوم سے جس نے محمدن یونیورسٹی کے لیئے ابتک لاکھ روپیہ سے زیادہ نہ دیا ' اور باوجود کوشش کے اب آیندہ کوئی چندہ بھی نہیں دیتا — بلکہ جن پر بموجب اُن کے وعدہ کے ہزاروں روپیہ کی رقمیں باقی ہیں ' وہ مانگنے کے نام پر روپیہ دینے کے بجاے گالیاں دیتے ہیں - عربی کے لیئے پانچ لاکھ وصول ہوسکیں گے ؟ !!! ہرگز نہیں ' ہرگز نہیں ' - بلکہ اس سے اصل مقصد ہمارا فوت ہوگا ' ہماری قوت متفرق اور منتشر ہوجاویگی ' اور ایک غیر ضروری کام کے لیئے چندہ مانگنے سے لوگ پریشان ہوں گے — ہماری سمجھہ میں نہیں آتا ' کہ ہمارے معزز دوست کیا مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے ' کیا اُن کو انگریز جانتے ہیں — کہ جسطرح انگریزوں نے ایک کروڑ روپیہ چند مہینوں میں برمنگھم یونیورسٹی کے لیئے ' اور پندرہ لاکھ روپیہ سوئان کی یونیورسٹی کے لیئے جمع کردیا — وہ عربی تعلیم کے لیئے پانچ لاکھ روپیہ بیس برس میں بھی دیدینگے - اگر اُن کا ایسا خیال ہی تو وہ مسلمانوں کے حالات اور اُن کے عادات سے محض ناواقف ہیں — ہم اپنی قوم کا

حال خوب جانتے ھیں — قومي کام جیسا ھم لوگ کرتے ھیں ' اور اُس کے لیئے جو کچھہ درد ھمارے دلمیں ھی ' اور چندہ جس طرح پر ملتا ھی ' اُس کي مشکلات اور دقتیں کوئي ھم سے پوچھے — صبر نوح اور صبر ایوب چاھیئے تب کہیں شاید دس لاکھہ روپیہ محمدن یونیورسٹي کے لیئے وصول ھوسکینگے - اگرچہ ھم کو اس کي بھي اُمید نہیں ھی — ایسي حالت میں جو دس بیس ھزار روپیہ سال- دباو سے ' خوشامد سے ' مروت سے ' اسپیچیں اور لکچر دینے سے ' طالب علموں کو بھیک مانگنے کے لیئے در بدر بھیجنے سے ' ایک ایک روپیہ مسلمانوں سے ون روپي فنڈ اسکیم کے نام سے منگ کر جمع ھوتا ھی- وہ عربي کي تعلیم میں صرف کیا جاے - اور وہ کام جو اُس سے بہت زیادہ ضروري ھیں وہ نا تمام چھوڑ دیئے جاویں - ھم تو ھرگز ایسي تجویز کو نہ پسند کرینگے ' نہ اُسکو جایز سمجھیں گے - بلکہ بیدردي اور نا انصافي سمجھینگے *

مسٹر براون کا یہہ خیال کہ خاص عربي کے واسطے پانچ لاکھہ چندہ جمع ھوجائیگا' اور فراھمي چندہ مطلوبہ میں کچھہ دقت نہوگي' اور اُنکو آٹھہ آدمي ایسے ملجائینگے جو دو سو روپیہ ماھوار دیں !!! ھمارے نزدیک قوم کے حال سے ناواقفیت پرمبني ھی - خدا کرے کہ اُنکا یہہ خیال صحیح ھواور اُنکا خیال چندہ اُنہیں ملجاے - مگر جہاں تک ھمکو اپني قوم کا حال معلوم ھی ' اور جہانتک ھمکو سرسید کے زمانہ کا اور اپنے وقت کا تجربہ ھی ' اُسکے لحاظ سے تو ھم کہہ سکتے ھیں - کہ ایں خیال ست و محال ست و جنوں- مسٹر براون نہیں جانتے کہ مرحوم سر سید کو تیس برس کي کوشش میں باوجود گورنمنٹ کي مدد' اور والیان ریاست کي اعانت' اور اُنکے انگلوئینشل دوستوں کي کوششوں کي کالج کے لیئے کیا ملا ؟ - سات لاکھہ روپیہ سے زیادہ نہیں ملا - وہ عمر بھر کوشش کرتے رھے ' اور حیرت انگیز مدد اُنکو ملتي رھي ' پھر بھي اُن کا ھاتھہ خالي رھا — ھمارے معزز مسٹر براون تھوڑي دیر کے لیئے ھمارے پاس آئیں ' تاکہ ھم اُن کو سر سید کا مرثیہ سنائیں' اور جس چیز کو وہ آسان سمجھتے ھیں اُس کي مشکلات بتائیں - مرحوم سر سید اپني مشہور اسپیچ میں جو اجلاس ھشتم محمدن ایجوکیشنل کانفرنس میں دي تھي اور جو مسلمانوں کي قسمت کے فیصلہ کے نام سے مشہور ھی — اپنے دلي درد کا کس رنج بھرے لفظوں میں اظہار

کرتے ھیں - وہ فرماتے ھیں کہ " ھمنے اتنے بڑے عظیم‌الشان کام کي تکمیل کے لیئے روپیہ فراھم کرنے میں کوئي دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا — اُس کے لیئے ھم نے دست گداگري ھر امیر و غریب کے سامنے پھیلایا اور اُس عار کو اپنے اوپر گوارا کیا ' جس کي نسبت کہا گیا ھی کہ

بدست آھک تفتہ کردن خمیر * بہ از دست دریوزہ پیش امیر

ھمنے اسي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ قیامت کا عذاب اپني گردن پر لیا ' کالج کي تکمیل کے لیئے - نہیں نہیں ' قومي ترقي کا سامان مہیا کرنے کے لیئے لاٹري ڈالي — جوا کھیلا — اُس پر بس نہیں کیا ' اور اس شہر پر حمل کیا

شعر

رومسخرگي پیشہ کن و مطربي آموز * تا گنج زر از کہتر و مہتر بستاني

سوانگ بھرا - اسٹیج پر کھڑے ھوئے — دوستوں نے فقیروں کا بھیس بدلا — بدو بنکر اور مینھدھابغل میں دابکر خدا کے لیئے مانگا ' مگر قوم نے کچھہ نہ سمجھا اور مقصد پورا نہوا — اور اس کا سبب کچھہ مفلسي نہیں ھی بلکہ صرف یہہ ھی کہ قوم میں جوش نہیں ھی - اور حقیقت میں اُسمیں جان باقي نہیں ھی " *

اُن کي وفات کے بعد سارے ھندوستان کے مسلمان محمدن یونیورسٹي کے بنانے پر آمادہ ھوئے ' شور وغل کي آواز نے فرشتوں کے کان بھي بہرے کردیئے ' مگر چہ شد ؟ - ھیچ نہ شد ' یک لکہ ھم وصول نہ شد !!! *

غرضکہ بڑي مشکل اور بڑي ضروري کوشش محمدن یونیورسٹي کے لیئے دس لاکھہ جمع کرنے کي ھی — جسکو ھماري یونیورسٹي کے نامور اور مشہور حامي ھز ھائینس آغا خاں نے ایک کروڑ تک بڑھا دیا ھی - ھم سب خیر خواھان قوم اور ترقي خواھان کالج کا فرض ھی ' کہ اس کے جمع کرنے کے لیئے کوشش کریں' اور ساري قوت اُس پر صرف کریں - نہ کہ عربي کے لیئے پانچ لاکھہ روپیہ جمع کرنے کي فکر میں پڑیں ' اور اپني قوت کو منتشر کردیں - جسکا نتیجہ دونوں طرف سے ناکامیابي اور محرومي ھو - اگر ھم دس لاکھہ روپیہ جمع کرسکیں تو عربي کي تکمیل

کا مقصد بھي حاصل ھو جاویگا - اس لیئے کہ وہ ھماري مجوزہ محمدن یونیورسٹي کي اسکیم میں داخل ھی *

دس لاکھہ روپیہ کے جمع ھونے پر اُسکي آمدنی کس طرح پر صرف ھوگی

اس لیئے ھمکو یہہ دیکھنا چاھیئے ' کہ دس لاکھہ جو ھم جمع کرینگے ' اُسکا کس طریقہ سے صرف کیا جانا تجویز ھوچکا ھی — اُسکا حال یہہ ھی ' کہ بالفعل ھمارے اسٹاف میں ' علاوہ پرنسپل کے تین یورپین پروفیسر ھیں ' اور یہہ تعداد نہایت ناکافي ھی- یونیورسٹي کمیشن کے ممبر جب اس کالج میں تشریف لائے تھے ' اُنہوں نے بھي اپنا یہي خیال ظاھر کیا تھا - اس لیئے ھمکو صرف آرٹس کي تکمیل کے لیئے ' کم سے کم تین اور انگریزي پروفیسروں کي ضرورت ھی — مرحوم مسٹر بیک جنکي رائے مدرسۃالعلوم کے معاملات میں مثل سر سید کے قابل استناد ھی ' اپني ایک تحریر میں لکھتے ھیں کہ " علاوہ پرنسپل کے پانچ یوروپین پروفیسر مدرسۃالعلوم میں ھونے چاھیئیں - ایک پروفیسر انگلش لٹریچر کے لیئے - دوسرا زبان انگریزي کے لیئے - تیسرا فلاسفي کے لیئے - چوتھا ھسٹري کے لیئے - پانچواں اکانومکس کے لیئے " - انگریزي کے دو پروفیسروں کي ضرورت پر اُنہوں نے بہت زور دیا ھی ' اور لکھا ھی کہ " انگریزي کے لیئے دو پروفیسروں کي ضرورت اس لیئے ھی ' کہ انٹرینس سے ایم اے تک چھہ جماعتیں ھیں ' اور یہہ کہ ایف اے کي جماعتوں کو ' علاوہ علمي کورس کے ' ترجمہ میں بھي تعلیم کي ضرورت ھوتي ھی — اعلی تعلیم میں ایک پروفیسر خاص انگریزي لٹریچر پر لکچر دیگا — اور دوسرا انگریزي زبان پر — یہہ تقسیم الہ آباد یونیورسٹي کے موجودہ ایم اے کورس میں بھي مانی گئي ھی " اور وہ یہہ بھي ضروري سمجھتے ھیں کہ کالج میں نیچرل سایئنس کا ایک اسسٹنٹ پروفیسر بھي ھو تاکہ وہ علم طبیعات ' اور کمسٹري میں ' اس قسم کي تعلیم دے سکے ' جیسي کہ آرٹس کے طالب علموں کے واسطے ھوني چاھیئے *

علاوہ ان پانچ یورپین پروفیسروں کے اُنہوں نے دو اور یورپین پروفیسر کي ضرورت بتائي ھی — ایک قانون کي تعلیم دینے کے لیئے نامہ ایک

ایسا انگلش پروفیسر اسٹاف میں ہو ' جو اپنا تمام وقت مسئلہ قانون اور جورس پروڈنس کي تحقیقات میں صرف کرسکے ' اور هندوستاني قانون کي تعلیم ایک وکالت کرنے والے بیرسٹر کے هاتھہ میں رهے دوسرا — عربي کي تعلیم کے لیئے *

چنانچہ اس کے متعلق وہ لکھتے هیں' کہ " عربي و فارسي کي تعلیم کو یورپ کي تعلیم کے درجہ تک پہونچانے کے لیئے — یہہ امر لازمي هی کہ مشرقي زبانوں کا ایک نامور یورپین عالم ' اسٹاف میں اور اضافہ کیا جاے — اور اسکي وجہ یہہ هی کہ بالفعل فارسي اور عربي کي تعلیم اس درجہ کي نہیں هی جیسي کہ سنسکرت کي تعلیم هی — اور منجملہ دیگر وجوهات کے اس کا ایک سبب یہہ بھي هی ' کہ هندوستان میں متعدد نامور یورپین موجود هیں جو سنسکرت کے عالم هیں - هندوستان کے عالموں کي خواہ کتني هي لیاقت کیوں نہو ' مگر اس میں کچھہ شبہہ نہیں کہ مغربي طرز تعلیم یہانکے مروجہ طریقہ سے بدرجہا بہتر اور اعلی هی ' اور جبتک کہ کالج میں ایک لایق یورپین موجود نہو جو مشرقي زبانوں کا عالم هو ' اُس وقت تک کالج میں عربي و فارسي کي تعلیم کي ' مہذب اور تعلیم یافتہ دنیا کي نگاہ میں کوئي وقعت نہیں هوسکتي علاوہ عربي پروفیسر کے ایک پروفیسر تاریخ اسلام کے پڑھانے کے لیئے بھي تجویز کیا گیا هی — جس کي نسبت بیک صاحب لکھتے هیں کہ " تاریخ ایک ایسا وسیع مضمون هی کہ ایک پروفیسر اُس کي تمام ضروریات پر کسي طرح حاوي نہیں هوسکتا — ممالک اسلام کي تاریخ کے متعلق کثرت سے ایسے واقعات اور مواد موجود هیں ' جن پر اب تک فلسفیانہ طریقہ سے کسي نے بحث نہیں کي — جو شخص اس عہدہ پر مامور کیا جاے اُس کے لیئے ضرور هی کہ فارسي اور عربي زبانوں سے ماهر هو — اور اُس نے یورپین طریقہ تحقیقات کي عمدہ تعلیم پائي هو '' اس سے ظاهر هی کہ عربي تعلیم کو ترقي دینا ' اور اسلامي تاریخ کو بڑھانا اور اُس کے لیئے دو یورپین پروفیسر کا بلانا ' خود هماري محمدن یونیورسٹي کي اسکیم میں داخل هی- لیکن بعد پورا کرنے یورپین اسٹاف کے جو انگلش هائي ایجوکیشن کے لیئے ضرور هی *

عربي پڑھنے کے لیئے طالب علم مشکل سے آئینگے

اس کے بعد یہہ سوال پیش ہوتا ہی - کہ عربي تعلیم کے شایق ہمکو مل بھي سکینگے یا نہیں ؟ — جہاں تک ہم طالب علموں کے طبایع کا رجحان دیکھتے ہیں ' اور اُن کي خواہشوں سے واقف ہیں ' بہ لحاظ اُس کے ہم کو اندیشہ ہی کہ عربي کي اعلی کلاسوں میں طالب علم نظر آئینگے - اس لیئے کہ موجودہ حالت میں طالب علموں کے خیالات سایئنس اور ٹیکنیکل تعلیم کي جانب بڑھتے جاتے ہیں — اور آرٹس میں وہ انگریزي ' تاریخ ' اور فلسفہ ' کو پسند کرتے ہیں- عربي کي طرف باوجودیکہ وہ بہ نسبت اور مضمونوں کے سہل ہی پسند نہیں کرتے — اس وقت بھي ہمارے کالج کي تعلیم میں یہہ نقص بتاتے ہیں — کہ نہ اُس میں فلسفہ ہی ' نہ اُس میں سائنس ہی ' نہ معمولي کتابي تعلیم سے زاید کسي قسم کي دماغي ' اور تحریري ' قوت کي ترقي کے دینے کا سامان ہی — کسي پروفیسر کو موجودہ پروفیسروں میں سے اتني فرصت نہیں ' کہ وہ کسي علمي مضمون پر علاوہ کتاب پڑھانے کے لکچر دے — یا طالب علموں کو مضامین لکھانے کي مشق کراے — یا تحریر و تقریر کرنے کي قوت بڑھاے - یا اپني صحبت کا اثر طالب علموں پر پہونچاے - اور ہم بھي نہیں دیکھتے کہ ہمارے مدرسہ کے طالب علم انگریزي تحریر و تقریر میں بہ نسبت کسي اور کالج کے طالب علموں کے کچھہ خاص امتیاز رکھتے ہوں— یا اُن میں ایسي تحریري قوت ہو ' جس سے کسي علمي مضمون پر تالیف و تصنیف کرنے میں اُنہوں نے ناموري حاصل کي ہو —اور اسٹاف کي کمي اور بے سرو ساماني کا سبب ہی — کہ ہمارے یہاں کے معمولي اخبار و رسالہ جو کالج کے نام سے یا کالج کي طرف سے نکلتے ہیں ' وہ بھي ایسے نہیں ہوتے جو دیکھنے کے قابل ہوں - اور علیگڈہ جو مرکز تعلیم و تربیت سمجھا جاتا ہی ' اُسکي وجہ سے مشہور ہو - جبکہ بالفعل تعلیم کي یہہ حالت ' اور اُس کے متعلق ایسي شکایت ہی - تو اصلي خیر خواہي ' اصلي ہمدردي ' اور کالج کي اصلي ترقي کي خواہش ' کا مقتضا

یہہ ھی — کہ یہہ نقص ' اور یہہ شکایتیں دور کی جاویں ' لٹریری مذاق بڑھایا جاے ' طالب علموں میں علمی روح پھونکی جاے ' اُن سے خلا ملا بڑھایا جاے - تاکہ وہ کالج لایف جس کے لیئے طالب علم مسٹر بیک اور مسٹر آرنلڈ کو یاد کرتے ھیں - اور جس کے لیئے مسٹر ماریسن کے مشکور ھیں ' پھر پیدا ھو — اور ھمارے کالج کے طالب علم علمی اور لٹریری مذاق میں خاص قابلیت پیدا کریں — اور وہ اپنی تحریر و تقریر کی لیاقت سے اپنی قوم پر اپنا اثر ڈال سکھیں اور اس نقص کا سبب یہہ نہیں ھی ' کہ کالج اسٹاف توجہ نہیں کرتا - بلکہ اصل وجہ یہہ ھی کہ کالج اسٹاف پورا نہیں ھی — موجودہ پروفیسروں کو اتنی فرصت نہیں کہ یہہ سب کام وہ انجام دے سکیں ●

بالفعل جو طالب علموں کی ترقی کالج میں ھی ' وہ اس وجہ سے نہیں ھی — کہ یہاں اعلی تعلیم کا وہ سامان مہیا ھی جو دوسری جگہہ نہیں ھی - بلکہ اول سبب اُس کا بورڈنگ سسٹم ھی جو دوسری جگہہ نہیں ھی اور جس کی نگرانی یورپین اسٹاف کے ھاتھہ میں ھی اور جن کے فیض صحبت سے مردانہ خصلتیں طلبہ میں پیدا ھوتی ھیں - اور دوسرا سبب یہہ ھی ' کہ ھم کالج کلاس کے طالب علموں کے ایک بڑے حصہ کی وظایف سے مدد کرتے ھیں ' اور ایک بہت بڑی رقم دس بارہ ھزار روپیہ سالانہ اس پر خرچ کرتے ھیں - اگر ھم آج وظایف بند کردیں ' یا وظایف کے لیئے ھمکو چندہ نہ ملے ' تو آج آدھا کالج اوجڑ جاے ' اور بورڈنگ ھاوس کے کمرے آدھے سے زیادہ خالی ھوجائیں - یا اگر اسی قسم کی مدد طالب علموں کو اُن کالجوں میں ملے ' جہاں سایئنس اور انگریزی اور فلسفہ کی تعلیم ھوتی ھی ' تو میں نہیں سمجھتا ' کہ اکثر طالب علم اُن کالجوں پر ھمارے اس قومی کالج کو ترجیح دیں - کوئی اسپر ملامت کرے ' یا افسوس کرے ' یا آنسو بہاے ' مگر واقعی حالت یہہ ھی - کہ تعلیم نہ شوق علم ' نہ ذوق حق کے لیئے حاصل کی جاتی ھی — بلکہ صرف دولت کمانے اور پیٹ پالنے کے لیئے — اور یہی سبب ھی کہ اُس قسم کی تعلیم کی طرف طالب علموں کا رجحان زیادہ ھی ' جن سے مفید پیشوں کی لیاقت حاصل ھو - اور ڈاکٹری ' اور انجنیری ' وغیرہ ملنے

کي اُميد هو — اگر عربي کي تعليم کا اُس بڑے اسکيل پر بندوبست کيا جاے ' جو همارے دوست چاهتے هيں - اور اگر اُس ميں اعلى درجه کي انگريزي داني کي قيد نهو ' تو يقينا بهانچيں خالي رهيں گي ' اور عربي کے پروفيسر درو ديوار کو ديکهنے کے سواے کسي طالب علم کو نه ديکهه سکينگے *

يهه خيال همارا هي نهيں هى ' بلکه خود مسٹر ماريسن نے جو تقرير محمدن يونيورسٹي ريزوليوشن کے پيش کرتے وقت بمقام لاهور کي تهي ' اُس ميں خود اُنهوں نے فرمايا تها — که " عربي علوم کي تعليم اگرچه دل و دماغ کے واسطے ايک عمده ترکيب هو ' مگر اس بات سے بالکل قاصر هى ' که طالب علموں کو اپنے حصول معاش کے وسائل بهم پهونچاے — چونکه هر شخص کے لئے بڑي ضرورت اپنا پيٹ بهرنا هى ' اور اگر آپ اُس قسم کا تعليمي سسٹم قايم کريں ' جس سے اگرچه دماغي تعليم بهت اچهي ملتي هو مگر پيٹ بهرنے کا اسميں کچهه سامان نهو - تو آپ کبهي اسبات ميں کامياب نهونگے ' که آپکے انسٹيٹيوشن ميں بهت سے طالب علم آئيں - يهي وه بات هى جو هندوستان ميں درپيش آئي هى — عربي کي تعليم زوال پذير هوتي جاتي هى ' اسوجه سے نهيں — که تعليم دينے کا اسميں معقول انتظام نهيں — بلکه اسوجه سے که کوئي اس کے سيکهنے کيواسطے نهيں آتا - بهت سےاوريئنٹل کالجونکا هم ذکر سنتے هيں ' مگر وه سب طالب علموں کي کمي کي وجه سے مجبوراً بند کرنے پڑے * پهلے ايم اے او کالج عليگڈه ميں بهي مشرقي تعليم هوتي تهي ' اور کيننگ کالج لکهنو ميں بهي کسيقدر اوريئنٹل تعليم دي جاتي هى - اور آپ جو لاهور کے رهنے والے هيں مجهسے بهتر اسبات کو جانتے هيں ' که ان اوريئنٹل ڈگريوں کي کسقدر کاميابي هوئي هى اور کتنے لوگ بي او ال اور ايم او ال کے لئے امتحان ديتے هيں - حقيقت يهه هى که آج کل عربي اور عربي علوم کي جيسي که اُنکي ابتک تعليم دي گئي هى بالکل ضرورت نهيں - آپ ايک ذليل اور چهوٹاسا بهي انگريزي اسکول کهوليئے تو طالب علموں کے مارے جگهه بهي نه رهيگي - مگر اعلى سے اعلى عربي زبان کے عالم کو مشکل سے اسبات ميں کامياب هوگي که وه منجمله تين سال کے اپنے کلاس کو ايک سال تک بهي قايم رکهے " *

اگر یہہ کہا جاے کہ یہہ حالت اُسوقت ہوگي ، جبکہ صرف عربي کي تعلیم دیجاے - مگر انگریزي میں بي اے ہونے کے بعد ایم اے کلاس کے لیئے عربي پڑھنے والوں کي کمي نہوگي - ہم کو اس میں بھي شک ہی - دو وجہ سے - ایک تو یہہ کہ جیسا زمانہ گذرتا جائیگا ، انگریزي میں اعلی لیاقت حاصل کرنے کي ضرورت محسوس ہوتي جائیگي ، طالب علم انگلش یا فلسفہ یا تاریخ پر زیادہ مائل ہونگے - اور بجز اُن لوگوں کے جو عربي میں ایم اے ہونیکو بہ نسبت دوسرے مضامین کے زیادہ آسان سمجھیں گے ، عموما طالب علم ہائي انگلش ایجوکیشن میں کسي مضمون کو زیادہ پسند کرینگے — دوسرا سبب یہہ ہی کہ خود ایم اے کلاس میں اسقدر تعداد طالب علموں کي کم ہوتي ہی ، کہ جو بڑا سامان اُس کے واسطے کیا جائیگا ، اُسکا عمدہ نتیجہ ظاہر نہوگا ، اور نہ جسقدر روپیہ یعني تین چار ہزار روپیہ ماہانہ اُس میں صرف کیا جانا تجویز ہوا ہی ، اُسکا فائدہ نظر آئیگا *

مسٹر ایل ٹپنگ قایم مقام پرنسپل علیگڈہ کالج کے اپني سالانہ رپورٹ سنہ ۲ - ۱۹۰۱ع میں لکھتے ہیں کہ " ایم اے کلاس کبھي قابل اطمینان نہیں ہوتا ہی — ہم کم از کم چھہ یا سات طالب علموں سے شروع کرتے ہیں اور سال کے ختم ہونے سے پیشتر اُن میں سے اکثر کو کہیں نہ کہیں نوکریاں ملجاتي ہیں ، اور بڑي خوشي کي بات ہوتي ہی ، اگر تاریخ امتحان تک ایک بھي طالب علم باقي رہجاے - اس سال ایک طالب علم امتحان میں شامل ہوا اور پاس ہوگیا — امتحان ایم اے کو عموما لوگ عزیز نہیں رکھتے — اُسکي وجہ میري راے میں یہہ ہی — کہ ایم اے دگري کي کوئي خاص بازاري قیمت نہیں ہوتي ، اور سواے تعلیمي پیشوں کے عام اغراض کے واسطے بي اے سے زیادہ قابل قدر نہیں خیال کیجاتي - ہندوستاني طلبا میں بے غرضانہ شوق علم کا ملنا مشکل ہی - اور بہت کم ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس روپیہ وقت اور خواہش بي اے سے آگے پڑھنے کے واسطے ہوتي ہی — اس امتحان میں جو اُمید وار شامل ہوتے ہیں عموما وہ لوگ ہوتے ہیں جو قانون پڑھتے ہوتےہیں اور جو بلاوقفت ایم اے کلاس میں بھي شامل ہوسکتے ہیں - اُن وجوہات سے معمولي ایم اے کلاس کسیقدر پستي میں ہی " *

جب بالفعل ایم اے کی تعلیم کی یہہ پست حالت ہی ' اور جسکا ثبوت اس سے اور بھی ہوتا ہی کہ چھہ برس میں سنہ ۱۸۹۸ ع سے لیکر سنہ ۱۹۰۳ ع تک صرف تین مسلمان ہمارے کالج سے ایم اے میں پاس ہوئے — تو مشکل معلوم ہوتا ہی ، کہ ایم اے کلاس میں عربی پڑھنے کے لیئے اتنے طالب علم آئیں' جن کے پڑھانے کے لیئے اسقدر بڑا سامان کیا جاتا ہی ' اور اسقدر رقم خطیر خرچ کرنے کی تجویز کی جاتی ہی البتہ موجودہ حالت کو عربی تعلیم کی ترقی دینا اور ایک مصری اور ایک ہندوستانی عالم کا پڑھانا مناسب اور مفید ہی — اور یہہ ایم اے کے پڑھانے اور عربی لٹریچر کو ترقی دینے کے لیئے کافی ہی ٭

ہماری آخری اور قطعی رائے عربی تعلیم کی مجوزہ تحریکوں کی نسبت

اگرچہ ہمنے اپنے ان تین آرٹیکلوں میں سر سید کے خیالات ' طالب علموں کی طبایع کا میلان ' عربی تعلیم کی ضرورت ' ظاہر کردی ہی ' لیکن اب ہم صاف صاف مختصر لفظوں میں اپنی راے اور اپنی خواہش اور اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں ٭

۱ — ہمکو اُن اپنے دوستوں کی طرف سے ، جنھوں نے عربی کے زندہ کرنے کی تجویزیں پیش کی ہیں ، کسی قسم کی بدگمانی نہیں ہی — بلکہ ہم صدق دل سے اعتراف کرتے ہیں ' کہ اُنھوں نے اپنے نزدیک صرف ہماری قوم کی ترقی اور بہبودی کے خیال سے ' یہہ تجویز پیش کی ہی — اور کیا کوئی شخص ایک لحظہ کے لیئے خیال کرسکتا ہی ' کہ مسٹر ماریسن سا راست باز ' پاکدل ' مسلمانوں کا سچا خیرخواہ ' کالج کا دل سے بہتری چاہنے والا ' کبھی ایسی تجویز پیش کریگا ' جو اُس کے نزدیک مسلمانوں کے لیئے درحقیقت مفید نہو — سارے ہندوستان میں غالبا ایک مسلمان بھی جو مسٹر ماریسن سے واقف ہوگا ' ایک لحظہ کے لیئے بھی ایسا خیال دلمیں نہ لائیگا — اور سواے اس کے کہ راے کا اختلاف ہو ' اور ہم اور ہمارے دوست مختلف خیال سے اس تجویز کو دیکھتے ہوں' کوئی وجہ بدگمانی کی نہیں ہی اور نہ فی الحقیقت سواے اختلاف راے کے کسی قسم کی بدگمانی ہی ٭

٢ — هم ایسي عربي درسگاہ کے علیحدہ میں قایم ہونے کي ضرورت نہیں دیکھتے' جس میں صرف عربي تعلیم ہو ' یا انگریزي بے اے سے کم درجہ کي رکھي جاوے - نہ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسي درسگاہ کے لیئے کافي طالبعلم جمع ہوسکینگے اور اگر اُس کے لیئے روپیہ قوم سے مانگا جاوے ' تو اُسے کالج کي ترقي اور یونیورسٹي بنانے کي اصلي تجویز کا بڑا مانع اور مزاحم اور قوت کا منتشر کرنے والا سمجھینگے *

٣ — هم عربي کي تعلیم کو بحیثیت سکنڈ لینگویج کے اپنے کالج میں ترقي دینا پسند کرتے ہیں ' اور اُسے ضروري اور مفید سمجھتے ہیں - اور اُس کے لیئے هم مسٹر ماریسن کي پہلي تجویز کو کہ ایک هندوستاني عالم اور ایک مصري عالم بلایا جاے ' پسند اور منظور کرچکے ہیں *

٤ — یورپین عربک پروفیسر کے بلانے کي بالفعل هم کو استطاعت نہیں هی — نہ جبتک انگلش ایجوکیشن کے لیئے اور دو یورپین پروفیسر' اور قانون کي تعلیم کے لیئے ایک زائد پروفیسر ' رکھنے کے لیئے هم مستقل آمدني پیدا کرلیں - عربي تعلیم کے لیئے کوئي یورپین پروفیسر بلا سکتے ' یا بلانا پسند کرتے ہیں *

٥ — اگر گورنمنٹ اپني مہرباني سے ایک یورپین پروفیسر اپني طرف سے همارے کالج کو دے تو هم نہایت شکر گذاري کے ساتھہ منظور کرینگے - بشرطیکہ کسي قسم کي قید و شرط نہ لگائي جاے ' اور ایم اے کلاس کي تعلیم همارے کالج میں صرف عربي پر محدود نہ کي جاے — بلکہ دوسرے مضامین کے لیئے بھي ایم اے کي تعلیم کا دروازہ کھلا رہے ' اور عربي مثل دیگر مضامین کے اختیاري ہو ' نہ جبري *

هم کو اُمید هی کہ هماري اس تحریر سے همارے دوست بھي غور و تامل کے بعد متفق ہونگے' اور هماري راے کو اپني راے سے زیادہ مخالف نہ پائیں گے — اور هماري ضرورتوں پر خیال کرکے وہ انگریزي تعلیم کي تکمیل کو دوسري تعلیم پر مقدم سمجھیں گے — اور یونیورسٹي کے لیئے دس لاکھہ روپیہ جمع ہونے سے پہلے وہ صرف عربي کے لیئے پانچ لاکھہ روپیہ جمع کرنے کا خیال محال دامیں نہ لائیں گے — اگر ایسا نہوا تو

هم بهي وهي کهيں گے جو مرحوم سر سيد نے کہا تها که "هم کو افسوس هی که نيک نيت کوششيں جو قبل از وقت هماري قوم کے بزرگ دوسري قسم کے خيالات سے کرتے هيں، وہ سب ضايع هورهي هيں — يا قوم کے عروج کے ليئے سب بے سود هيں" فقط *

عربي کي تعليم پر مولوی نذير احمد صاحب کي راے

جو مضمون عربي کي تعليم پر همارے معزز اور نامور عالم مولانا حافظ ڈاکٹر نذير احمد صاحب ايل ايل ڈي نے لکها هی وہ هم پبلک کي اطلاع کے ليئے شايع کرتے هيں *

هندوستان ميں اور ميرا خيال يهه هی که تمام اسلامي ممالک ميں عربي زبان کے ذريعه سے کامل و ناکامل تين طرح کي تعليم دي جاتي هی *

وال زبان کے متعلق - اس ميں صرف، نحو، معاني، بلاغت، عروض، ادب کي کتابيں نظم و نثر سب داخل هيں — يهه تعليم صرف و نحو سے شروع کي جاتي هی اور بدون اس کے چارہ نهيں — عربي کي صرف و نحو في نفسه هی بهي مشکل - اشکال کے علاوہ اس ميں اس قدر طوالت هوگئي هی که گويا وهي مقصود بالذات هی — طالب العلم کے وقت کا بڑا حصه اسي ميں صرف هوجاتا هی اور دوسرے علوم کي طرف متوجه هونے کي نوبت نهيں آنے پاتي — ليکن يهه قباحت رفع هوسکتي هی اس سے که صرف و نحو کے کورس ضروري اور مختصر اور آسان بنوا ديئے جائيں — عربي کي تعليم ميں ايک بڑا نقص يهه بهي هی که بولنے اور لکهنے کي مشق نهيں کرائي جاتي اور اونچي جماعتوں کے طالب العلم بهي بولنے، بات کرنے اور هر طرح کے مضامين کے لکهنے ميں عاجز پائے جاتے هيں — اس لياقت کا هونا موقوف هی مشق و مهارت پر اور مشق

و مہارت موقوف ھی اھل زبان کے اختلاط پر اور اختلاط نہ ھوا ھی اور نہ ھوسکتا ھی ھر روز کوئی حج کو نہیں جاتا — ھر روز حرمین کے خدام ھم سے مانگنے نہیں آتے ھر روز لارڈ کرزن ساحل عرب کے دورے کو نہیں جاتے کہ کسي عربي داں کو مترجم بناکر ساتھہ لے جائیں — اور بفرض محال اختلاط ھوا بھي تو کتابي زبان اور ھی اور روز مرہ کي اور — ھندیوں کو اتنا ھي بس کرتا ھی کہ کتابي زبان سمجھہ لیا کریں کیونکہ ھم کو کتابوں ھي سے سروکار رھے گا اور اس کے لیئے حاضر جوابي کي ضرورت نہیں — جب تک عربي سکنڈ لینگویج کے درجے میں رھے گي اس میں نمایاں ترقي کي توقع کرني فضول ھی — مگر ھم عربي کو سیکنڈ لینگویج کے درجے میں رکھنے پر مجبور ھیں — دنیاوي ضرورتوں کے لحاظ سے ھم کسي طرح عربي کو انگریزي پر ترجیح نہیں دے سکتے — منھہ سے کہدینا آسان ھی کہ طالب العلم کو ھمت بلند رکھني چاھیئے تاکہ وہ نفس علم کو تحصیل علم کا انعام سمجھے — مگر یہہ اُس تسلي جتني بھي نہیں جو ایک واعظ رمضان کے مہینے میں بھوکے پیاسے مسلمانوں کو وعدۂ اجر عاقبۃ سے دے سکتا ھی— عربي زبان کے ذریعہ سے جو علوم پڑھائے جاتے ھیں اُن میں سے دوسرے درجے پر سائنس بھي ھی اور سائنس میں منطق، فلسفہ، طبعیات، ھئیت و ما یماثلہا داخل ھیں — دستار فضیلت کے لیئے تو سائنس کا پڑھنا لازمي ھی مگر چونکہ فلسفہ اور مذھب میں زمانہ قدیم سے عداوت چلي آئي ھی مذھب اسلام نے بھي فلسفہ کو اُبھرنے نہیں دیا — بے شک ایک زمانے میں مسلمانوں کو سائنس میں بڑا توغل رھا ھی — انہوں نے یوناني کتابوں کے ترجموں کے علاوہ خود بھي علوم میں معتدبہ اضافہ کیا اور کچھہ عالم ایسے بھي ھو گزرے ھیں جنہوں نے سائنس اور مذھب میں موافقت کرانے کي کوشش کي مگر اس خیال کے لوگ ھر زمانے میں تھوڑے ھوا کیئے ھیں — جب کبھي اتفاق سے بااقتدار لوگوں کي جماعۃ سائنس کي طرف متوجہ ھوئي سائنس نے ترقي کي — عام لوگوں نے سائنس کو کبھي بھي نظر استحسان سے نہیں دیکھا — مسلمانوں میں سائنس کے ٹھٹر جانے کي ایک وجہ یہہ بھي ھی کہ ان کے عروج کے وقت تک حکمۃ نظري پر زور دیا جاتا تھا حکمۃ عملي کے رواج کي نوبت نہیں آئي تھي ورنہ سائنس

زندگي کي ضرورتوں ميں داخل هوکر ٹھٹر نے نه پاتا مسلمانوں کا عروج متفرع تها اُن کے جوش مذهبي پر جس کے پرتے پر وه فتوحات کرتے چلے جاتے تهے تو ان کو حکمة عملي کي طرف توجه کرنے کي ضرورت نه تهي — پهر عيش پرستي اور خانه جنگيوں کي وجه سے اُن کا تنزل شروع هوا تو اُن کو جهگڑوں نے فرصت نه دي - پس جتنا کچهه عروج کے زمانے ميں هوگيا تها وهي کا وهي رها - بلکه تنزل کے زمانے ميں مسلمانوں نے اُس کو بهي بهلا ديا - اس ميں شک نهيں که يورپ نے مسلمانوں سے سائنس سيکها مگر مسلمان سائنس کو چهوڑ بيٹهے اور يوروپ اُس کے پيچهے پڑا رها — تو گو يوروپ ابتدا ميں مسلمانوں کا شاگرد تها مگر وه آخر کار مسلمانوں پر ايسا شرف لےگيا که اب مسلمانوں کو پراني ابتدائي اُستادي کا نام لينے بهي شرم کرني چاهيئے - کتني تو پرانے سائنس کي غلطياں پکڑي گئيں اور کتنے نئے سائنس ايجاد هوئے که عربي ميں اُنکے مصطلحات تک نهيں ملتے - پس سائنس کے ليئے عربي کا نام لينا بهي عربي کي هنسي کرانا هی - هم برابر اخباروں ميں پڑهتے رهتے هيں که مصر اور روم اور شام اور ايران يعني قريب قريب تمام اسلامي ممالک کے لوگ سائنس کے ليئے يورپ جاتے رهتے هيں اور ان ملکوں ميں سارے سينٹيفکٹ کام اهل يورپ کي هدايت اور نگراني سے چلتے هيں — پس سائنس کے ليئے عربي کي طرف رجوع کرنا هرگز مسلمانوں کے ليئے مفيد نهيں - هاں ايک تاريخ کا فن هی جسکو مولوي شبلي نے لے رکها هی - اس ميں تو غل کرنے سے بهت سي غلطيوں کي اصلاح هوسکتي هی اور وه اصلاح غالبا اسلام کے حق ميں مفيد بهي ثابت هوگي مسلمان تاريخ کي طرف بهت شوق کے ساتهه متوجه رهے هيں مگر ان کے وقتوں ميں سينٹيفکٹ طور پر تاريخ کے لکهنے کا دستور نه تها اور نه مورخين کو اس کا سليقه تها که واقعات تاريخي کو جغرافيه اور عمارات اور کتبوں اور زباني روايتوں سے کاوش کے ساتهه منطبق کرتے - پهر بهي مسلمانوں کي تاريخ جيسي کچهه بهي هی بهت کچهه قابل قدر هی اور اس کي بنياد پر بڑي عالي شان عمارت کهڑي کي جاسکتي هی مگر يهه کام گهر بيٹهے سر انجام نهيں پاسکتا جن ملکوں کي تاريخ هی وهاں جاکر اور رہ کر تحقيقات کرني هوگي کتابوں کے چٹے بٹے اڑانے سے کوئي قابل اطمينان نتيجه نهيں هو سکتا سو يهه پيشہ

بھرے کے مشغلے ھیں از دست بستہ چہ خیر و از پائے شکستہ چہ سیر —
مسلمانوں کو جس فائدے کي سردست سخت ضرورت ھی وہ تو تاریخوں
کے اُلٹ پھیر پر مترتب ھونے والا نہیں *

عربي کورس میں جیسا وہ مسلمانوں میں مروج ھی بہت بڑا حصہ
دینیات کا ھی اور واقعي بات تو یہہ ھی کہ تعلیم سے مسلمانوں کا مقصود
اصلي دینیات ھي کي تعلیم ھی وہ تمام دوسرے علوم کو علم دین کا
خادم سمجھہ کر پڑھتے پڑھاتے ھیں — عربي کا سب سے بڑا حامي ھی
مذھب اسلام جو عرب میں پیدا ھوکر تمام عالم میں پھیلا یہي اسلام عربي
کو ھند میں سنبھالے ھوئے ھی کیونکہ قرآن اور حدیث جو اصل
دین ھی عربي ھی ورنہ کوئي دنیاوي مفاد عربي پر موقوف نہیں
اور نہ کوئي دنیاوي غرض عربي کے ساتھہ وابستہ ھی — مسلمانوں کا
مذھبي عقیدہ ھی کہ عربي متبرک زبان ھی اسي میں خدانے قرآن کے
ذریعہ سے کلام کیا ھی اور یہي زبان جنت میں بھي بولي جائیگي - وہ
قرآن کي وجہ سے عربي کے لفظوں کو اسقدر عزیز رکھتے ھیں کہ سمجھتے
نہیں اور اسي زبان میں عبادت کرتے اور دعائیں مانگتے ھیں جس کا
ضروري نتیجہ یہہ ھی کہ ان کے اخلاق ان کے معاملات مذھبي سانچے میں
ڈھلے ھوئے نہیں ھوتے - اسلام جو ھند کے مسلمانوں میں دیکھا جاتا ھی وہ
ھرگز علی بصیرۃ اور اجتہادي اسلام نہیں بلکہ تقلید محض ھی خاندان
کي رسم و رواج کي حاکم وقت کے قانون کي — ھم لوگوں کا اسلام مردہ
اسلام ھی جس میں مذھبي زندگي نہیں الا ماشاءالله - ایک بڑي مشکل
یہہ ھی کہ اسلامي مذھبي کورس اُن وقتوں کا بنا ھوا ھی جبکہ اسلام کي
ابتدا تھي دوسرے تمام مذاھب اُس سے بر سر پرخاش تھے اور ھر تدبیر سے
اُس کے نور کو بجھادینا چاھتے تھے اگر اسلام کو درخت فرض کیا جاے تو
وہ ایسا درخت ھی جو پاني کي جگہہ آدمیوں کے خون سے سینچا گیا اور
مقتولوں کي لاشوں نے اُس کو کھات کا کام دیا پس اُسوقت کے مذھبي
احکام مسلمانوں کي اُس وقت کي حالت کے بالکل مناسب تھے - لیکن
اب زمانے کا رنگ بدلا ھوا ھی اور مسلمان جہاں کہیں بھي ھیں مغلوب
ھیں خاصکر ھند کے مسلمان کہ بادشاہ سے رعیت حاکم سے محکوم آقا سے

غلام بنا دیئے گئے ھیں اور اُن کا مذھبي قانون جس کو فقه کہتے ھیں اُس کا اکثر حصه بے کار ھوگیا ھی اور جو قدر قلیل باقي ھی وہ حکام وقت کي مہرباني سے باقي ھی اگر آج اُسے کلا یا جزا منسوخ کردیں تو کون اُنکا ھاتھه پکڑ سکتا ھی- لیکن مذھب تو ھر حالت کے لیئے ھی جیسے تندرست کے لیئے ویسے بیمار کے لیئے جیسے مقیم کے لیئے ویسے مسافر کے لیئے جیسے غني کے لیئے ویسے مفلس کے لیئے تو ھمارا مذھبي کورس ھماري حالت موجودہ کے لحاظ سے محتاج ترمیم ھی — یہه نہیں کہ ھمارے کورس میں ھماري حالت موجودہ کے مناسب احکام نہیں ھیں اس لیئے کہ ھجرت سے پہلے کا زمانه ھماري حالت موجودہ سے بہت ملتا جلتا ھی مگر اُس کے ساتھه ھي قرآن میں حدیث میں فقه میں ھجرت کے بعد کا زمانه بھي ھی اور وہ مسلمانوں کو کھوئي ھوئي حکومت کو یاد دلاتا رھتا ھی اب اگر ھجرت کے بعد کے زمانه کو کورس سے خارج کریں تو کر نہیں سکتے — رھنے دیں تو سرود بمستاں یاد دھانیدن ھوتا ھی - فقہي مسائل توخیر داخل فروعات ھیں بڑي بات تو یہه ھی کہ دنیاوي بہبود عزة ' حکومت ' دولت ' سب کچھه انگریزوں کي مٹھي میں ھی ھم مسلمانان ھند اگر فلاح دنیا چاھتے ھیں تو اُس کے حاصل کرنے کا صرف یہي ایک طریقه ھی کہ بطوع خاطر ان کي اطاعت کریں صمیم قلب سے خیر خواہ اور وفادار رعیت بن کر رھیں اور عملداري کي برکات سے مستفید اور متمتع ھوں — اگرچه اسلام کھلے لفظوں میں ھم کو ایسا کرنے کي اجازت دیتا ھی مگر اختلاف عقاید اور عربي کورس کروسڈ کي یاد کو تازہ کرتا رھتا ھی جس کا نتیجه یہه ھی کہ امیر حبیب الله خاں نے کابل میں انگریزي مدرسه جاري کرنا چاھا لاھور سے مسلمان انگریزي خواں ڈگري یافته مدرس بلائے کابل کے مولویوں نے انگریزي تعلیم کي مخالفت کي امیر صاحب نے مدرسه کا اجرا موقوف کردیا اور بعض کہتے ھیں ملتوي کردیا اور تمام ممالک اسلامي میں یہي حال ھی مگر غور کرنے کي بات یہه ھی کہ آیا ھم مسلمانان ھند بھي ایسا کرسکتے ھیں اور کریں تو ھمارا کیا حشر ھو خدا خدا کرکے سر سید کے طفیل میں انگریز مسلمانوں پر نظر عنایت کرنے لگے ھیں عربي کورس پر زور دیا جاے انگریزوں کي طرف سے مسلمانوں کے دلوں میں بدگمانیاں تازہ ھوں اور پھر دونوں ایک دوسرے

کي نظر میں مبغوض ٹھیریں — اور ابھي مسلمانوں نے انگریزي پڑھکر کون سي دولت کمائي ھی - دولت کمانے کے دن تو آگے آگے آ رھے ھیں جب مسلمان سائنس میں توغل کرینگے - مسلمانوں کے حق میں جو تعلیم مفید ھی وہ صرف سائنس کي تعلیم ھی اور سائنس ھي کے لالچ سے ھم انگریزي پڑھنے لگے ھیں پس ھم کو اپني ساري ھمت سائنس میں محصور و مقصور رکھني چاھیئے - یورپ نے سائنس ھي کي بدولت ترقي کي ھی اور ھندوستان بھي جب ترقي کریگا سائنس ھي کي بدولت ترقي کریگا تو جب تک ھم سائنس کو اعلی درجہ تک نہ پھونچادیں ھم کو اپني قوت کو منتشر نہیں کرنا چاھیئے — نہایت افسوس کي بات ھی کہ جس علم کي ھم کو سخت حاجت ھی جس کے ساتھہ ھماري ساري اُمیدیں وابستہ ھیں یعني سائنس اُسي کا علیگڈہ کالج میں تورا ھی اور کالج کي شان اور اُس کے نام کے مطابق سائنس کي تعلیم کا اھتمام نہیں ساز و سامان نہیں - کیا سر سید کو جو کالج کے باني تھے اور جنھوں نے کالج کے پیچھے اپنا خون اور پسینا ایک کردیا تھا سائنس کي ضرورت نہیں سوجھي تھي — سب سے پہلے سوجھي تھي اور تعلیم کے بارے میں اُن کا پروگرام صاف و صریح تھا - خدا کو مسلمانوں کا کچھہ بھلا کرنا تھا کہ سب سے پہلے سر سید کو مسلمانوںکي خستگي حالت کا احساس ھوا اور تشخیص مرض کے ساتھہ اُس کا حکمي علاج بھي اُن کو تحقیق ھوگیا — وہ علاج تھا سائنس کي تعلیم تاکہ مسلمان سائنس پر عمل آور ھوں اور بے منت غیرے سائنس کے ذریعے سے اُن کي حالت درست ھو - پھر اُنھوں نے دیکھا کہ سائنس کا مخزن ھی انگریزي — سائنس کے جاننے کے لیئے انگریزي کا جاننا ضرور ھی اور مسلمان بوجہ تعصب انگریزوں سے اور انگریزوں کي ھر ایک چیز سے اور ازانجملہ انگریزي زبان سے بھي متنفر ھیں — سر سید کا اصل مطلب مسلمانوں میں سائنس کے پھیلانے کا تھا اور اُنھوں نے شروع ھي میں یونیورسٹي کے منصوبے کو ظاھر بھي کردیا تھا اور سمجھنے والے سمجھہ بھي گئے تھے مگر یونیورسٹي کا جاري کرنا ایک عظیم‌الشان کام تھا اور مسلمان اُس کے لیئے طیار نہ تھے ناچار اُنھوں نے چھوٹے سے اسکیل پر کام شروع کیا — ایک طرف تو اُنھوں نے زبردست آرٹیکلوں کے ذریعہ سے مسلمانوں پر اُن کے تعصب کي غلطي ثابت کي

اور نقصانات جو تعصب پر مترتب هو رهے تهے اُن کو دکهائے اور دوسري طرف انگریزوں کے ساتهه میل جول کي راه نکالي اور یونیورسٹي کے طور پر علیحدہ میں ایک اسکول بهي جاري کردیا جو سر سید کي زندگي هي میں یونیورسٹي کي طرف کو ترقي کر کے اعلی درجے کا کالج بنگیا تها اور گورنمنٹ کے کالجوں میں کوئي کالج اُس کو لگا نہیں کهاتا تها اور اب بهي نہیں کهاتا — کالج یونیورسٹي کے کنارے آ لگا تها که سر سید کو خدا کي طرف کا بلاوا آ گیا —

قسمت تو دیکهه جاکے کہاں ٹوٹي هی کمند
دو چار هاتهه جب که لب بام رهگیا

باوجودیکه محمدن کالج کے اجرا سے سر سید کا مقصود اصلي مسلمانوں میں سائنس کا پهیلانا تها مگر اُنہوں نے اس خصوص میں کچهه کر کے نه دکهایا بلکه ایک حساب سے اُنہوں نے سائنس کي طرف سے بے پروائي کي کیونکه کالج کا سائنس اُن کے وقت میں بهي کم زور رها اور ابهي تک بهي کم زور هی — تو اس کي بڑي وجه یهه تهي که هندوستان میں تو سائنس کا نام و نشان نہیں چار و نا چار یوروپ سے سائنس داں پروفیسر لانے پڑیں گے یعني کالج میں اتنے هاتهي باندهنے هونگے اور سائنس کي تعلیم کے لیئے جو آلات درکار هوتے هیں وہ بهي یوروپ هي سے منگوائیں جائیں اور یهه سب کچهه رقم کثیر کے بدون هو نہیں سکتا اور رقم دیں نه دیں مسلمان سو مسلمان اول تو مفلس دوسرے انگریزي اِن کي چڑ — اِن مجبوریوں میں سر سید سواے اس کے اور کیا کرسکتے تهے که جس طرح نادان هتهلے بچوں کو ریوڑیوں سے پهسلاکر کام نکالا جاتا هی مسلمانوں کو انگریزي پڑهانا کهایا که خیر اسي سے کچهه کما کهائیں گے اور سائنس کي ابجد سے بهي آشنا هونگے — سر سید کي یهه توقعات تو بخوبي پوري هوئیں — مسلمانوں میں انگریزي کي طرف وہ اگلي سي نفرت نہیں رهي سرکاري نوکریوں کے سلسلے میں بهي مسلمانوں کي رسائي هونے لگي هی — جس نے انگریزي متدل بهي پاس کرلیا هی دل سے انگریزي عملدري کي قدر کرتا هی — قوم کے آٹے میں خیر خواهي کا کافي خمیر مل گیا هی حکام کے دلوں میں مسلمانوں کي طرف سے اعتماد بهي پیدا هو چلا هی — اب صرف

یونیورسٹي کي کٹر ھی سو اس کے لیئے بھي کوشش ھورھي ھی اور خدا کو منظور ھی تو اوپر سویر یونیورسٹي بھي بنکر رھیگي - سر سید نے اپني قوم اور ملک پر جو احسان کیئے سو کیئے برٹش گورنمنٹ پر بھي اُن کے حقوق خدمت کچھہ کم نہیں ھیں اور گورنمنٹ اس کا اعتراف بھي کرتي ھی - علیگڈہ کالج سر سید کا ایک مقدس ترکہ ھی جس کے متعلق سر سید کي تحریري وصیت ھی کہ اس کو یونیورسٹي کے درجے تک پھونچایا جاے — مسلمان اگر اپنے محسن کي وصیت پر عامل نہ ھوں اور چھہ کروڑ مسلمان دس لاکھہ روپیہ بھي نہ کرسکیں تو احسان ناشناسي کے علاوہ خود کشي کا الزام بھي اپنے سر لیں گے اور ھمیشہ کے لیئے اِن کي قسمت کا فیصلہ ھوجاے گا خس کم جہاں پاک — لیکن گورنمنٹ تو حق ناشناس نہیں وہ ضرور یونیورسٹي کے لیئے سر سید کي روح کو عذاب ناکامي میں نہیں رھنے دے گي - اب یہہ گورنمنٹ کا کام ھی کہ سمجھے اور ھم مسلمانوں کا کام ھی کہ گورنمنٹ کو سمجھائیں کہ سرسید کي پالیسي تعلیم کے بارے میں کیا تھي - سر سید کي پالیسي کي یادداشتیں کالج کے دفتر علیگڈہ انسٹیٹیوٹ کالج میگزین میں لکھي ھوئي موجود ھیں اور وہ پالیسي وھي ھی جو میں اوپر بیان کرآیا ھوں - اب ھم مسٹر برون کي منجوزہ اسکیم کو سر سید کي پالیسي سے ملاکر دیکھتے ھیں تو ایک کو دوسرے کا نقیض پاتے ھیں - اور اسبات سے اور بھي تعجب ھوتا ھی کہ وہ لوگ اس اسکیم کے مجوز اور موید ھیں جو کالج کي حمایت سر سید کي وفاداري اور مسلمانوں کي خیر خواھي کا دم بھرتے ھیں - لوگوں نے فی زعمہم دین اور دنیا میں تفریق کر رکھي ھی سو عربي پر زور دینے سے ھم ھندوستان کے مسلمانوں کا کسي طرح کا دنیاوي فائدہ تو ھی نہیں سرکاري تعلیم کے علاوہ مسلمانوں میں اب بھي عربي کا بتھڑا کچھہ چرچا ھی - بڑے بڑے شہروں میں جا بجا عربي کے درس جاري ھیں اور ان درسگاھوں سے اچھے اچھے جید طالب العلم فارغ التحصیل ھوکر نکلتے ھیں مگر جسکو دیکھا معاش کي طرف سے پریشان - یہہ لوگ دنیا کے تو کسي کام کے ھوتے نہیں ناچار دین فروشي کرنے لگتے ھیں اور کسي رنگ میں بھي ھوں ساري عمر توکل پر گذران کرني پڑتي ھی جو گداگري کي ایک شان ھی — قوم کا بہت روپیہ ان لوگوں کي پرورش میں ضایع ھوتا ھی —

اور بڑي مصيبت يہہ هی که يہہ لوگ قوم کو سنبھلنے نہيں ديتے - بعض غلط فہمي سے اور اکثر خود غرضي کي وجہ سے مسلمانوں کو صلاح بد ديتے رهتے هيں اور ميرا خيال يہہ هی که مسلمانوں کے افلاس مسلمانوں کي ذلت و خواري کا بڑا حصہ ان هي لوگوں کي وجہ سے هی - دين کا ايسا حيلہ ان لوگوں کے هاتھہ آگيا هی که بيچارے عوام ان کے بہکائے ميں آهي جاتے هيں - ليکن جوں جوں نئي تعليم اشاعت پاتي جاتي هی ان کا پردہ فاش هوتا جاتا هی اور اب خدا کے فضل سے يہانتک نوبت پہونچي هی که خود مولويوں کا گروہ ڈهيلا پڑچلا هی ودوالوتدهن فيدهنون تو ميں مسلمانوں کو آگاہ کرتا هوں که ان کي طرف سے هوشيار رهيں الحزم سوءالظن يہہ هی وہ نتيجہ جو عربي کي تعليم پر مترتب هو رها هی قوم کے حق ميں اور خود پڑهنے والوں کے حق ميں — رها ديني مفاد تو ان هي مولويوں کے اختلافات نے اسلام کي تمام خوبيوں کو خاک ميں ملا رکھا هی - ايسي چھوٹي چھوٹي باتوں پر که مثلا نماز ميں هاتھہ عين سينے پر باندهنے چاهيئيں يا ذرا سينے سے نيچے باندهنے سے بھي هوجاتي هی - نماز جماعت ميں مقتدي کو سورہ فاتحہ پڑهني ضرور هی يا نہيں - آمين پکار کر کهني چاهيئے يا آهستہ سے قيام نماز ميں ٹانگيں عمودي طور پر متوازي رکھيں يا دونوں ميں زاويہ بناکر پاس کے نمازيوں سے ٹانگيں بھڑا ديں - ايسي ايسي خفيف اور رکيک باتوں پر مسلمان هيں که آپس ميں لڑتے هيں فوجداريان هوتي هيں مچلکے ليئے جاتے هيں جرمانے بهرتے هيں هر ايک پارٹي نے اپني مسجد خاص کرلي هی مجال نہيں که مخالف پارٹي کا آدمي اُس ميں جاسکے — دلي ايسے اختلافات کا مشہور اکھاڑا هی دن اور مہينا کہنا تو مبالغہ هی مگر هاں کوئي برس تو نہيں گذرنے پاتا کوئي نہ کوئي مولوي ضرور ايک عجيب اور انوکھي بات نکال کھڑي کرتا هی اور پھر اُس بات کا بتنگڑ بنتا رهتا هی ميں اپنے متعارفين ميں دو مياں بي بي کو جانتا هوں جن ميں ايسے هي اختلافات کي وجہ سے چھتم چھتا هوگئي — يہہ فساد مروجہ عربي کورس کي رگ و پے ميں سرايت کيئے هوئے هی پس ايک سيدهے سادهے مسلمان کے ليئے محفوظ طريقہ يہہ هی که آنکھہ اُٹھاکر بھي اس کي طرف کو نہ ديکھے ايک کان بہرا کرے اور دوسرا گونگا - زيادہ سے زيادہ اس کو اتنا هي کرنا چاهيئے اور اس زمانے ميں اور اس ملک ميں

مجتہد مسلمان بننے کے لیئے اتناھي بس کرتا ھی کہ آدمي جس طرح بھي بن پڑے اتني عربي سیکھہ لے کہ وہ قرآن کا مطلب لفظوں سے استنباط کرلے اور اگر عربي کي تعلیم ذرا باقاعدہ کردي جاے تو یونیورسٹي کے عربي کورس سے اتني استعداد حاصل ھوسکتي ھی اور علیگڈہ کالج کا عربي اسٹاف اس قدر تعلیم پر بخوبي قادر ھی کسي مصري عالم کے بلانے کي ضرورت نہیں یہہ محض غلط خیال ھی کہ مصري عالم کي صحبت سے گو وہ شبانہ روز کي بھي ھو طالب العلموں کو بے تکلف عربي بولني آجاے گي — کیا وہ عالم ھمہ وقت بکتا ھي رھے گا اور کیا وہ عالم خود بھي سب طرح کي بات چیت کرني جانتا ھوگا اور یہہ سب کچھہ صرف دو برس میں - اور بالفرض والتقدیر اگر ایسا ھو بھي تو طالب العلم مدرسہ چھوڑے پیچھے کس سے عربي بولیں گے کس کے ساتھہ عربي میں خط و کتابت کرینگے — مسٹر بروں کي اسکیم اس لیئے بھي ناممکن الاجراء ھی کہ خدانے چاھا تو اُن کو ایسے طالب العلم ھي نہیں ملیں گے جن کو وہ اپني اسکیم کے مطابق عربي پڑھوائیں - کیا انگریزي میں بي اے کے درجے پر پونچکر طالب العلموں کو اتني بھي عقل نہیں آئیگي کہ وہ عربي میں زیادہ توغل کرنے کو بے سود محض اور تضیع وقت سمجھیں — میں ابھي حال میں مسٹر آرنلڈ کے رخصت کرنے کو علیگڈہ گیا تھا — کالج کے بچے بچے کو مسٹر بروں کي اسکیم کا مخالف پایا — رھا عربي کالج کا اجرا دوسرے لفظوں میں اُس کے یہہ معني ھیں کہ علیگڈہ محمدن کالج کي عمارت کو مسمار کرکے اُس میں گدھوں کا ھل پھروا دیا جاے گا *

عربي کي تعليم پر مولانا شاہ سليمان صاحب کي راے

مولانا شاہ سليمان صاحب پھولواري نے ' جو ايک مشہور روشن خيال عالم اور خاندان مشايخ سے ھيں ' اور جو عربي ميں کامل اور اپني مقدس زبان کے فوايد اور ضرورتوں سے خوب واقف ھيں ' ھمارے نام دو خط لکھے ھيں اُن کو ھم ملک کي اطلاع کے ليئے چھاپتے ھيں - تاکہ معلوم ھو کہ ايسے عالم فاضل کي کيا راے ھی *

خط مورخہ ۸ مارچ سنہ ۱۹۰۴ ع

بنام

نواب محسن الملک بہادر

تعليم علوم عربيہ کي تحريک جو آپ کے يہاں پيش ھوئي اس کے متعلق اخبار ميں مختلف مضامين ديکھا کرتا تھا مگر مجھے آپ سے سخت شکوہ تھا کہ آپ کيوں نہيں کچھہ بولتے اور غلط فہمي کو کيوں نہيں مٹاتے مگر بحمداللہ وکيل کے پرچہ ميں آپ کي مبسوط تقرير ھمنے پڑھي جس سے تمام غلط فہمياں لوگوں کي دور ھوسکتي ھيں *

ميرے خيال ميں آپکي راے نہايت ھي درست ھی جس قدر موجودہ تعليم عربي ھی اُسي کو عمدہ وضع سے چلانا چاھيئے کہ نتيجہ خيز ھو نہ يہہ کہ نئے سرے سے ايسي دوسري مصيبت اپنے ذمہ لي جاے *

مگر گستاخي معاف ميں بار بار وھي کہونگا جسے آپ تسليم کرچکے ھيں کہ فقط تعليم کافي نہيں تربيت ضروري شی ھی - عربي تعليم کے ساتھہ جب اس کا لحاظ ھوگا تو ضرور وہ فائدہ مند ھوگي " ودر نہ خرط القتاد " *

کورس کا انتخاب اور اُستادوں کي تجويز اسطور سے ھونا چاھيئے کہ بار بار ردو بدل کي ضرورت نہو *

مورخہ ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۰۴ ع

میں ہرگز اعلی درجہ کي عربي تعلیم کالج کے لیئے مفید نہیں سمجھتا - کالج اپني قدیمي روش پر رہے اور دینیات کي تعلیم تھوڑي اصلاح و تربیت کے ساتھہ برابر جاري رہی بس یہي ہمارے لیئے مفید ہی — جناب نواب صاحب — افلاس وناداري سے بڑھکر کوئي دشمن ہم مسلمانوں کا اسوقت نہیں ہی اس کے دفعیہ کي تدبیر چاہیئے وہ اعلی درجہ کي عربي تعلیم سے ہرگز ممکن نہیں — ہاں اس رزولیوشن کے پیش کرنے والے حضرات اگر گورنمنٹ کي طرف سے ہمکو مطمئن کردیں کہ اس تعلیم کے بعد سرکاري ملازمت و دفاتر کے عہدہ جات میں بھي ہمکو استحقاق موجودہ باقي رہیگا تو فی الجملہ ان کي تائید میں مجھے کچھہ عذر نہوگا - چشم ما روشن و دل ما شاد

کالج کو مسلمانوں کي ترقي دنیاوي کي ذمہ داري ہی اور مذہب اسلام کي پاسداري نہ کہ قدیم علوم عربیہ کے ابقا کا اُس نے وعدہ کیا ہی -

ہر کسي را بہر کاري ساختند

ہم اپني پڑوسي قوموں کو دیکھتے ہیں کہ جب اُنہوں نے اعلی درجہ کا اطمینان حاصل کرلیا اور افلاس و ناداري و ذلت جب اُن سے دور ہوئي علمي مذاق سے خود اُنہوں نے سنسکرت وغیرہ کي حمایت کي — اسی طرح جب مسلمان بھي ذرا اپني حالت درست کرسکینگے خود بخود علمي مذاق اُن میں پیدا ہوجائیگا اور وہ بھي عربي لٹریچر کي کافي حمایت کرینگے اور تاریخ عہد ہاے عتیق اور بوسیدہ تالیفات سب ڈھونڈھکر نکال لینگے اور کسي غیر قوم کي اُن کو مدد لینے کي بھي ضرورت نہوگي *

اور مذہبي طور سے ہمارا ایمان پیغمبر عربي صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نہ علوم عربیہ پر وہ تو بضرورت زمانہ و اقتضاے وقت خود ہم میں پیدا ہوگیا تھا اور اسي طرح ہوتا رہی گا - اور ہم خداے وحدہ لاشریک کے ماننے والے ہیں — علوم کے لیئے کبھي میرا رخ مشرق کي طرف ہوا کبھي مغرب کي جانب لیکن اینما تولوا فثم وجہ اللہ - نہ مشرقي علوم (یونان) سے ہمیں نقصان پہونچا ہی نہ اب مغربي علوم (یورپ) سے پہونچیگا - اور وہ بھي میرا تھا اور اب یہہ بھي میرا ہي ہی -

متاع نیک ہر دکاں کہ باشد

۳۷۰
م-م
۱۹۱۳
۶۶۷۰

آرٹیکل

نوشتہ نواب محسن الملک بہادر

مطبوعہ

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء

متعلق

عربی کے تعلیم زندہ کرنے اور ترقی دینے کے

مع

مضامین نوشتہ مرحوم سرسید احمد خان

کے

جو سنہ ۱۸۸۱ء اور سنہ ۱۸۸۶ء مین شایع کیے گئے تھے

مطبع احمدی علی گڑھ مین چھپی

مشرقی علوم وفنون

ہمکو نہایت ہوشیاری سے دیکھنا چاہئے کہ جو کچھ کیا اور کیا جاتا ہے کہ ہماری اور ہمارے ملک کی بہبودی اور ترقی کے لئے ہے ایسا نہو کہ صرف دھوکہ ہو۔ ہم کو اس وقت پہلے قصہ اور کہانیکہ یاد دلانا اور کہنا کہ ایشیا مین ایشیائی سلطنت کے زمانہ مین علوم وفنون کیا تھے اور اونکے وقت مین اونکو کیسی ترقی اور کیسی سرسبزی تھی محض بیفائدہ ہے۔ ہم کو اپنے زمانہ کے حالات پر جو گورنمنٹ انگلشیہ کی حکومت کا زمانہ ہے غور کرنا اور اوسکو ہندوستان ہی کی حدود مین محدود رکھنا ہمارے لئے زیادہ تر مفید اور زیادہ تر بکار آمد ہے۔

جب سے ایک روشن ضمیر اور تربیت یافتہ گورنمنٹ یعنی گورنمنٹ انگلشیہ کے ہاتھ مین ہماری قسمتین سپرد ہوئی ہین اوسوقت سے ہماری تعلیم نے مختلف طرح سے پلٹے کھائے ہین۔ از بیل الیسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت جب ہندوستان مین ہوئی تو ایک مدت تک اوسنے اسبات کو نہین جانا کہ ہندوستان کے لوگون کی نسبت اس معاملہ مین اوس کا کیا فرض ہے۔ مگر جب اوسنے اس فرض کو جانا تو یہ مشکل پیش آئے کہ وہ اون کی تعلیم کا کونسا طریقہ اختیار کرے۔ جنوری ۱۸۶۳ء کے اڈن ریویو مین ایک نہایت لایق اور مدبر مصنف نے اپنے آرٹکل مین اس مشکل کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے کہ

ہندوستان کے لوگونمین علمیت اور انسانیت بہ نسبت انگریزونکے زیادہ تر قدیم تھی - وہ ایک ایسی علمیت تھی جسکی بنیاد اوس زبان پر (یعنی سنسکرت و عربی) پر تھی جو یورپ کی تمام زبانون کا (اور مین کہتا ہون کہ یورپ کے بڑے بڑے علوم کا) ماخذ ہی - اسلیے یہ مشکل سوال حل طلب تھا کہ وہ کونسی تعلیم ہے جو ہندوستانیونکو دیجاے کیا اونکو انگریزی کی تعلیم دیجاے جو انگریزونکے مذہب سے مخلوط ہے؟ یا اونمین کے قدیم زبانون اور قدیم فنون اور مذہبی علوم مین تعلیم دیجاے -

اس زمانہ مین ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کچھہ قوی نہ تھی اسپر بہ نسبت اسکے کہ وہ دلیری سے وہی کام کرے جو درحقیقت کرنا چاہیے خوف زیادہ غالب تھا اوسکو ہندوستان کے لوگون کے تاریک تعصبات کا ایسا خوف تھا کہ وہ سچے کام کرتے ہین بھی خوف کرتے تھے اسلیے اوسکی یہ راے تھی کہ کوئی ایسی تعلیم جو ہندوستانیون کی آنکھون کا نون تک ہی اون باتون کو پہونچاے جو اونکی قدیم علوم یا مذہبی روایات کے برخلاف ہے اختیار کرلی چاہیے - اس ناواجب اور ناستوار اور خوف زدہ اصول پالیسی انڈیا کمپنی نے ہندوستان مین مشرقی قدیم علوم اور قدیم حکمت کے ترویج کرنے مین کوشش کی -

اس ہند کی بدنصیبی کا یہ دور ۱۸۳۵ء تک نہایت استحکام سے قایم رہا - آخر کار ایک اور سچا مدبر یعنی لارڈ میکالی ہندوستان مین پیدا ہوا جو اوس زمانہ مین تعلیم کے بورڈ کا میر مجلس تھا - اوسنے اس دھوکہ دینے والے طریقہ تعلیم کو علانیہ ناپسند کیا اور کہا کہ اگر گورنمنٹ کی راے بندوبست موجودہ کے تبدل کرنے کی نہو تو اس میر مجلسی سے میرا استعفا منظور ہو - کیونکہ مین اوسمین کچھہ کام نہین آسکتا - مجکو اوس کام مین تقویت دینی ہوتی ہے جسکی نسبت مجکو خوب یقین ہے کہ وہ صرف دھوکہ ہے - مجھے کامل یقین ہے کہ موجودہ بندوبست

سچ کی ترقی کرنے کی طرف نہین بلکہ معدوم ہونے والی طبعی غلطیونکی طبعی موت کے توقف کرنے پر رجوع کرتا ہے۔

لوگونکا خیال ہے کہ لارڈ مکالی ایک مذہبی شخص تھا وہ ایشیا کی تواریخ کو ایشیا کی الہیات کو ایشیا کی طبابت کو ایشیا کے مذہب کو نامعقول سمجھتا تھا اور اسلئے مذہبی خیال سے اس قدیم طریقہ تعلیم کا تبدیل ہونا چاہتا تھا۔ فرض کیا جاے کہ وہ ایسا ہی تھا مگر جو عزت اوسکو اپنی سچی راے ظاہر کرنے سے اور جسکو وہ دھوکہ سمجھتا تھا اوسکو دلیری سے دھوکہ کہدینے سے حاصل ہوئی ہے وہ ہمیشہ قایم رہے گی۔

جس زمانہ مین لارڈ مکالے نے اپنی یہ سچی راے ظاہر کی اوسوقت لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر جنرل تھے۔ لارڈ مکالی کی اس دلیرانہ فصیح بلیغ تحریر نے کافی اثر کیا اور ہندوستان کی تعلیم کے آفتاب کا جو بالکل گہن مین تھا کچھ کچھ چمکنے لگا۔ اور گورنمنٹ نے یہہ فیصلہ کیا کہ ہندوستانیون مین یورپ کے علوم اور یورپ کی حکمت کو ترقی دینا گورنمنٹ کا مقصد ہونا چاہیئے۔ درحقیقت انگریزی عہد سلطنت مین ہندوستانیون کو خواہ وہ ہندو ہون یا مسلمان جو کچھ درکار تھا وہ یہی تھا کہ وہ اوس علم و حکمت سے واقف ہون جو اوسس قوی اور فہمیدہ قوم کی جان ہی جو اون پر حکومت کرتی ہی۔ اور اوسکی تمام دانای تمام قوت تمام خوبیون کو بتلانیوالی ہی اور مین کہتا ہون کہ اب ہی سو برس کے قریب گورنمنٹ انگریزی کی حکومت کو گذرے جو کچھ ہندوستانیونکو درکار ہے وہ یہی ہے۔

انہین تحریرون اور تحریکون کے بعد گورنمنٹ نے ہندوستان مین یونیورسٹیون کا مقرر کرنا اور بڑے بڑے شہرونمین انگریزی زبان کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم علوم کے کالجون کا مقرر کرنا جنمین یورپ کے علم حکمت و تاریخ کی تعلیم ہو منظور کیا اور عام تعلیم کے لئے

دیسی زبانونکو ذریعہ ٹھیرایا۔ جسکی بنا جناب نامسن صاحب کے وقت مین پڑہی اور جناب سر ولیم میور صاحب نے اوسکو ہمارے ملک مین اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہونچایا۔

اس انتظام سے کچھ شبہ نہین کہ ہندوستانیون نے بہت کچھ فائدہ اوٹہایا اونمین جسقدر نقص رہا وہ یہی تہا کہ جو کام خود اونکو اپنی قومی قوت سے اپنے لئے اور اپنی قوم کے بچون کے لئے کرنا تہا اوسکی نسبت چاہا کہ گورنمنٹ ہی کرے۔ جسکو فی الواقع گورنمنٹ نہین کرسکتی تہی۔ ہمکو توقع تہی کہ ہم روز بروز زیادہ روشنی مین آتے جاوینگے اور ہماری تعلیم کو آفتاب کا گہن جو چہوٹا تہا وہ ایکدن نصف النہار پر پہونچے گا مگر ہم نہایت افسوس سے دیکہتے ہین کہ وہ پہر گہن مین آنا ہے نہین چاہتا بلکہ نصف النہار تک پہونچنے سے پہلے ڈوبا چاہتا ہے۔

چند روز ہوئے کہ ہمنے حضور عالی جناب لارڈ لٹن کی اسپیچون کو جو پنجاب کے بعض مقامات پر اونہون نے دی ہین اور جنمین علوم مشرقی کی ترغیب دلانیکی بوآتی تہی نہایت افسوس سے پڑہا تہا اور جہان مین اون ایڈریسونکو جو پنجاب مین حضور نہز کسلنسی مارکوئس آف رپن کے حضور مین پیش کیگئی ہین اور اونکے جوابون سے نہایت افسوس ہوا ہے۔

یونیورسٹی کالج لاہور کی بنیاد مردہ علوم مشرقی کو پہر زندہ کرنے کے مقصد سے قایم ہوئی تہی۔ جن کا زندہ کرنا بقول ایک بڑے مدبر کے ماسٹودن کے پہر زندہ کرنے کے قصد کے برابر ہے۔ جو ایڈریس سینٹ نے پیش کی ہے اور جسکے جلو مین ایسے بڑے بڑے نامی ہندوستانی سردار تہے جو شاید ہی کسی اور ایڈریس کے ساتہہ ہونگے اوس مین لکہا ہے کہ ۳ ½ لاکہہ روپیہ جو عطیہ یونیورسٹی کالج ہے والیان ریاستہا و دیگر رؤسا پنجاب نے دراصل ریاستہا دیسی کی تکمیل سے تعلیم کو رواج دینے کی غرض سے عطا کیا تہا سینٹ کو اس بارہ

مین کچھہ بھی شک نہین ہے کہ علوم کو بزبانہاے دیسی کے توسل سے ترقی دینا تعلیم
کی ضروریات کو ملک کے حسب حال بنانے کا بہترین طریقہ ہے اور سینیٹ و گورنمنٹ
ہند کا بھی یہی مقصد ہے۔

ہز اکسلنسی وسیراے نے اسکے جواب مین فرمایا ہے کہ "ترقی اشاعت زبانہاے
مشرقی و علوم مشرقی نہایت ہی کار احسن ہے میرا یقین اون لوگون سے اتفاق کامل ہے
کہ یہ مقصد بطور خود قابل تعریف ہے اور جہانتک میری محدود واقفیت معاملات ہندوستان
مین ہے مین اون خیالات سے اتفاق رکھتا ہون جو میری یقین مین آپ لوگ رکھتے
ہین کہ اس ملک مین صرف زبانہاے دیسی کے توسل سے علوم و فنون کے ترقی اشاعت
بہترین سہولیت سے ہوسکتی ہے۔

ہم صاحبان ڈائرکٹرز کے اوس مشہور مراسلہ سے جو ۱۸۵۴ء مین جاری ہوا دل سے
اتفاق کرتے ہین کہ عام تعلیم کی اشاعت کا ذریعہ دیسی زبانکو قرار دینا نہایت عمدہ ہے مگر وہ
وہ طریقہ صرف دیہاتی مکاتب اور تحصیلی اسکولون مین محدود رہ سکتا ہے نہ اعلی [illegible]
اور اوس تعلیم مین جو یونیورسٹی کی تعلیم کہلاوے اور ایسی تعلیم مین جو بی۔ اے یا بالفاظ العلوم
اور ایم۔ اے یا مالک العلوم کا لقب حاصل کرنے کی مستحق ہو۔ اگر یونیورسٹی پنجاب کا مقصد
اس پچھلے طریقہ مشرقی علوم کو ترقی دینا ہے یا علوم مغربی کا رواج دینا ہے تو ہم سمجھتے ہین
کہ بعوض اسکے کہ ہم کچھہ روشنی مین اون تاریکی مین پڑنے والے ہین اور بعوض اس کے کہ
ہم کچھہ ترقی کرین ایسے ہٹنے والے ہین کہ پھر لارڈ میکالی کی ضرورت ہوگی جو ہم کو اوس
تاریکی سے نکالے اور آگے بڑہاوے۔ ہم صاف کہتے ہین جیسے کہ لارڈ میکالے نے کہا کہ
[illegible]

علوم مشرقی کی ترقی کا غل پنجاب مین ہر ایک کی زبان پر ہے - مگر ہم نہین جانتے کہ علوم مشرقی سے کون سے علوم مراد ہین دینیات تو یقینی اس مین شامل نہون گے کیونکہ وہ اس بحث سے خارج ہین - پس اب اون لوگون سے جو علوم مشرقی کی ترقی علوم مشرقی کی ترقی پکارتے ہین پوچھتے ہین کہ وہ کونسے علوم ہین سنسکرت یا عربی و فارسی اگر اونکو بلحاظ عمدہ زبان ہونے کے خیال کیا جاے تو ہم تسلیم کرتے ہین - مگر صرف زبان پر علم کا اطلاق نہین ہو سکتا - ہان جب اوسکو بحیثیت لٹریچر یعنی علم ادب کے دیکھا جاے تو بلاشبہ اوسپر علم کا اطلاق ہو سکتا ہے

اب ہم علم ادب عربی و فارسی کی ترقی پر غور کرتے ہین اور سنسکرت کو چھوڑ دیتے ہین کہ اوسکو ہم نہین جانتے عربی و فارسی کی لٹریچر تمام تر یا ہزلیات یا عاشقانہ مضامین یا ناپاک قصص و حکایات یا مطلاطین و امرا کی جھوٹی تعریف یا ایسے الفاظ اور فقرات کی قافیہ بندی سے جسکے الفاظ عمدہ اور مطلب کچھ نہین بھری پڑی ہے وہ انسان کے دل پر انسان کے اخلاق پر کوئی نیک اثر پیدا نہین کر سکتی وہ انسان کی فطری قوت کو تحریک مین نہین لا سکتی اوسکا پڑھنے والا شروع ہی سے جانتا ہے کہ یہ سب جھوٹ اور مبالغہ شاعرانہ اور منشیانہ ہے اور اسی لیے اوسکے دل پر کوئی لفظ بھی اثر نہین کرتا - وہ لٹریچر ایسے مبالغہ آمیز جھوٹ سے مخلوط ہے کہ پڑھنے والا یہ بھی تو نہین جان سکتا کہ اصل واقعہ اسمین کیا ہے - سیکڑون کتابین عربی و فارسی لٹریچر کی اسوقت موجود ہین جنمین سلاطین کا مصنفون کا شاعرون کا حال مندرج ہے - اصلی اشخاص عاشق و معشوق کی حکایات مندرج ہین اونکی حسن و خوبی کی تعریفین لکھی گئی ہین پر کوئی اونکو پڑھکر یہ تو بتلاوے کہ واقعی اون سلاطین یا مصنفون یا شاعرون کی کیا حالت اور کیا طبیعت تھی یا وہ معشوقہ درحقیقت کیسی صورت کیسی سیرت کیسا ناز اور

کیسا انداز رکھتی تھی - کوئی فطرتی بات اور نیچرل خوبی اور اون کا بیان جو انسان کے دل پر اثر کرتا ہے اونمین نہ ملے گا - پس ایسے لٹریچر کو ترقی دینا ہمارے ساتھ کچھہ نیکی کرنا نہین ہے بلکہ ہمکو اوسی اندھیرے مین لے جانا ہے جس مین ہم سینکڑون برس سے پڑے ہوئے تھے -

زبان صرف ذریعہ ہے انسان کے خیالات ظاہر کرنیکا اور جب انسان کے خیالات درست ہوتے ہین اوسکی اندرونی طینت تعلیم یافتہ ہوجاتی ہے اور اوسکو ہر قسم کی معلومات کی علوم کی اور واقعات کی اور انسانی طبیعت کی حاصل ہوتی ہے تب اوسکے خیالات علمی پیرایہ حاصل کرتے ہین اور جب وہ کسی زبان مین ادا کئے جاتے ہین تو وہ اوس زبان کا علم ادب کہلاتا ہے اوسی کی ترقی سے انسان کی ترقی ہوتی ہے - مگر جب مشرقی لٹریچر ان سب امور سے خالی ہے تو اوسکی ترقی دینے کا مفہوم ہماری سمجھہ مین نہین آسکتا بجز اسکے کہ ہم دھوکہ مین رہین اور حقیقت تک نہ پہونچین -

اگر یون کیا جاے کہ ہندوستانیون کے خیالات دوسری طرح پر درست و مہذب کئے جاوین اور پھر وہ اون مہذب خیالات کو مشرقی زبانون مین ادا کرین جس سے مشرقی لٹریچر کو ترقی ہوگی تو ہم پوچھتے ہین کہ وہ کیا دوسرا طریقہ ہے جس سے اونکے خیالات کو شائستہ اور مہذب کئے جاوین گے -

ایا ہومیاپیتھی قاعدہ سے یا الوپیتھی قاعدہ سے یعنی اوس مشرقی لٹریچر سے یا مغربی لٹریچر سے اول سے تو محال ہے اور جب دوسرے سے مہذب کئے جاوین تو پھر مشرقی علوم و لٹریچر کی ترقی محض بے معنی لفظ رہجاتے ہین -

اب ہم لٹریچر کا ذکر اس خوف سے چھوڑ دیتے ہین کہ ایسا نہو کہ کوئی شخص گلستان و بوستان
سعدی مین سے قریب ایک نصف یا ایک تہائی کے خارج کرکے اور اونکی کلیات مین
سے تمام ہزلیات کو دریا مین بہاکر چند ورق ہمارے سامنے پیش کردے کہ یہ مشرقی لٹریچر ہی
اور علوم مشرقی کا ذکر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ بقدم مشرقی علوم فلسفہ منطق علم ہیت علم طب
علم کیمیا علم معدنیات علم نباتات علم حیوانات علم جر ثقیل علم حساب جبر و مقابلہ علم تاریخ ہین اور یہی
وہ علوم ہین جن سے انسان کے خیالات کو اور اوسکی معلومات کو اوسکی عقل کو ترقی ہوتی ہے
فلسفہ و منطق نے یورپ مین ایسی ترقی کی ہے اور ایسے پھل پھول و پتے و شاخین نکالی
ہین کہ کیا ہم صرف قدیم مشرقی فلسفہ و منطق کو پڑہکر اپنے تئین مفید بنا سکتے ہین؟ جو لوگ مشرقی
علوم کی ترقی کو پکارتے ہین اور خود پنجاب کالج کے ممبران سینٹ جو یورپین اور عالم ہین کیا وہ
یقین کرتے ہین کہ مشرقی علم ہیت اور مشرقی طب کے اصول صحیح ہین۔ اگر وہ اونکو صحیح نہین
سمجھتے اور یقیناً صحیح نہین سمجھتے تو کیون ایسی راہ ہمکو چلانا چاہتے ہین جو درحقیقت بقول لارڈ
میکالی کے صرف دہوکہ ہے۔ کیا ہماری ترقی کے لئے وہ علم کیمیا جو مشرق مین تہا اور جسکو
ہندوستان مین رسایان کہتے تھے کافی ہے۔ علم نباتات مین علم حیوانات مین ہم کیا پڑہین۔
کیا عجائب المخلوقات پڑہین ہماری ترقی کے لئے کافی ہے۔ علوم مشرقی کی کتابون مین
علم جر ثقیل مین ایک مختصر رسالہ اصول پنجگانہ کے سوا ہم نے نہین دیکہا کیا ہمارے لئے
علم حرکت و سکون پڑہنا اور اوسکی ترقیات کو جو اس زمانہ مین عجیب حد تک پہونچ گئی ہین سیکہنا
محض بیفائدہ ہے کیا حساب و جبر مقابلہ جو خلاصہ الحساب مین ہے وہ ہی کافی ہے اور ہمکو
بنئے سے اپنے کہانے کی روٹی دال کا حساب کر لینے کو مٹواری سے حساب سمجہ لینے کو
بس ہے۔ اور کیا ہمکو کرنا ہے ہمارے علوم مشرقی کی ترقی ہی ہمکو نہایت مفید ہے۔ علم

تاریخ تو جیسا صحیح ہمارے ہندوستان مین ہے تمام دنیا اوسکی مفر ہے اسی علم تاریخ کی ترقی ہماری رفاہ و فلاح کو بس ہے۔

ہم صاف صاف کہنا چاہتے ہین کہ ہمکو علوم مشرقی کی ترقی کے پہندے مین پہنسانا ہندوستانیون کے ساتھہ نیکی کرنا نہین ہے بلکہ دہوکہ مین ڈالنا ہے۔ ہم لارڈ میکالی کو دعا دیتے ہین کہ خدا اوسکو بہشت نصیب کرے کہ اوسنے اس دہوکہ کی ٹٹی کو اٹھا دیا تہا۔ کیا وہ ٹٹی ہماری آنکھون کے سامنے پھر لگائی جاتی ہے۔

ایڈریس کے ساتھہ بڑے بڑے ہندوستانی سردارون کا ہونا اور بہت بڑی فیاضی سے بڑے بڑے چندون کا دینا مثل ایسی ہی فیاضی کے ہے جو ہمیشہ وہ اصلی مقصد سے ناواقف رکھکر دیگر اسباب سے کیا کرتے ہین۔ اونکی شان و شوکت ایسے امر کی جو فی الحقیقت کچھہ وقعت نہین رکھتا وقعت نہین بڑہا سکتی۔ چند نا عاقبت اندیش ہندوستانی شاید ان باتون سے خوش ہوتے ہونگے اور گورنمنٹ کا احسان مانتے ہونگے مگر دور اندیش آدمی ان تمام باتون سے نہایت رنجیدہ ہوتے ہین اور نہایت افسوس اور مایوسی سے گورنمنٹ کی اور اون یوروپین اعلیٰ درجہ کے حکام کی کارروائی کو جو اس مین شریک ہین دیکھتے ہین۔

ہم نہایت سچائی اور گورنمنٹ کی دلی خیر خواہی سے بتانا چاہتے ہین کہ سمجھدار اور دور اندیش ہندوستانی ان تمام کارروائیون سے گورنمنٹ کی نسبت کیا خیال رکھتے ہین۔ نہایت بد خیال اونکے دل مین پیدا ہوتا ہے چند سال گذرے کہ اونکو یقین کامل تہا کہ گورنمنٹ کو درحقیقت ہمکو واقعی تعلیم دینا منظور نہین ہے اور وہ ہمکو اوسی قدر تعلیم دینا چاہتی ہے۔ جس قدر کی اوسکو ضرورت ہے۔ ہمکو وہ ایسا مرکب بنانا چاہتی ہے کہ اسباب لاد کر ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچا دے۔ اوسکو انتظام ملک اور انتظام دفتر کے لئے چند ایسی پتلیون کی درکار ہے جو

انگریزی لکھہ سکتے ہون مگر سمجھہ نہ سکتے ہون جیسے کہ منچسٹر مین سوت کاتنے کے لئے
پیلیون کی ضرورت ہے جو کچھہ کہ ہندوستان مین تعلیم کی نسبت کرتے تھی کوئی اوس کا
شکر گذار نہ تھا اس لئے کہ اوسکو خود غرضی پر محمول کیا جاتا تھا نہ رعایا پروری پر۔
کچھہ مدت عرصہ نہین گذرا کہ ہندوستانیون سے یہ بدخیال دور ہوا تھا اور ہندوستانی
یہ یقین کرتے تھے کہ گورنمنٹ نے اپنی پالسی بدلدی ہے اور درحقیقت گورنمنٹ کو
اعلیٰ درجہ کے تعلیم دینا اور ہندوستانیون کو اونمین کے فائدہ کے لئے تعلیم دینا مقصود ہے
مگر ہندوستانی خوب جانتے ہین کہ تھوڑے دنون سے مدبران سلطنت کی پالسی بدلی ہے
اور ہندوستانیونکو اعلیٰ درجہ کی حقیقی تعلیم دینا وہ مناسب نہین سمجھتے۔ اونکو ابتک یقین نہین
ہے کہ یہ پالسی درحقیقت مستحکم ہوگئی ہے اور اوسپر عمل کرنا فی الواقع قرار پاچکا ہے۔ مگر ایسے
واقعات جو پیش آتے جاتے ہین جیسے کہ حضور عالی لارڈ لٹن کے وقت مین انڈین سول سروس
کے قواعد قرار پائے، اور جیسیکہ جناب ممدوح نے بعض اسپیچون مین علوم مشرقی کی ترقی کی ترغیب
دی یا جیسے کہ یہ حال مین واقعہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو کالج یونیورسٹی بنانے کی وقت
پیش آیا اور اندیش ہندوستانیون کو نہایت تردد مین ڈالتا ہے اور وہ خوف زدہ ہوکر خیال
کرتے ہین کہ شاید وہ پالسی مستحکم ہوگی ہے اور پھر وہی دھوکہ کی ٹٹی ہمارے آنکھون کے سامنے
کھڑی کی جاتی ہے جسکو مرحوم ہماری محسن لارڈ میکالی نے اپنی نہایت سچی تحریرون اور زبردست
ہاتھون سے اوٹھایا تھا۔ ہم نے کوئی مجلس لایق ہندوستانیون کی ایسی نہین پائی جسمین ان خیالات
کی روز بروز تردید نہوتی ہو۔ چارا دلی مقصد ہے کہ ہم اصلی حال ان ہندوستان کی فیلنگ
کا جنکی فیلنگ درحقیقت قدر و غور کے لایق ہے گورنمنٹ سے مخفی نرکھین اور اوس مین
کوشش کرین کہ گورنمنٹ ایسی جماعت کی باتون سے جنکے ظاہر بن زر و جواہر سے

جگہ گئے ہین اور جنکے تمام کام درحقیقت دیگر اسباب پر مبنی ہین نہ واقعی واقعات پر وہ کہ مین نہ آوے -

کیا ہندوستان کی ترقی علوم مشرقی کی ترقی سے ہو سکتی ہے - ہرگز نہین - کیا وہ اندیش ہندوستانی علوم مشرقی کے ترقی دینے سے گورنمنٹ کے احسانمند ہونگے - ہرگز نہین کیا ہندوستانی ایسے نادان اور بیوقوف ہین جو اپنے انجام کو نہین سمجھتے - ہرگز نہین سخت سے سخت متعصب مسلمان جو انگریزی زبان اور انگریزی علوم پڑہنے کو کفر و الحاد جانتا ہے وہ بھی یقین کرتا ہے کہ ہماری ترقی صرف مغربی علوم مین اعلی درجہ کی تعلیم پاتے ہین منحصر ہے مگر وہ یہ کہکر اپنے دل کو تسلی دیتا ہے کہ ہمکو اپنی ترقی سے اپنا مذہب پیارا ہے - اس خیال سے اگر وہ اپنی ترقی سے دست بردار ہو تو گورنمنٹ کی شکایت کا اوسکو موقع نہین ہے - مگر برخلاف اسکے جب گورنمنٹ ایسی کارروائی کرے جو ہندوستانیونکی اصلی ترقی کی معاون نہین ہے تو پھر صورت معاملہ کی منقلب ہو جاتی ہے -

بذریعہ ترجمون کے علوم مغربی کے ہندوستان مین پھیلانے کا مقصد ایک ہنسی کی بات ہے - بہت مدت ہوئی کہ یہ پالسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد مین اختیار کی گئی تھی اور اوسی بہادر اور محسن شخص لارڈ میکالی نے اسکو بھی ویسا ہی بے سود اور دھوکہ ثابت کر دیا جیسے کہ اس زمانہ کی دوسری پالسی کو ثابت کیا اور بالآخر اوس دھوکہ کی ٹٹی کو اوٹھا دیا - گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ہمکو صاف صاف سیدھا سچا رستہ ہمارے فائدہ کے لئے ہمکو بتاوے پھر جو کوئی اوسپر نہ چلے اوسکو جہنم مین جانے دے ہم دیکھتے ہین کہ یورپ مین روز بروز علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے - تمام نئی تصنیفات اور نئی تحقیقات ایک عظیم الشان دریا کی موج کی مانند بہتی چلی آتی ہین - کیا پنجاب یونیورسٹی (خدانخواستہ جبکہ وہ یونیورسٹی اونہین اصول پر ہو جاوے جن پر اب

وہ یونیورسٹی کالج ہے) اونکے ترجمون کا اور ہندوستان مین اوسکی اشاعت کا بندوبست کرسکتی ہے اور درحقیقت اون علوم کی اشاعت کرسکتی ہے۔ ہم اسبات کے مخالف نہین ہین کہ پنجاب مین ہی ایک یونیورسٹی قایم ہو جیسکہ کلکتہ مدراس بمبئی مین قایم ہے مگر جن اصول پر وہ یونیورسٹی قایم ہونا چاہتی ہے اوسکے برخلاف ہین۔

جو شخص اپنی قوی ہمدردی سے اور دوراندیش عقل سے غور کرے گا وہ یقین جانے گا کہ ہندوستان کی ترقی کیا علمی اور کیا اخلاقی صرف مغربی علوم مین اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کرنے پر منحصر ہے۔ اگر ہم اپنی اصلی ترقی چاہتے ہین تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی مادری زبان تک کو بھول جاوین تمام مشرقی علوم کو نسیاً منسیاً کردین۔ ہماری زبان یورپ کی اعلیٰ زبانون مین سے انگلش یا فرنچ ہو جاوے۔ یورپ ہی کی ترقی یافتہ علوم و ذرات ہمارے دستمال ہون۔ ہمارے دماغ یورپین خیالات سے (بجز مذہب کے) لبریز ہون۔ ہم اپنی قدر اپنی عزت کی قدر خود آپ کرنی سیکھین۔ ہم گورنمنٹ انگریزی کے ہمیشہ خیرخواہ رہین اور اوسکو اپنا محسن اور مربی سمجھین۔ مگر غلامی و حیوانی کی حالت جو ہم پر طاری ہے اوس سے ہم نکلین۔ ایک فیاض اور تنکدل گورنمنٹ کا جو کسی قوم پر اوسکی بھلائی کے لئے بلکہ انسانی بھلائی کے لئے حکومت کرتے ہے یہی منشا ہونا چاہیئے۔ یہ سچ ہے اکسفورڈ و یونیورسٹی زبانہاے قدیم کی ترقی مین نامور ہے مگر زبان دوسری چیز ہے اور علوم دوسری چیز ہین۔ بلاشبہ ہم اسبات کو کہ پنجاب یونیورسٹی کالج قدیم مشرقی زبانون کو ترقی دے پسند کرتے ہین کیونکہ قدیم لینگویج ماڈرن لینگویج کے زیور ہین۔ مگر ہم علوم مشرقی کی ترقی کے معنی نہین سمجھتے نہ علوم مغربی کا دیسی زبانون کے ذریعے سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم تک شایع ہونا ممکن جانتے ہین۔ جو اصلی مقاصد پنجاب یونیورسٹی کالج کے ہین اور اس لئے اوسکو کوئی ذریعہ اپنی ترقی کا بجز ایک دھوکہ کے قرار نہین

وے سکتے۔

کسی قوم کی ترقی خطوط متوازی کے مانند نہین ہوتی کہ سب کے سب ایک مقام سے دوسرے مقام تک چلے آوین ہمیشہ اوسکی ترقی مثلث کی شکل پر ہوتی ہے جس کا ایک کونا آگے بڑہا ہوا ہوتا ہے اور اوسکی پچھلی سطح اوسی مناسبت سے آگے بڑہتی جاتی ہے تعلیم کی یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو روشنی مین لاتی ہے اور اوسکو اپنی اور غیر قوم کی تمام برائیان بھلائیان سوشل و مارل کی دکھاتی ہے اور پھر وہ اونکو دیکھکر بلا لحاظ اسبات کے کہ وہ کس قوم کی ہین کسی کے اختیار کرنے مین اور کسی کے ترک کرنے مین مجبور ہوتا ہے اور ایسی قوم مین جو سکون کی حالت مین تھی ابت امین بوقلمون فرقے پیدا کرتا ہے اور مثلث کی ابتدا ایک کونا آگے پڑہتا ہے اور اسکے بعد اوسکی مناسبت سے قوم آگے بڑہتی جاتی ہے۔ ہمارے لئے خیال کرنا کہ ہم مین فرقہاے بوقلمون پیدا نہون اس خیال کے مساوی ہے کہ ہمارے دل علوم کی روشنی سے منور نہون ہم کو اگر ہم اپنی ترقی چاہتے رہین لازم ہے کہ ہم اپنی سوشل حالت پر غور کرین اوسکو اعلیٰ درجہ کی حقیقی کاملیت پر پہونچاوین اور علوم کے جو نتایج ہین اوس سے فایدہ اوٹھاوین اور بوقلمون فرقون کے پیدا ہونے کی جو ترقی کا لازمہ ہے کچھہ پروا نکرین اور یقین جانین کہ جب ہم مین کامل ترقی ہوگی وہ سب رفتہ رفتہ ایک لیول پر آجاوین گے۔ گورنمنٹ کا ہم یہ فرض سمجھتے ہین کہ ایسی ترقی مین ہماری معین و مددگار رہو اور اگر یہ منشا ہو کہ ہم اوسے لیول پر رہین جس پر اب مین سوشل اور مارل حالت مین کچھہ ترقی نکرین تو ہم کو کسی قسم کی تعلیم دینا محض بے سود ہے اپنی تو ہم سوشل مارل کی عمدہ حالت سے ناواقف ہین اور اس لئے بہت سے ہم مین ایسے موجود ہین جو اوسکے نہونے سے کچھہ رنجیدہ نہین ہین۔ ہم کو تعلیم دے کر اور اوسکی خوبیون سے واقف

کر کرادونکے حاصل کرنے سے روکنا ہمکو بہت زیادہ رنج دہ ہوگا - ہم نہایت افسوس سے سے علانیہ کہنا چاہتے ہین کہ ہندوستانیون کا جو کونا ترقی کرنے کی خواہش سے آگے بڑہا ہوا ہے اوسکو یہ رنج لاحق ہوتے ہین بہت سے تعلیم یافتہ اور دانشمند ہندوستانی اسبات کا یقین کرتے ہین کہ ہمارے حکام ہماری سوشل و پولیٹیکل و مارل حالت کی ترقی ہونا پسند نہین کرتے - اور ہر وسیلہ سے اوسکو دبانا اور پیچھے ہٹانا چاہتے ہین - یہ خیالات اون لوگون کے ہین جنکے خیالات وقعت کے قابل ہین اور گورنمنٹ کو اون پر غور کرنا اور اونکو دور کرنا نہایت ضرور ہے - ہز اکسلنسی مارکویس آف رپن نے اپنی اسپیچ مین اس امر کو کہ مابین ساکنان ملک یورپ اور ساکنان اس ملک کے وہ اتحاد دوستانہ نہین ہے جو پہلے تھا قابل غور قرار دیا ہے - بلاشبہ ہمکو اسپر شکر گذار ہونا چاہیے - بلاشبہ یہ امر نہایت قابل غور ہے - مگر یہ اوسوقت رفع ہوسکتا ہے کہ جو شخص ہم مین سے اپنی سوشل - پولیٹیکل - مارل حالت مین ترقی کرنا چاہے ساکنان ملک یورپ اوسکا ہاتھ تھامکر اوسکو اوس ترقی مین مدد دین مگر جبکہ ہمارا اوسی لیول مین رکھنا مد نظر ہو جس مین اب ہم ہین تو اوس اتحاد دوستانہ کی توقع کرنا ایسی توقع ہے کہ بغیر تخم ریزی کے ہم فصل درو کرنے کی توقع رکھین -

انسٹیٹیوٹ گزٹ ۲۷ - نومبر ۱۸۸۱ء

ورنکیولر یعنی ہماری زبان

یہ خیال بہت پرانا ہے کہ اگر ہماری تعلیم ہماری زبان مین ہو تو ہمارے لئے اور ملک کی ترقی کے لئے زیادہ تر مفید ہے لارڈ میکالی سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسپر بہت کچھ عمل کیا تھا۔ کلکتہ مین ایک سوسیٹی کتابون کے ترجمہ کے لئے قایم کی تھی اور بہت سی کتابین ترجمہ بھی کی تھین جسکا اب کہین نشان بھی نہین ملتا۔ پھر دہلی کالج مین اسپر ہمت مصروف ہوئی اور زر کثیر ترجمون پر اور اونکے چھاپنے پر خرچ ہوا۔ اب وہ کتابین جہان دستیاب ہوتی ہین روپے کی قیمت سے بھی کم قیمت ہین۔ پھر بانیان سائنٹفک سوسیٹی علیگڈھ نے اس مسئلہ کو نہایت اہم سمجھا اور وہ سوسیٹی اس مقصد سے قایم کی کہ علوم و فنون کی کتابین اپنی زبان مین ترجمہ ہو کر شایع ہون مگر وہ بھی کامیاب نہوئی۔ پنجاب یونیورسٹی کالج کا جو منشا ہے وہ کوئی نئی بات نہین بلکہ بہت پرانی بات ہے جسکو مدت ہوئی کہ اختیار کیا گیا تھا۔ اور تجربہ کے بعد بے سود سمجھکر چھوڑ دیا گیا تھا۔ اسوقت جو کتابین ورنکیولر مین صاحبان ڈرکٹرز بنگالہ۔ اضلاع شمال مغرب۔ پنجاب اور یونیورسٹی کالج لاہور نے شایع کی ہین۔ اون کا رواج صرف گورنمنٹ اسکولون مین محدود ہے جہان وہ حکماً پڑھائی جاتی ہین اور اسکے سوا کچھ بھی اونکے قدر نہین ہے ہر ایک ملک کے کورٹ بک ڈپو کا دفتر اسبات کو بتا سکتا ہے کہ ملک مین اونکا رواج کسقدر ہوا ہے غالباً کوئی کتاب بھی اسطرح شایع نہوئی ہوگی جسکی نسبت کہا جاوے کہ ملک مین اوس کا رواج ہوا

اسکا سبب یہ کہا جا سکتا ہے کہ ملک تعلیم سے خالی ہے اور جب تعلیم یافتہ اشخاص ملک
مین نہین ہین تو کتابون کا شیوع ناممکن ہے - ہم دل سے اسبات کو تسلیم کرتے ہین مگر اس
واقعہ سے نتیجہ نکالتے ہین کہ ورنیکلر مین کتابونکی موجودگی ملک کو تعلیم یافتہ بنانے مین کامیاب
نہین ہوئی اور مزید بران یہ کہتے ہین کہ مشرقی علوم یا زبان کی ترقی یا اونمین علمی کتابون کا ترجمہ
ہمکو تعلیم یافتہ (بشرطیکہ تعلیم سے بوزنیہ کی سی تعلیم مراد نہ لی جاے) نہین بنا سکتی - نہایت زور اور
یہ دلیل پیش کیجاتی ہے کہ تمام دنیا مین کوئی ملک ایسا نہین ہے جس نے اپنی دیسی
زبانون اور دیسی علوم مین ترقی کے بغیر عزت و دولت حشمت و حکومت حاصل کی ہو - یہ دلیل
اور اس قسم کی بہت سی دلیلون کو ہم دیکھتے ہین کہ سائنٹفک سوسیٹی کے اخبار اور اوسکی روئداد
اور مباحثون مین کی گئی ہین ایسی علوم کے معنی تو ہم نہین جانتے مگر اسبات کو ہم تسلیم کرتے
ہین اور بارہا تسلیم کر چکے ہین کہ جن ملکون نے اس زمانہ مین اعلیٰ درجہ کی ترقی کی ہے اس
کا بڑا سبب یہی ہے کہ اونھون نے تمام علوم و فنون کو اپنی زبانمین کر لیا ہے - مگر جن ملکون
نے ایسا کیا ہے اونمین اور ہندوستانمین بہت بڑا فرق ہے - اون ملکون مین ایک ہی
قوم اور ایک ہی زبان حکومت کرتی ہے - مگر ہندوستانمین نہ ہندوستانی حکومت کرتے ہین
نہ یان کی زبان حکمران ہے - پھر اون ملکون پر ہندوستان کا قیاس ایک بہت بڑی غلطی ہے
دنیا مین کوئی ایک مثال بھی ایسی نہین پائی جاتی جہان حاکم و محکوم مختلف قوم مختلف زبان
مختلف خیالات کے ہون اور اونھون نے اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم (جو کچھ کہ اوس کے
معنی ہون) اور اپنی پرانی شایستگی کو ترقی دینے سے عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل
کی ہو - انگلینڈ و اسکاٹلینڈ کی درحقیقت مختلف زبانین ہین اور اسکاٹلینڈ مین اب بھی وہ بولی
جاتی ہے - مگر ہم نے کبھی نہین سنا کہ کسی اسکاچ مین کو یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ وہ اپنی دیسی زبان اور

اور دیسی علوم کو (جو کچھہ کہ اِسکے معنی ہون) ترقی دیکر عزت - دولت حشمت - حکومت - حاصل کرے گا - ایرلینڈ کے باشندے اگر یہی خیال رکھتے تو اونمین ایک شخص بھی ایسا لایق - نامی پیدا ہونا جیسکہ ہوے - خود ہمارا ہندوستان ہی اسکی نظیر کے لئے کافی ہے - جب غیر قوم یعنی مسلمانون نے ہندوستان فتح کیا تو یہانکے باشندونمین سے وہی لوگ برسر عرصہ اور حکومت مین شریک ہوے جنہون نے اونکے علوم اونکی زبان - اون کے خیالات اونکا تمدن - اونکا لب ولہجہ - اونکی سی روش اختیار کی - ہندوستان مین اس خیال کا پیدا کرنا کہ ہم مشرقی علوم اور دیسی زبان اور دیسی علوم کو (جنکو ہم نہین چاہتے) ترقی دیکر عزت - دولت حشمت حکومت حاصل کرینگے بعینہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی امریکا کے اصل باشندون کو خیال دلائے کہ تم اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم مین (جو کچھہ کہ ہون) ترقی کرکے اپنی حکمران قوم مین عزت - دولت حشمت وحکومت حاصل کروگے -

قومی ترقی اور حکومت دونون بہنین ہین - جب کسی قوم مین حکومت رہے تو اوسکی ترقی صرف اسبات پر منحصر ہے کہ وہ اپنی فتحمند قوم کے علوم وزبان حاصل کرنے سے اپنے فتحمندون کے ساتھہ ملکی حکومت مین حصہ لے - علوم کی اون شاخونمین اعلی درجہ کی لیاقت پیدا کرے جنمین اون فتحمندون نے کاملیت حاصل کی ہے - سوشل عادات اور علمی و عملی اور ملکی خیالات اس قسم کے پیدا کرے جو فاتح ومفتوح مین کسی درجہ تک مناسبت پیدا کرین جب تک فاتح ومفتوح مین اس قسم کی مناسبت پیدا نہو اوسوقت تک باہمی دوستی کا برتاؤ محالات سے ہے - اسی مناسبت کے نہونے سے آجتک ہندوستان مین فاتح ومفتوح کے باہم دوستانہ برتاؤ نہین ہے - خوشامد کی باتین جو چاہے کہ لے اور پولیٹیکل طریقہ مین جو کچھہ بیان کرنا ہو کیا جاے مگر ہندوستانیون کا حال اپنے فتحمند قوم کے ساتھہ غلامی کی

حالت سے کچھہ زیادہ نہین ہے - ہم اس کا الزام اپنی فتحمند قوم کے ذمہ نہین دہرتے بلکہ خود اپنی قوم کے ذمہ ڈالتے ہین کہ اوسنے خود اپنے تئین اس لایق نہین بنایا کہ ہماری فتحمند قوم ہم سے دوستانہ برتاؤ کر سکے - پھر علوم مشرقی کی ترقی اور چھوٹی موٹی ترجمہ کی ہوئی کتابین ہمکو کیا نتیجہ دینگی اور ہم کو کونسی عزت - دولت - حشمت - حکومت بخشین گی - یونیورسٹی کالج لاہور نے ہمکو اب تک کس نتیجہ پر پہونچایا ہے جو آیندہ پوری یونیورسٹی ہوکر اور مردہ علوم مشرقی کو زندہ کر کر اور ہمارے پرانی شایستگی کو پھر پیدا کر کر ہمکو پہونچا دے گی - کچھہ شبہہ نہین کہ یونیورسٹی کالج اب بھی ہماری ترقیون کا سد راہ ہے اور جب وہ یونیورسٹی ہوجاوے گا اور ضرور ہوجاویگا تو ملک کے لیے - قوم کے لیے - ملکی ترقی کے لیے - قومی ترقی کے لیے آفت عظیم ہوگا - ہم پر احسان رکھکر ہمکو دہوکے مین ڈالا جاے کہ ہم تمارے مشرقی علوم و مشرقی زبان کی ترقی دیتے ہین - مگر ہم پوچھتے ہین کہ کیون اور کس مطلب سے ؟ اس کا جواب کسی پیرایہ مین اور کیسی ہی میٹھے لفظون مین دیا جاے اوسکا نتیجہ یہی ہے کہ غلامی کی حالت مین رکھنے کے لیے -

گورنمنٹ نے ہمارے سول سروس مین داخل ہونے کا راستہ کھولدیا ہے مگر اوسمین کیسی ہی مشکلات پڑ گئے ہون ابھی کمار کیمبرج کی سند ڈاکٹری کا ڈپلوما انجنیری کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے کوئی امر ہمکو مزاحم نہین ہے - ہندوستان مین انڈین سول سروس کے عہدہ کو جس مین ہماری بدبختی سے ابھی تک چندان قابلیت کی ضرورت نہین سمجھی گئی ہے جانے دو - مگر ہائیکورٹ کی ججی حاصل کرنے سے ہماری امیدین ابھی منقطع نہین ہوئی ہین - ہندوستانیون کا کونسل قانونی مین داخل ہونا ابھی تک بند نہین ہوا ہے - ہم کو سمجھنا چاہیے کہ ان حقوق کے واجبی طور سے حاصل کرنے کو ہم کو کیا کرنا ہے کیا مشرقی مردہ علوم کو زندہ

کرنے والی یونیورسٹی؟ کیا ہماری پرانی شایستگی کو پھر ہمارے لئے مہیا کرنے والی تجویز معمولی عہدہ جیسی وکالت منصفی سب ججی ہے بغیر انگریزی علوم و انگریزی زبان کے کافی لیاقت کے ہمکو میسر نہین آسکتی - پھر کیا مردہ علوم شرقی کے زندہ ہونے اور ہماری مشرقی زبانون کی ترقی سے ہم کو کچھ نتیجہ مل سکتا ہے یونیورسٹی کالج لاہور جو پوری یونیورسٹی ہونیوالا ہے بجز اسکے کہ ہم کو سیدھی راہ چلنے سے روکے - ہمکو ہمارے حقوق سے محروم رکھے ہم کو اس لایق نہونے دے کہ ہم اپنے حقوق کا دعوی کرسکین ہمارے حق مین اور کیا کرسکتا ہے -

ہم کو ایسا لایق ہونا چاہیے کہ ہم دور دراز ملکونکے سفر کرنے کے قابل ہون - ہم بساطی کی سی دوکانداری سے نکلین - ہم اپنی اور اپنے ملک کی تجارت کو ترقی دین - ہماری تجارت کی محمدن اینڈ کمپنی کے نام سے کوٹیان لندن مین اڈنبرا مین ڈبلن - بروزلز مین قسطنطنیہ مین پیکین مین سینٹ پیٹرزبرگ مین - واشنگٹن مین اور دنیا کے تمام حصون مین قایم ہون ہم بحری و بری سفر کو اسی طرح خوشی سے کرین جیسے اور قومین کرتی ہین جس سے ہم کو عزت - دولت - حشمت اور حکومت مین شرکت حاصل ہو - پھر کیا ہمارے مردہ مشرقی علوم کا زندہ ہونا اور مشرقی زبانون کا ترقی دینا ہماری پرانی شایستگی کو پھر قایم کرنا ہم کو اس قابل بنا سکے گا ہرگز نہین ہرگز نہین پس ہمکو علوم مشرقی کے زندہ کرنے اور مشرقی زبانون کے ترقی دینے کے جال مین پھنسانا صاف ایسی تدبیر کرنا ہے کہ جسسے ہم کو ہماری ترقیات حاصل کرنے سے روکا جاے جو لوگ دوراندیش ہین وہ کبھی ایسی پالیسی کو پسند نہ کرین گے اور اوسمین ہندوستان کی فلاح تصور نہ کرین گے - بلکہ اپنے حق مین - ہندوستان کے حق مین گورنمنٹ کے حق مین شدید مضر سمجھین گے -

ہمکو سر الگزنڈر اریہ نات کلکتہ یونیورسٹی کے وین چنسلر کی گفتگو بھولی نہین ہے جبکہ اونہون نے کہا تھا کہ "وہ تجویزین جنسے یونیورسٹی کے سند یافتہ لوگون کو اسقدر فائدہ پہونچا بغیر ایک بڑے مباحثہ اور اختلاف راے کے انجام کو نہین پہونچین اس سوال کے ہر پہلو پر سخت تکرار اور بحث واقع ہوئی اس مضمون پر اولاً بحث اون دو فریقون مین واقع ہوئی جن کو بطور اختصار اورینٹلسٹ اور یورپین کہتا ہون - اورینٹلسٹ سے مراد وہ لوگ ہین جو یہ چاہتے ہین کہ تعلیمی سرمایہ صرف مشرقی زبانون اور قدیمی فنون کی تعلیم مین صرف کیا جاے اور یورپین سے وہ لوگ مراد ہین جو یہ کہتے تھے کہ یورپین لٹریچر اور علوم جدیدہ بالتخصیص انگریزی زبان کی وساطت سے سکھاے جاوین" پس حامیان لاہور یونیورسٹی بجز اسکے کہ اس متروک طریقہ کو جو درحقیقت ہمارے لئے مضر ہے پھر زندہ کرنا چاہتے ہین اور کیا مشار کہتے ہین -

کیا اوس نیکدل اور ہندوستان کے دوست الگزنڈر اریہ نات کے اس فقرہ کو ہم بھول جاوینگے "مگر اوس اعلیٰ تعلیم کے بارہ مین جنکی ترقی کی نظر سے ہمارے یونیورسٹیان قایم ہوئی ہین ہمکو یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ تقید اور مباحثہ بالکل ختم ہوگیا ہے اب اوس مخالفت نے دوسری شکل اختیار کی ہے اور اب یہ اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم جو ہمارے کالجون اور اسکولون مین دیجاتی ہے پولیٹیکل ناراضی پھیلانے کے باعث ہوتی ہے" سر الگزنڈر نے کہا کہ "اگر میری یہی راے ہوتی تو مین اس عہدہ پر نہوتا جس سے مجکو یونیورسٹی نے افتخار بخشا ہے" اونہون نے کہا کہ "جسقدر زیادہ مکمل تعلیم ہندوستانیونکو دیجاوے گی اوسی قدر وہ زیادہ گورنمنٹ انگریزی کی قدر کرنے کے لایق ہونگے" - پس پنجاب یونیورسٹی اگر وہ قایم ہوجاے تو ہمارے حق مین بجز اسکے کہ ہماری اعلیٰ درجہ کی یورپین تعلیم کو برباد کردے اور اوسی پالیسی پر عمل کرے جو ہماری برباد کرنیوالی ہے اور کیا کرے گی -

ہم تسلیم کرتے ہین کہ یونیورسٹی کی تعلیم نے بعض تعلیم یافتہ لوگونکو زیادہ دلیر کردیا ہے اور اونہون نے نہایت سخت اور بعض اوقات نہایت بیجا اور ناواجب اور نامنصفانہ نکتہ چینی گورنمنٹ پر کی ہے۔ مگر ہم دل سے یقین رکھتے ہین اور گورنمنٹ کو بھی یقین دلانا چاہتے ہین کہ وہی تعلیم یافتہ ناراض نکتہ چین جسقدر گورنمنٹ انگریزی کے قدردان ہین شاید دوسرا کوئی نہوگا پس نکتہ چینی کے اندیشہ سے ہماری تعلیم کو برباد کرنا ہمارے حق مین کچھہ انصاف نہین ہے۔ ہمکو بالغ العلوم اور مالک العلوم کے خطاب دینا اور پھر نابالغ کے درجہ پر رکھنا ہم کبھی پسند نہین کرسکتے۔

ہمارے لئے سیدھا رستہ کھلا ہوا ہے کہ جہانتک ہم سے ہوسکے یورپین لٹریچر اور یورپین سائنس مین اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ترقی کرین جہانتک ہمکو یونیورسٹی کے سچے خطاب حاصل ہوسکتے ہین حاصل کرین اور جب اس سے بھی زیادہ ہم مین ہمت ہو تو آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیون مین تعلیم کو جاوین۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ڈگریان حاصل کرنے مین کوشش کرین۔ اپنے تئین مہذب و تعلیم یافتہ جنٹلمین اسکے اصلی و حقیقی معنونین بناوین اور جو فیض تعلیم و تربیت و تہذیب ہم نے اون مہذب ملکونین حاصل کیا ہو اوسکو اپنے ہموطنون اور ہم قومونمین پھیلاوین۔ بیشک ہم کو ایسا کرنے مین بہت مشکلات ہین اور ہر طرف ہمکو اپنی قوم کی جہالت اور تعصب سے مقابلہ کرنا ہے اور اودھر اپنی فہمند قوم کے اون تنگ دل لوگون کی مزاحمت کا برداشت کرنا ہے جو ہمارے سوشل پولیٹیکل حالت کی ترقی اپنی طبعی تنگدلی کے برخلاف سمجھتے ہین۔ ہماری انگلش بف انگلش تمدن جنٹلمین کیسے اخلاق یہانتک کہ ہمارے تعلیم لباس سے بھی وہ ایسے ناراض ہوتے ہین اور چشم خشم آلود سے ہم کو دیکھتے ہین جیسے کوئی ایک نہایت تنگدل بڑے مجرم کو دیکھتا ہو۔ مگر ہم کو اپنی اور اپنی قوم کی بھلائی پر نظر رکھنی چاہیے اور

جو تکالیف اور مشکلات ہمکو پیش آوین نہایت تحمل اور پختہ مزاجی سے برداشت کرنی چاہئین - مگر ہم اسبات کو مخفی رکھنا نہین چاہتے کہ گریٹ رفارم یعنی زمانہ ان باتون کو ضرور ہونے دیگا اور کوئی مزاحمت اور کوئی ناخوشی و خفگی اوسکو روک نہین سکے گی - مگر بیشک یہ تنگدلی کے خیالات ناراضی کو ترقی دینے والے اور فاتح و مفتوح مین ہمدردی اور محبت کو توڑنیوالے ہین -

انسٹیٹیوٹ گزٹ ۱۸ دسمبر ۱۸۸۰ء

ہماری زبان اور ہماری اعلیٰ درجہ کی تعلیم

ہمارے دو وار نکلون نے جو ہمارے پچھلے اخبار مین چھپے ہوے ہمارے پنجاب کے دوستون کو گھبرا دیا ہے - بلکہ کسی قدر رنجیدہ کر دیا ہے - وہ سمجھے ہین کہ ان وار نکلون سے ہم کو بالتخصیص پنجاب یونیورسٹی پر حملہ کرنا مقصود ہے - اور اپنے حسن ظن سے اوسکی بنیاد جدید قایم کی ہے - ہم کو افسوس ہے اگر یہ کمینہ خصلت ہم مین ہے پنجاب یونیورسٹی جس کے اصول سے ہم بلاشبہ مختلف الراے ہین اگر وہ یونیورسٹی ہو جاے تو ملک کو اور ایسے وسیع ملک کو جس مین تین اور یونیورسٹیان موجود ہین کوئی معتدبہ نقصان نہین پہونچا سکتی - اگر وہ صحیح اصول پر قایم ہوتے ہے اور اوس سے ملک کو برخلاف ہماری راے کے فائدہ پہونچنے والا ہے تو چشم ماروشن ہماری عین خوشی ہے کہ ملک کو فایدہ پہونچے اور ہماری راے غلط ثابت ہو اور اگر وہ درحقیقت ملک کو فایدہ پہونچانے والی نہین ہے تو اوسکو ہونے دو اس سے مخالفت کی کچھہ ضرورت نہین ہے - خود اوس مین ناکامی کا بیج ہے اور وہ آپ ہی آپ ناکام ہو جاوے گی -

ہمارا مقصد صرف اپنی قوم کو متنبہ کرنا ہے کہ درحقیقت کیا چیز اوسکے لئے مفید اور اسکے لئے بیکار آمد ہے اور گورنمنٹ کو اسبات کا جتلانا ہے کہ ہمارے ترقی کے لئے اوسکو کیا کرنا

ہے۔ عام تعلیم ہماری بحث سے خارج ہے کیونکہ ہم تسلیم کرتے ہین کہ عام تعلیم کے لئے
ہمارے زبان نہایت عمدہ وسیلہ ہے جو تحصیلی اور دیہاتی مکتبون مین محدود رہنی چاہیے۔
ہم اس بحث کو بھی چھوڑ دیتے ہین کہ ہماری زبان مین علوم و فنون کے ترجمہ سے ہم کو اعلیٰ درجہ
کی ترقی تعلیم مین ہو سکتی ہے یا نہین۔ اگر بالفرض ہو بھی سکتی ہو تو اوس کا نتیجہ کیا ہے بنارس کالج
نے سنسکرت زبان کی ترقی پر بہت کچھ توجہ کی مگر وہ ایک کو بھی سنسکرت مین اون پنڈتون
کے برابر نہین بنا سکا جو دھوتی باندھے کمری پہنے سنسکرت اور شیوالہ گھاٹ کی سیڑھیون پر
بیٹھکر اپنی مقدس زبان سنسکرت کی تحصیل کرتے ہین۔ اوسکی تحصیل سے ملک کو بجز اسکے کہ
بنارس مین دس پانچ منگتا پنڈت اور زیادہ ہو گئے کیا نتیجہ حاصل ہوا یونیورسٹی کالج لاہور نے
بلخ بدخشان کے طالب علمون کو جو کچھ تعلیم دی ہو دی ہو ہمکو اوس کا حال معلوم نہین۔ مگر آجتک
اوس نے ایک کو بھی عربی یا فارسی مین اون لوگون کے برابر نہین بنایا جنھون نے مسجد کے
چبوترون اور خانقاہ کے تنگ و تاریک حجرون مین مٹیکر اور ورود فاتحہ کی روٹی پر گذران کرکر
عربی و فارسی کو تحصیل کیا اور اعلیٰ درجہ بیجز اوس مین پیدا کیا۔ مگر اوس کا نتیجہ بجز اسکے کہ مردون
کی روٹیان کھانے والے اور زیادہ ہو گئے ملک کو کیا فائدہ پہونچا۔ اگر پنجاب یونیورسٹی
قایم ہو جاے اور ہمکو علوم مشرقی مین ویسی ہی تعلیم دے (گو ویسی تعلیم ہی ممکن نہین) تو بجز اسکے
کہ چند بیکاری اور چند فاتحہ کی روٹی کھانیوالے ملک مین زیادہ ہو جاوین اور کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا
ہے۔ ہمکو صاف صاف بتاؤ کہ لاہور یونیورسٹی کالج نے جن لوگون کو انٹرنس مین پاس
ہونے کی سندین عطا کی ہین پروفیشنسی اور ہای پروفیشنسی کے خطاب مرحمت فرماے
ہین وہ کس مرض کی دوا ہین اور اون سے ملک کو، قوم کو، اوسکی دولت حکومت کو، اوسکی
تجارت کو، اوسکے اخلاق کو، اوسکی روشن ضمیری کو، اوسکی وسعت خیالات کو کیا فائدہ پہونچا ہے

یا آیندہ پہونچ سکتا ہے - ہان اگر یہ کہا جاے کہ اوس تعلیم سے مقصد ہی یہ ہے کہ ایسے نہو
پاوین تو سب کچھہ تسلیم کیا جا سکتا ہے -

ہمکو وظیفہ دیا جاتا ہے کہ خود ہم نے اسی اصول پر سائنٹفک سوسائٹی قایم کی تھی - اور
بہت کچھہ اور تکرار گورنمنٹ سے کی تھی اور اب ہم اوسکے برخلاف ہین - ہان یہ بات سچ ہے
اور جسقدر مباحثہ ہم نے کیا جو ہماری سوسیٹی کے دفتر مین موجود ہے اور بہت سے کاغذون مین
چھپ چکا ہے ابھی اوسقدر مباحثہ اور استدلال پنجاب یونیورسٹی کے طرفدارون نے نہین کیا - مگر
اوس زمانہ مین اور حال کے زمانہ مین زمین آسمان کا فرق ہے - سین ٹیفک سوسیٹی کی بنا کو پڑے ہے
اٹھارہ اونیس برس کے قریب زمانہ گذرا وہ زمانہ وہ تھا کہ اوس سے تھوڑے عرصہ پیشتر ہماری ملکہ
معظمہ قیصر ہند نے سلطنت ہند کا اختیار اپنے ہاتھہ مین لیا تھا اور اہل ہند کو مطلق معلوم نہ تھا کہ کس
سے ہمارا تعلق چھوٹا اور کس سے ہمارا تعلق ہوا اور اس تبدیلی نے جو بظاہر صرف نام کی تبدیلی
تھی اہل ہند کو کن کن حقوق کا مستحق کیا اور اون کے حقوق کے حاصل کرنے کو انہین اپنے
تئین کس درجہ تک لایق بنانا ضرور ہے وہ زمانہ وہ تھا کہ اوس مین انگریزی علوم کی حاجت نہ تھی
یا یون کہو کہ قدر نہ تھی - تمام عدالتون مین دیسی زبان مروج تھی - اعلیٰ سے اعلیٰ عہدون کے لئے
ادنیٰ درجہ کے مشرقی تعلیم کافی تھی - ہندوستانیون کو خیال بھی نہ تھا کہ ہم کوئی ایسا عہدہ بھی پا سکتے
ہین جو ہماری فتحمند قوم کے نوجوان باتجربہ کار حکام کو مل سکتے ہین اوس زمانہ مین ریل اور تار برقی
کو کروڑون ہندوستانیون نے دیکھا ہے نہ تھا - اور جو خیالات تجارت و ترقی کے اب پیدا
ہوتے ہین وہ اوس زمانہ مین کسی کے خیال مین بھی نہ تھے - سمندر کے سفر سے بجز اون حاجیون
کے جو نہایت امیر اور خراب حالت سے سفر کرتے تھے اور جس مین ڈوبنا بہ نسبت سلامت
پہونچنے کے زیادہ یقین کے قابل تھا کوئی جانتا بھی نہ تھا - اوس زمانہ کے مناسب حال بلاشبہ

ایک شخص کو جو سچے دل سے اپنے ملک و قوم کی ترقی کا خواہان ہو اس خیال کا پیدا ہونا کہ ہم دیسی زبان کے ذریعہ سے اپنی ملک و قوم کو ترقی دین نہایت واجب اور سچا خیال ہو سکتا ہے - مگر رفتہ رفتہ تمام حجاب رفع ہوتے گئے اور خود زمانہ نے بتا دیا کہ کدھر کدھر جانے ہوا اور ٹھیک رستہ کدھر ہے -

زمانہ مین کچھہ حنیف تبدل نہین ایا بلکہ ایسا تبدل آیا جو آنکھہ سے دکھائی دیتا ہے - تربیت یافتہ لوگون نے ہی نہین بلکہ عام لوگون نے بھی بخوبی اوسکو دیکھا ہے - ہم مثالا اپنے ملک کی بڑی عدالت کا ذکر کرتے ہین جبکہ صدر عدالت ہائیکورٹ نہین ہوئی تھی مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے نہایت ذی علم اور لایق شخص وکالت کرتے تھے اور ایسے کامیاب تھے - کہ زمانہ اون پر رشک کرتا تھا - وہ نام کے مولوی فاضل نہ تھے بلکہ حقیقتًا مشرقی علوم اور مشرقی زبان سے ایسے عالم تھے کہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو اون سے ادھا بھی پیدا کرنا نہایت مشکل ہے - دفعتًا ۱۸۶۶ء مین صدر عدالت ہائیکورٹ ہوگئی اور یورپین علوم اور یورپین زبان نے اپنا راج کیا وہ بارُور درخت مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے جنکی پہنگ آسمان تک پہونچی تھی اس طرح کملا کر زمین پر گر پڑے جیسے کوئی نیا نازک پودا پانی کے صدمہ سے جھلس جاوے - اب ہائیکورٹ مین جاکر علما علوم مشرقی کا حال دیکھو کہ اون پر ماہیان بنکتی ہین نہ وہ اپنے ذات کا کچھہ فائدہ کر سکتے ہین نہ ملک کا، نہ قوم کا -

تمام عہدون مین سے مشرقی زبان خارج ہوگئی ہے - دیوانی عہدون مین جنکی بنیاد وکالت کے امتحان پر قایم ہوتے ہی مشرقی علوم و مشرقی زبان کی قدر پرسش نہین رہی ہے ہم نے سنا ہے کہ ہائیکورٹ کی وکالت کے امیدوارون کی فہرست مین ایک بھی مسلمان نہین ہے نہ کوئی پنجاب یونیورسٹی کالج کا خطاب پایا ہوا ہم نے سنا ہے مگر ہم کو صحیح معلوم نہین کہ

ایک لایق تحصیلدار عالم علوم مشرقی کو امیدواران ڈپٹی کلکٹری کی فہرست مین اسلئے جگہ نہین
مل سکی کہ وہ انگریزی نہین جانتا - ہم گورنمنٹ کے اِس تجویز کو کہ تمام اعلیٰ عہدے بجز لایق انگریزی
دانون کے کسی کو ندی جاوین نہایت پسند کرتے ہین اور جہانتک اس مین سختی ہونی چاہیے
ملک کا، اور قوم کا اور گورنمنٹ کا سب کا فائدہ سمجھتے ہین اور یقین کرتے ہین کہ ملک کی ترقی
کے لئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہین ہے - انڈین سول سروس کے قاعدہ سے زیادہ تر
تر ناراضی ہمکو اسلیئے ہے کہ اوس مین اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی کوئی شرط نہین ہے -

ہمارے ملک مین اور پنجاب مین اسوقت ایسے عہدہ دار بہی موجود ہین جو علوم مشرقی
اور زبان مشرقی مین نہایت اعلیٰ رتبہ رکھتے ہین اور اونہین کے مقابل یورپین اور ہندوستانی
وہ حکام بہی ہین جو علوم مغربی اور زبان مغربی مین پوری دستگاہ رکھتے ہین ایک کے سامنے
قانون کا ترجمہ جو نہایت محنت اور قابلیت سے کیا گیا ہے موجود ہوتا ہے اور دوسرے کے
سامنے اصل انگریزی - پہر جو شخص واقف ہین اون دونون کی لیاقت اور قابلیت کا اوس کام
مین جو اون دونون کے ہاتہہ مین یکسان ہے تفرقہ کر سکتے ہین -

زمانہ نے سرکاری ملازمت کی ہی حالت کو نہین بدلا ہے بلکہ تمام حالات مبدل ہوگئے
ہین جس طرح علوم مشرقی اور زبان مشرقی عہدہ جات سرکاری مین بیکار ہوگئی اوسیطرح تجارت و
صنعت اور حرفت مین بیکار ہے - ہمکو روزمرہ کے کامون مین بہی انگریزی کی محتاجی ہے -
یہانتک کہ ایک کنجڑی ترکاری فروش کو یا ایک چمار جوتی والے کو بہی اسقدر انگریزی جاننا
ضرور ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ "دو خوشی ہو ٹیک خوشی نہو تو ٹیک" اعلیٰ درجہ کی علوم و زبان مغربی
کی ضرورت ہمکو تجارت اور روزمرہ ہی کے کامون نہین ہے بلکہ اسکو ہماری سوشیل اور پولیٹکل
حالت سے بہت بڑا تعلق ہے جسکو سمجھہ ہے وہ اسبات کو سمجھتا ہے اور جنکو آنکہین ہین

وہ اسبات کو دیکھتا ہے اور جسکو غیرت ہے وہ اسبات کا خیال کرتا ہے اور جو حقیقتاً اپنے ملک اور اپنی قوم کی بھلائی و ترقی کا خواہان ہے وہ ان سب باتون پر نہایت دور اندیشی سے نظر کرتا ہے۔

جبکہ ان ۱۹۔۲۰ برس کے عرصہ مین زمانہ نے ایسا تغیر و تبدل پایا ہے اور وہ تمام حالات جو اوسوقت موجود تھے جبکہ ہم نے مین ٹیفک سوسیٹی قایم کی تھی اور جس کے دلائل و براہین و مباحثون کے خوشہ چینی اب پنجاب یونیورسٹی کے طرفدار کرتے ہین اور ہم پر حسد کا الزام لگاتے ہین بالکل بدل گئے ہین تو ایک شخص کا جو درحقیقت اپنے ملک اور اپنی قوم کی ترقی چاہتا ہے یہ کام نہین ہے بلکہ اوسکے اختیار مین نہین ہے کہ جو زمانہ (۲۰) برس آگے بڑھ گیا ہے اوسکو کھینچ کر (۲۰) برس پیچھے ہٹالاوے۔ اور جو روشنی زمانہ نے دکھائی ہے اوسکو مٹی کی اوجھل کرکر اوسپر کالے کپڑے کی چادر ڈال دے۔ یہی انجمن پنجاب اور پنجاب کا اختیار ہے جس نے اس رائے کو مشتہر کیا تھا کہ ہندوستانیون کا انگلستان مین تعلیم کو جانے دینا خلاف مصلحت ہے۔ کیا کچھ رنج اور افسوس نہین ہے جو ملک اور قوم کی ترقی چاہنے والون نے اس رائے پر نہین کیا۔ ہم لارڈ لارنس مرحوم کو روتے ہین کہ اونکی تجویز اسکالرشپ دیکر ہندوستانیون کو ولایت بھیجنے کی برباد ہوگئی جس نے بے انتہا ملک کو اور گورنمنٹ کو نقصان پہونچایا اور ہمارے دوست ملک کی ترقی کا دعویٰ کرنے والے ہندوستانیو کا انگلستان مین تعلیم کو جانا خلاف مصلحت قرار دیتے ہین افسوس صد ہزار افسوس۔

ہمارے ملک کو، ہماری قوم کو اگر درحقیقت ترقی کرنے اور فی الواقع ہماری ملکہ معظمہ قیصر ہند کا سچا خیر خواہ اور وفادار رعیت ملنا ہے تو اسکے لئے بجز اسکے اور کوئی راہ ہی نہین ہے کہ وہ علوم مغربی اور زبان مغربی مین اعلیٰ درجہ کے ترقی حاصل کرے۔ ہماری دولت ہماری

حشمت، ہماری عزت - ہماری سوشل ہماری پولیٹیکل حالت کا سب کا مدار اسی بات پر ہے۔ جو شخص ہم کو اس راہ سے ہٹکانا چاہتا ہے بلاشبہ وہ ہمارے ملک کا دوست نہین بلاشبہ دشمن ہے اور ہم کو دھوکہ دیتا ہے۔

ہمارے لئے اب یہ زمانہ ہی نہین ہے کہ ہم اپنی تعلیم کا مدار صرف کلکتہ یونیورسٹی کے امتحان پر اور بی۔ اے۔ اور۔ ایم۔ اے کی ڈگری پانے پر محدود رکھین - بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہندوستان کی یونیورسٹیون کی ڈگریونکو اپنی تعلیم کے لئے صرف ایک دروازہ سمجھین اور بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا ان ربی لغفور رحیم کہکر جہاز پر سوار ہون اور اپنی کامل تعلیم کے لئے کیمبرج اور اکسفورڈ کی یونیورسٹیون کو اپنا درس گاہ قرار دین - ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ پنجاب یونیورسٹی مردہ مشرقی علوم اور مشرقی زبان کو زندہ کرکر اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی سکھلاکر ہمکو کیا بخشیگی اور ہمکو کسی رتبہ پر پہونچاویگی - اس سے بجز اسکے کہ ہم ایک جال مین پھنس جاوین اور ایک ایسی بھنور مین جا پڑین کہ تمام عمر چکر کھایا کرین اور وہین کے وہین رہین اور نجات کی کچھہ توقع نہو اور ہر دم ڈوب جانے کا اندیشہ ہو اور کیا حاصل ہوگا - اسوقت ہمارے ملک مین بہت سے عالم مشرقی علوم اور مشرقی زبانون کے موجود ہین - مگر ہر شخص جانتا ہے کہ محض بے مصرف ہین اور ملک کو اونسے کوئی فائدہ نہین - شاید مذہبی مراسم مین اونسے مدد پہونچی ہو اوس سے ہماری بحث کو کچھہ تعلق نہین ہے اور نہ گورنمنٹ کو نہ کسی یونیورسٹی کو جس مین گورنمنٹ دخیل ہو اوس سے تعلق ہونا چاہئے۔

ہم کہہ چکے ہین کہ پنجاب یونیورسٹی کسی اصول پر قایم ہو صحیح پر یا غلط پر ہم کو کچھہ زیادہ نقصان نہین پہونچا سکتی تو ہم ضرورت نہین سمجھتے کہ ہم پنجاب یونیورسٹی پر کوئی حملہ کرین - بلاشبہ اوسوقت خوف پیدا ہوتا ہے جبکہ ہم ایسے لوگون کو جنکے ہاتھہ مین خدا نے ہمارے ملک

کی برائی بھلائی نفع نقصان سپرد کیا ہے مردہ مشرقی علوم و مشرقی زبانون کے زندہ کرنے پر
مائل پاتے ہین تو ضرور سمجھتے ہین بلکہ بلحاظ جب قومی اپنا فرض جانتے ہین کہ اس امر کو
بیان کرین کہ مردہ علوم مشرقی اور مشرقی زبانون کے زندہ کرنے کی فکر مین پڑنا ہمارے لئے
ملک کے لئے بلکہ گورنمنٹ کے لئے کچھ بھلائی نہین ہے۔ اپنی قوم کو سمجھاتے ہین
کہ اون کا مقصد مغربی علوم و مغربی زبان کو اعلی درجہ تک حاصل کرنا چاہیے اور گورنمنٹ
سے یہ التجا کرتے ہین کہ ہندوستان مین یورپ کے علوم اور یورپ کی حکمت کو ترقی دینا
اوس کا مقصد ہو۔

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

الہ آباد ہونے والی یونیورسٹی

افسوس ہے کہ لوگون مین یہ خیال زیادہ پختہ ہوتا جاتا ہے اور دن بدن اس کو وسعت ہوتی جاتی ہے کہ الہ آباد یونیورسٹی ایک نقل پنجاب یونیورسٹی کی ہوگی۔ شاید اس کی صورت مین کچھ تبدیل ہو مگر اس کی پالیسی وہی ہوگی جو پنجاب یونیورسٹی کی تھی یعنی علوم مشرقی کی ترقی کا دھوکا دیکر انگلش ائی ایجوکیشن کو گھٹانا اور جس طرح ایک تیلی اپنے کھولو کے بیل کی آنکھین بند کرکے دن رات ایک ہی سرکل مین کولھو کے گرد پھرائے جاتا ہے اسی طرح ہندوستانی رعایا کی آنکھین بند کرکے اُن کو ایک چکر مین ڈالے رکھنا بے شک ایک مہذب گورنمنٹ کو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

اخبار انجمن پنجاب و پنجاب یونیورسٹی نے جو ڈاکٹر لیٹنر صاحب کا ارگن گنا جاتا ہے

اپنے اخبار مطبوعہ ۱۷- اپریل مین ہز اکسلنسی لارڈ ڈفرن کی اسپیچ کی جو اونہون نے بنارس میونیسپلٹی کے اڈریس کے جواب مین فرمائی تھی اس فقرہ کو بطور تائید اورنٹیل کالج متعلقہ پنجاب یونیورسٹی کے نقل کیا ہے۔

ہز اکسلنسی نے فرمایا کہ "چونکہ مین خود مشرقی علوم کی ایک شاخ کا ترقی دینے والا ہون اور چونکہ مجھکو ہمیشہ زباندانی کی تحقیقات کا مذاق رہا ہے لہذا مین تمہاری اس خواہش کی ہمدردی کر سکتا ہون کہ مغربی علوم کے ساتھہ مشرقی علم ادب کی ترقی کی جاوے اور جہانتک میری طاقت مین ہوگا تمہاری اس خواہش کو پورا نے مین بخوشی امداد دون گا اور مین یہ کہنے کی جرات کرتا ہون کہ جہانتک میرا ذاتی تعلق ہے مجھے ایسے قابل تعریف مدعا کو ترقی دینے سے بہت خوشی حاصل ہوگی۔

لکھنو کا ایک اخبار لکھتا ہے کہ "جو کچھہ کہ ہمکو دریافت ہوا ہے اور جو کچھہ ہز آنر نے بیان کیا ہے اور جو کچھہ بنارس میونی سپل بورڈ کے زبان سے ہمارے حکمرانون نے کہا ہے ہم اس سے اس قدر تو نتیجہ نکال سکتے ہین کہ ہمارے حکمران ہمکو کم و بیش پنجاب یونیورسٹی کے سانچے کی یونیورسٹی دینے والے ہین۔

اگرچہ ہم کو اب تک یقین نہین آتا کہ الہ آباد یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی کے سانچہ اور نتیجہ پر ہوگی مگر ہمارے سامنے ایسی دلیلین پیش ہوتی ہین جن سے مجبوری ہمکو اپنے یقین مین شک ڈالنا پڑتا ہے۔

ہندوستانیون کو اس بات کا شبہ کہ گورنمنٹ نے ہندوستان مین انگلش ہائی ایجوکیشن کے معدوم کرنے کی پالیسی قرار دی ہے لارڈ میو کے زمانہ سے پیدا ہوا تھا مگر وہ زمانہ افسوس ناک واقعہ سے بہت جلد ختم ہو گیا اور ہندوستانیون کو اس شبہ پر کچھہ خیال نہین رہا۔ لارڈ

ناتھ بروک کا زمانہ اس امر کی نسبت خاموشی کے ساتھ گذر گیا۔ لارڈ لٹن کے زمانہ مین وہ شبہہ پھر زندہ ہوا اور ہنٹر اکسلنسی کی متعدد اسپیچون سے یہ نتیجہ نکالا کہ ہائی ایجوکیشن کے گھٹانے کی پالسی تقویت پاتی جاتی ہے۔ مارکوئیس آف رپن کے عہد مین یہ شبہہ بہت زیادہ قوی ہو گیا اور اخبارون اور تمام پبلک مین اسکا بہت زیادہ چرچا ہو گیا۔ اگرچہ ہنٹر اکسلنسی نے اپنی متعدد اسپیچون مین بیان کیا کہ اُن کی پالسی ہائی ایجوکیشن کے گھٹانے کی نہین ہے مگر قول کی نسبت عمل بہت زیادہ یقین دلانے والا ہوتا ہے اس لئے ہندوستانیون کے دل مین جو شبہہ پیدا ہوا تھا وہ رفع نہین ہوا۔ اسی درمیان مین منحوس پنجاب یونیورسٹی قایم ہوئی جسکی نسبت لوگون نے خیال کیا کہ اُس کا قایم ہونا اسی خراب پالسی کی تکمیل کی غرض سے ہے۔

اس مین کچھہ شک نہین کہ اُن زمانون مین جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا گورنمنٹ کو ہندوستان کی تعلیم پر توجہہ ہوئی اور جو لوگ اسٹیٹسمین کہلاتے ہین اُن کی راے مین اختلاف ہوا۔ آنریبل سر آرتھر نارتھ کلکتہ یونیورسٹی کے ویس چینسلر نے اپنی ایک اسپیچ مین کہا۔

"وہ تجویزین جن سے ہمکو یعنی یونیورسٹی کے سند یافتہ لوگون کو اسقدر فائدہ پہونچا بغیر ایک مباحثہ اور اختلاف راے کے انجام کو نہین پہونچین۔ اس سوال کے ہر پہلو پر سخت تکرار و بحث واقع ہوئی۔ اس مضمون پر اولاً بحث اُن دونون فریقون مین واقع ہوئی جن کو مین بطور اختصار کے اورینٹلسٹ اور یورپین کہتا ہون۔ اور اورینٹلسٹ سے مراد وہ لوگ ہین جو یہ چاہتے تھے کہ تعلیمی سرمایہ صرف مشرقی زبانون اور قدیمی فنون کی تعلیم مین صرف کیا جاے اور یورپین سے وہ لوگ مراد ہین جو یہ کہتے تھے کہ یورپین لٹریچر اور علوم جدیدہ بالتخصیص انگریزی زبان کی وساطت سے سکھاے جاین۔ ایک فریق یہ چاہتا تھا کہ سرکاری مدارس مین صرف دنیوی علوم کی تعلیم ہونی چاہیے اور دوسرا فریق یہ کہتا تھا کہ بغیر دینیات کے دنیوی تعلیم کسی مصرف

کی نہین ہے - یہ جنگ وجدال جس زور شور سے کہ پریسیڈنسی مدراس مین ہوئی تھی غالباً اور کسی حصہ ہندوستان مین نہین ہوئی - مگر بہت عرصہ گذرا کہ یہہ تکرار رفع ہوگئی - اب اُن گورنمنٹ اسکولون کے مدرس اور طلبا رجن مین خالص دنیوی تعلیم دی جاتی ہے پادریون کے اسکولون کے مدرس اور طلبا رکے ساتھہ ہندوستان کی یونیورسٹیون کی ڈگری اور آنرز حاصل کرنے کے واسطے پہلو بہ پہلو بیٹھتے ہین - ابتدائی تعلیم کا اہم سوال جس کی وقعت سب کے نزدیک مسلم ہے معتدبہ ترقی کر رہا ہے - مگر اس اعلیٰ تعلیم کے بارہ مین جس کی ترقی کی نظر سے ہماری یونیورسٹیان قایم ہوئی ہین ہم کو یہہ نہین خیال کرنا چاہیے کہ وہ قضیہ اور مباحثہ بالکل ختم ہوگیا ہے - اب اس مخالفت نے دوسری شکل اختیار کی ہے اور اب یہ اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم جو ہمارے کالجون اور اسکولون مین دی جاتی ہے پولیٹکل ناراضگی پھیلانے کے باعث ہوتی ہے اور وہ مفسدانہ تحریر جو چند سال پہلے ہمارے بعض دیسی اخبارات مین چھپی تھی ہماری یونیورسٹی کے تعلیم پائے ہوئے لوگون کی کارسازی تھی - صاحبو! اس بات کے کہنے کی مین کچھہ ضرورت نہین سمجھتا ہون کہ اگر اُس راے مین میری بھی شرکت ہوتی تو مین اُس عہدہ پر نہوتا جس سے مجھکو یونیورسٹی نے افتخار بخشا ہے - میری راے یہ ہے کہ جس قدر زیادہ اور مکمل تعلیم ہندوستان کے لوگون کو ہم دیتے جاوینگے اُسی قدر زیادہ گورنمنٹ انگریزی کے فوائد کے سمجھنے کی وہ قابلیت پیدا کرین گے اور حالات موجودہ کے تغیر و تبدل کو زیادہ ناپسند کرینگے"

ہم سمجھتے تھے کہ وہ بدبخت زمانہ جس کا ذکر سر آرتھر نامتہ نے کیا اب ختم ہوگیا مگر افسوس ہے کہ لارڈ ڈفرن کے زمانہ مین بھی اُس کا ویسا ہی نقشہ پاتے ہین جیسا کہ لارڈ لٹن کے زمانہ مین دکھائی دیتا تھا - جبکہ پنجاب یونیورسٹی قایم ہوئی تو ہم لوگون کو بڑی خوشی اسی بات کی ہوئی

تھی کہ ہم پنجاب کے رہنے والے نہین ہین اور پنجاب یونیورسٹی سے گو ہمارے پنجابی بھائیون کا نقصان ہے مگر ہم اُس سے بچے ہوئے ہین مگر ہم دیکھتے ہین کہ یہ آفت (اگر لوگون کا خیال صحیح ہے) خاص ہمارے صوبہ پر بھی آنے والی ہے)

× بلاشبہ گورنمنٹ کی یہ عادت ہے کہ جو پالیسی وہ اختیار کرتی ہے اُسکو مشکل چھوڑتی ہے وہ جانتی ہے کہ مین گناہ کرتی ہون اس کا کانشنس اُسکو بتلاتا ہے کہ یہ اُن لوگون کے ساتھ جنکو خدا نے اُس کے سپرد کیا ہے بدسلوکی ہے مگر وہ اپنے کانشنس کو اُن خوشامد خورون کی باتون سے جو خلاف اپنے کانشنس کے گورنمنٹ کی ہان مین ہان ملا دیتے ہین اور اُن نادان رئیسون اور سردارون کی باتون سے جو چند تو اپ سلامی یا دربار مین کرسی کے اول یا دوم نمبر ہونے پر اپنی عزت کا مدار سمجھتے ہین اور ہندوستانی عہدہ دارون کی رایون سے جنہون نے بجز کرنیل اور سول اور رونیولا کے تعلیم کے معاملہ مین ایک منٹ بھی غور کرنے مین اپنی زندگی کو صرف نہین کیا۔ یا اُن متعصب ہندوؤن اور مسلمانون کی باتون سے جو انگریزون کی ہر ایک چیز سے دلی نفرت رکھتے ہین اپنے کانشنس کو ٹھنڈا کر لیتی ہے مگر یہ اصلی ٹھنڈک نہین ہے بلکہ صرف مصنوعی ٹھنڈک ہے جس کے اچھے اثر کی کبھی توقع نہین ہو سکتی۔

ہم پھر اپنا یقین ظاہر کرتے ہین کہ الہ آباد یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی کی بہن نہین ہونے کی بلکہ وہ انگلش ہائی ایجوکیشن کے لئے بمنزلہ مادر مہربان کے ہوگی۔ لیکن اگر فرض کیا جاوے کہ یہ ہمارا خیال غلط ہے تو یہ سوال پیش آتا ہے کہ ہمکو کیا کرنا چاہئے؟ ہماری دانست مین اُس کا جواب نہایت صاف ہے۔ استقلال! استقلال!! استقلال!!! ہمت! ہمت!! ہمت!!! کوشش! کوشش!! کوشش!!! ہم کو گورنمنٹ کی پالیسی کی چنداں پرواہ کرنی نہین چاہئے اور خود اپنے لئے انگلش ہائی ایجوکیشن کے حاصل کرنے

کی خود کوشش کرنی چاہیے اور اگر ہم مین سلف رسپکٹ کا کچھہ اثر باقی ہے تو گورنمنٹ کو دکھا دینا چاہیے کہ بلاشبہ گورنمنٹ کو لوگون کی جانون پر اختیار ہے مگر لوگون کی رایون پر نہین ہے۔

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

الہ آباد ہونیوالی یونیورسٹی

یہ خیال محض غلط ہے کہ ہم الہ آباد مین یونیورسٹی قایم ہونے کے برخلاف ہین بلکہ ہم اپنے ملک کے لئے ایک جداگانہ یونیورسٹی ہونے سے (اگر درحقیقت یونیورسٹی ہوے) نہایت خوش ہین - کلکتہ یونیورسٹی ہمارے اغراض کے لئے کافی نہین - اگرچہ کلکتہ یونیورسٹی نے نہایت فیاضی سے اضلاع شمال و مغرب اور اودھ سے بھی فیلو منتخب کئے ہین جو سنٹ کے ممبرون مین داخل ہین مگر وہ ہم سے اسقدر فاصلہ پر ہے کہ ہماری آواز وہانتک نہین پہونچتی ہے سنڈیکیٹ مین معدودے چند ممبر ہین جنمین سے ہمارے ملک کا ایک بھی نہین اور اگر ہو بھی تو اسکا ہر ایک میٹنگ مین شریک ہونا غیر ممکن ہے - اسکی فیکلٹی آف ارٹ مین بہت سے ممبر ہین مگر ہم کو یقین ہے کہ

اس ملک کے بہت سے ممبر صرف برائے نام ہین غالبًا فیکلٹی کی کسی میٹنگ مین نہ کبھی وہ خود شامل ہوئے ہونگے اور نہ کبھی اونکی کوئی منت وہانتک پہونچی ہوگی بلکہ اُس کی سنٹ کے بہت سے ممبر ایسے ہین کہ کبھی کسی کان وکیش مین بھی شریک نہوئے ہونگے۔ پس جب یہ حالت ہے تو ہم کیونکر کہہ سکتے ہین کہ ہمارے ملک کے لئے یونیورسٹی کیضرورت نہین ہے۔

عالمون اور طالب علمون کا ایک جگہہ جمع ہونا اور علمی رسمون کے ادا کرنے کو جلسون کا ہونا اور اُن جلسون مین لوگون کا شامل ہونا ملک کی ترقی پر بہت کچھہ اثر پیدا کرتا ہے اور بہت بڑا علمی رعب وداب لوگون کے دلون پر ڈالتا ہے۔ مگر جب وہ مجمع (یونیورسٹی) کسی ملک سے اسقدر فاصلہ پر ہو جیسے کہ ہمارے ملک سے کلکتہ ہے تو ضرور ہے کہ ہمارا ملک اُن فوائد سے جو صوبہ بنگال کے رہنے والون کو اُنکے صوبہ مین یونیورسٹی ہونے سے حاصل ہین محروم ہے اور اسلئے ضرور ہے کہ ہم بھی اُن فائدون کو اپنے ملک مین یونیورسٹی قائم کرنے سے حاصل کرین۔

کلکتہ یونیورسٹی مین افیشل رعب داب جسقدر کہ ہونا چاہیئے اُس سے بہت زیادہ ہے اور ہمکو ایک ایسی یونیورسٹی کیضرورت ہے جو انگلستان کی یونیورسٹیون کی مانند ایک آزاد علمی مجمع ہونے کے خطاب کے ٹھیک ٹھیک مستحق ہو۔

کلکتہ یونیورسٹی جس قدر تعلیم کے فواید لوگون کو پہونچاتی ہے جس کے لئے بلاشبہ ہم شکر گذار ہین مگر اُس کے قریب قریب لوگون کی نیچرل لیاقتون کو نقصان بھی پہونچاتی ہے۔

انٹرنس کے امتحان کے بعد کثرت سے مضامین کورس مین داخل ہین اور

طالب علم کو ایسا موقع نہین ملتا کہ وہ اپنے مذاق کے موافق علم کی کسی ایک شاخ کو اُس مین اعلیٰ درجہ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے منتخب کر سکے اور اس سبب سے بہت سے طالب علمون کی نیچرل لیاقتین جو باطبع وہ کسی علم کے ساتھ مناسبت رکھتے ہین ضایع ہو جاتی ہین۔

ایف اے کے امتحان کے لئے جو کیمبرج اور اکسفورڈ یونیورسٹیون کے لیٹل گو کے امتحان کی مانند ہے اور جس مین کثرت سے مضامین داخل ہین اور صرف برسہین ایک دفعہ اُن سب کا یکشامل امتحان ہوتا ہے اور گو طالب علم نے تمام مضامین مین اُس قدر نمبر پالئے ہون جو اُن مضامین مین پاس ہونے کے لئے ضروری ہون مگر ایک مضمون مین پورے نمبر نہ پائے ہون تو وہ کل امتحان مین فیل کر دیا جاتا ہے اور پھر برس روز تک اُسکو وہی مضامین پڑھنے پڑتے ہین جو اس سال سے پہلے پڑھے تھے اور پھر اُنہی مین دوبارہ امتحان دیتا ہے جن مین فی الحقیقت بکامیابی امتحان پاس کر چکا تھا اور اگر اتفاق سے دوسرے سال اوسکو کسی اور مضمون مین تعداد مطلوبہ سے کم نمبر حاصل ہوئے تو وہ پھر کل امتحان مین فیل کر دیا جاتا ہے اور پھر وہی اُسکو پڑھنا پڑتا ہے جو دو برس پہلے پڑھتا تھا اور جنمین سے بعض کو ایک دفعہ اور بعض کو دو دفعہ فی الحقیقت بکامیابی پاس کر چکا تھا۔ یہ ایک ایسا نامناسب قاعدہ ہے جس کے سبب سے بے فائدہ طالب علمون کی قیمتی عمر اُن کی استعداد اور لیاقت اور جرات تحصیل علم کی ضایع ہو جاتی ہے

سوالات امتحان کی ترتیب اور ممتحنون کا ایک جگہہ جمع ہو کر سوالات کو نہ قرار دینا جس سے ایک ہی سبجکٹ اور ایک ہی درجہ کے امتحان مین مختلف حیثیت کے سوالات ہوتے ہین اور پھر طالب علمون کی کثرت اور ممتحنون کی قلت اور اونکو وقت کی تنگی کے سبب

جوابات پر نمبر دینے مین کافی توجہہ کا ہونا اور علی ہذا القیاس اسی قسم کی اور بہت سے چھوٹی چھوٹی باتین ہین جو ہمارے ملک کے لئے مضر ہین اور گو ہمارے ملک کے چند لوگ سنٹ مین یا کسی فیکلٹی مین داخل ہین مگر ہم سے یونیورسٹی اسقدر فاصلہ پر ہے کہ ہم اُن کے دور کرنے کی کوشش سے بھی معذور ہین - یہ سب ایسی وجوہات ہین جن سے کوئی شخص انکار نہین کرسکتا کہ ہم کو ایک ایسی یونیورسٹی کی ضرورت ہے جو ہماری دسترس مین ہو -

اس پر سوال ہوسکتا ہے تو یہی ہوسکتا ہے کہ آیا کیسی یونیورسٹی ؟ ایسی جس سے مذکورہ بالا نقصانون کی اصلاح ہو یا ایسی جس سے اور زیادہ نقصان پیدا ہون اگر اس بات کا احتمال بھی ہو کہ الہ آباد یونیورسٹی سے زیادہ نقصان پیدا ہونے کی توقع ہے تو ہمارا اور تمام لوگون کا جو اپنے ملک کی بھلائی چاہتے ہین یہ فرض ہوگا کہ جہانتک ہوسکے اُس کی مخالفت کرین -

علاوہ اس کے الہ آباد یونیورسٹی کے مقرر کرنے مین بلاشبہ اور بھی بہت سی دقتین ہین یعنی اوسکی سنٹ مین لایق اور ذی علم یورپین اور ہندوستانیون کا بہم پہونچنا - اوسکی فیکلٹیون کے لئے لایق اور ذی علم اور مخلص ممبرون کا ملنا جن کو درحقیقت علم سے دلچسپی ہو - ایک ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے یونیورسٹی کے ممبر اکثر آپس مین جمع ہوسکین اور تعلیم کے معاملہ مین آزادانہ بحثین اور تجویزین کرسکین - لایق ممتحنون کا ہاتھہ آنا اور اونکا کافی معاوضہ دینا جو اُن کے لئے پوری ترغیب اس خدمت کے ادا کرنے کی ہو جو اون کے سپرد کی جاوے - اور سب سے زیادہ کافی روپیہ کا مہیا ہونا جس سے یونیورسٹی اعلیٰ طریقہ پر چل سکے پس اگر ان سب مشکلون پر الہ آباد یونیورسٹی غالب ہوجاوے اور نیز موجودہ نقصانون کو دور کرنیوالی

الہ آباد یونیورسٹی

اور

تنزل انگلش ہائی ایجوکیشن

جب کوئی نئی چیز دنیا مین پیدا ہوتی ہے تو ضرور لوگون کو تعجب مین ڈالتی ہے ہندوستان پر غیر قوم کے لوگون (انگریزون) کا حکومت کرنا کوئی نئی بات نہین ہے۔ بہت ہی کم ملک ایسے ہونگے جن پر غیر قومون نے کبھی نہ کبھی حکومت نہ کی ہو اور اس زمانہ مین بھی ہندوستان کے سوا بہت سے ایسے ملک ہین جنپر غیر قوم کے لوگ حکومت کرتے ہین اور جنکو نیچر ایک سفرز خطاب۔ فاتح۔ اور ایک ذلیل لقب۔ مفتوح۔ کا عطا کرتا ہے۔

فاتح گو کہ وہ کیسا ہی ظالم کیون نہو اپنے مین اور مفتوح قوم مین ایک اتحاد پیدا ہونے کی خواہش رکھتا ہے۔ گذشتہ زمانہ کی تاریخ اور موجودہ زمانہ کے واقعات ثابت کرتے ہین کہ اگرچہ اتحاد مذہب بھی بلاشبہ ایک قوی ذریعہ اس اتحاد کے ہونے کا ہے۔ مگر اصلی ذریعہ اتحاد کا جس کی ایک شاخ اتحاد مذہب بھی ہے فاتح و مفتوح کے خیالات اور اغراض کا متحد ہونا ہے۔ کوئی قوم ہو اُس کی رسم و رواج۔ اوسکی طرز معاشرت۔ اُس کے علوم و فنون اُسکے اخلاق اُن خیالات

کے پیدا کرنے والے ہوتے ہین - اس لیئے تمام دنیا مین آجتک جتنی فاتح قومین گذری ہین انہون نے اس اتحاد کے پیدا ہونے کو ایک بڑی نعمت سمجھا ہے - تاریخ ثابت کرتی ہے کہ پولیٹیکل خیالات کا اتحاد اسقدر قوی و زبردست ہوتا ہے کہ مذہبی خیالات اُس کے مقابلہ مین کچھہ حقیقت نہین رکھتے خود مسلمانون نے اپنے پیغمبر کے نواسہ کو پولیٹیکل خیالات کی وجہہ سے قتل کر ڈالا اور مذہبی خیالات اُس کے مقابلہ مین سب ہیچ ہو گئے - خود ہندوستان مین مسلمان بادشاہون کے ساتھہ ہو کر ہندوؤن نے ہندوؤن کا خون بہایا اور مذہبی اتحاد کی کچھہ پرواہ نہین کی - خود مسلمان انہی پولیٹیکل خیالات کے سبب انگریزون کے ساتھہ ہو کر مسلمانون سے لڑے اور کچھہ مذہبی خیالات کا اثر نہین ہوا خود انگلستان مین ابتری کے زمانہ مین انہی پولیٹیکل خیالات کے سبب باپ بیٹے اور بھائی بھائی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے پس پولیٹیکل اتحاد کے خیالات ہی ایسے زبردست ہوتے ہین جن کے مقابلہ مین تمام خیالات نیست و نابود ہو جاتے ہین -

کیا مہدی سوڈانی کے ساتھہ وہان کے لوگون کا اتحاد فی الحقیقت مذہبی اتحاد پر مبنی ہے ہرگز نہین بلکہ صرف پولیٹیکل اتحاد پر اس کی بنا ہے - مذہبی اتحاد صرف اوس پولیٹیکل اتحاد کے بھڑکانے کے لئے ایک حیلہ ہے جو ہمیشہ ایسے موقع پر کام مین لایا جاتا ہے

فاتح اور مفتوح مین پولیٹیکل اتحاد کا پیدا ہونا زیادہ تر علوم و فنون لٹریچر و طرز معاشرت اور اغراض کے متحد ہونے پر منحصر ہے اور قوم مفتوح یا مطیع مین جیسے کہ ہندوستان ہی اُس کا پیدا ہونا قوم فاتح کے لئے ایک مبارک بادی ہے - مگر تعجب اور بسا تعجب یہ ہے کہ انگریز جو اپنے تئین فاتح ہندوستان سمجھتے ہین اس اتحاد کے پیدا ہونے کے سخت مخالف ہیں سوائے چند نیک دل انگریزون کے تمام انگریزون کا جو ہندوستان مین ہین یہہ حال ہے کہ

کہ اگر وہ کسی ہندوستانی کو دیکھتے ہین کہ اوس نے اپنے قدیم لباس یا قدیم طرز معاشرت اور طریقہ ملاقات مین کچھہ ترقی کی ہے تو اوس کو دیکھکر اُن کی آنکھون مین خون اُتر آتا ہے۔ اُن کا منشا صاف پایا جاتا ہے کہ وہ ہندوستانیون کو غلامی کی حالت مین رکھنا پسند کرتے ہین مگر اب گریٹ رفارمر (زمانہ) جسکی نہایت قوی اور زبردست حکومت فاتح اور مفتوح دونون پر یکسان ہوتی ہے ایسا ہونا ہرگز پسند نہین کرسکتا۔

ایک زمانہ تھا کہ ہمارے ملک کے حکمران اس بات کے نہایت خواہشمند تھے کہ ہندوستان کے رہنے والے انگریزی زبان اور انگریزی علوم و فنون کے سیکھنے پر راغب ہون اور اب یہ زمانہ ہے کہ اُس کے برخلاف خفیہ اور علانیہ تدبیر ہوتی ہے کہ ہندوستانی کو انگلش ہائی ایجوکیشن سے محروم کیا جاوے۔ اس پالسی کے تبدیل ہونے کی کچھہ وجوہات ہونگی جنکو ہم نجانتے ہونگے۔ مگر ہندوستانی جو اس پالسی کے تبدیل کی وجوہات قرار دیتے ہین خواہ وہ صحیح ہون یا غلط اُس سے بلاشبہ ہم بخوبی واقف ہین۔

وہ سمجھتے ہین کہ تعلیم کے معاملہ مین گورنمنٹ کی پالسی پر مشنریون کی سوسیٹیون کا نہ صرف اُن سوسیٹیون کا جو ہندوستان مین ہین بلکہ ان کا جو کہ انگلستان مین ہین بہت قوی اثر پڑتا ہے اور ہندوستان کے ان حاکمون کے ہاتھہ سے جو بجائے ایک کشادہ دل حاکم ہونے کے زیادہ تر مشنری ہونے کی خاصیت سے موصوف ہوتے ہین اُسکو بہت زیادہ مدد ملتی ہے اور جبکہ اُسکے ساتھہ خود گورنمنٹ کی غلط پالسی شامل ہوجاتی ہے تو تعلیم کے معاملہ کی حالت اور زیادہ تر بدتر از بدتر ہوجاتی ہے۔

ہندوستانیون نے تعلیم کے معاملہ مین پالسی کے یہ دو اصول قرار دیکر اس کے تبدلات کو انہی دو اصولون پر متفرع کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہین کہ ابتدا مین تمام انگریزون کو اور تمام مشنریون

سوسیٹیون کو یقین تہا کہ انگریزی تعلیم کا ہندوستانیون مین جاری ہونا اُن مین عیسائی مذہب کے پہیلنے کا ذریعہ ہوگا وہ خیال کرتے تہے کہ انگریزی تعلیم سے تمام ہندوستان یا اُسکا بہت بڑا حصہ بہت جلد عیسائی ہوجاوے گا اس لئے ابتدا مین انگریزی تعلیم پر رغبت دلانے کی نہایت کوشش ہوئی- گورنمنٹ کو بہی اپنے دفتر کے کاروبار کے لئے انگریزی خوانون کی جو کلارکی کا کام کرسکین نہایت ضرورت تہی اور اس ضرورت نے اس کوشش مین زیادہ مدد دی-

اوس زمانہ مین بہی بعض اعلیٰ حکام ہندوستانیون کو انگلش ہائی ایجوکیشن کی تعلیم دینے کے مخالف تہے اُن کو یہ غلط خیال تہا کہ ہندوستانیون کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینے سے گورنمنٹ کو خطرہ ہے اسلئے انکو اورینٹل علوم کی تعلیم مین پہنسائے رکہنا چاہئے-

مگر اُس زمانہ مین وہ مخالفت دب گئی اور انگلش ہائی ایجوکیشن کی تعلیم ہندوستانیون کو دینی قرار پائی مگر جو پیمانہ ہائی ایجوکیشن کا ہندوستانیون کے لئے قرار دیا گیا درحقیقت وہ پیمانہ ہائی ایجوکیشن کا نہا بلکہ متوسط درجہ کے ایجوکیشن کا تہا-

اس تعلیم سے جو مقصد مشنری سوسیٹیون کا تہا وہ حاصل نہوا بلکہ اُسکے برخلاف ظہور مین آیا علم کی بنیاد امور محققہ یا منطونہ پر تہی اور عیسائی مذہب کی یا یون کہو کہ عموماً مذاہب کی بنیاد امور مفروضہ اعتقادی پر رکہی گئی تہی جو امور محققہ یا منطونہ کے مقابل قایم نہین رہ سکتے تہے اسلئے مشنری سوسیٹیان انگلش ہائی ایجوکیشن کے برخلاف آمادہ ہوئین اور گورنمنٹ کو یہ سبق پڑہایا کہ اُسکا کام عام تعلیم کے پہیلانے کا ہے نہ ہائی ایجوکیشن مین روپیہ صرف کرنے کا- ہندوستان کے حاکم جو بجائے کشادہ دل حاکم ہونے کے زیادہ تر مشنری اوصاف سے موصوف تہے مشنریون کی رائے کی تائید پر آمادہ ہوگئے اور انگلش ہائی ایجوکیشن کی مخالفت اختیار کی-

جو حاکم کہ درحقیقت کشادہ دل تہے گو وہ مشنری سوسیٹیون کی رائے پر چندان ملتفت نہوئے

ہون مگر بلا شبہ ان کو موجودہ زمانہ کے حالات اور واقعات سے یہ غلط خیال پیدا ہوا کہ ہندوستانیون کو انگلش ہائی ایجوکیشن کی تعلیم دینا گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے اور خود گورنمنٹ کو اپنے لئے ایک مخالف گروہ کا پیدا کرنا ہے ان خیالات پر (خواہ وہ صحیح ہون یا غلط) ہندوستانی یقین کرتے ہین کہ گورنمنٹ نے ہندوستان مین انگلش ہائی ایجوکیشن کے برباد کرنے کی پالسی اختیار کی ہے۔

اس خیال سے کہ گورنمنٹ اپنی رعایا کی ترقی نہین چاہتی اور اوسکو غلامی کی حالت مین رکھنا پسند کرتی ہے جو دلی رنجیدگی رعایا کو گورنمنٹ سے ہونی متصور ہوسکتی ہے وہ ہندوستان کی رعایا مین پھیلتی جاتی ہے اور جو احسانات کہ گورنمنٹ رعایا کے ساتھ کرتی ہے اُن کی کچھ قدر اور احسانمندی دل مین نہین بیٹھتی اور جو لوگ کہ اپنی ملک کی بھلائی و بہبودی کی توقع سے گورنمنٹ کے دلی خیر خواہ ہین اونکو بجز افسوس کے اور کچھ چارہ نہین ہے۔

ہندوستانی خیال کرتے ہین کہ گورنمنٹ اپنی اس پالسی کو مختلف طرح کے حیلون سے چھپاتی ہے۔ مگر جو امر واقع مین ہوتا ہے وہ کبھی پردہ کے اوٹ مین نہین چھپتا۔ اس پالسی کے عملدرآمد کرنے کے لئے گورنمنٹ نے ایک بڑا حیلہ علوم مشرقی کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرنے کا اختیار کیا ہے۔ مگر خود گورنمنٹ اس کا جواب نہین دے سکتی کہ علوم مشرقی کی ترقی دے کر وہ اُن لوگون کے ساتھ کیا کر سکے گی اور اون کو کس کام کا بنا دے گی۔

آنریبل سر ولیم میور (جو مشہور عالم اور نہایت سچے اور نیک عیسائی تھے اور الہ آباد یونیورسٹی قایم ہونے کا سب سے اول اُنہی کے دل مین خیال پیدا ہوا تھا) اُن کی گورنمنٹ نے جبکہ وہ ہمارے صوبہ کے لفٹننٹ گورنر تھے سنہ ۱۸۷۰ء مین رجسٹرار کلکتہ یونیورسٹی کو ایک چٹھی لکھی تھی اُس چٹھی مین جسقدر صاف طور پر انگلش ہائی ایجوکیشن کے برباد کرنے کی پالسی بیان کی گئی ہے

اور الہ آباد یونیورسٹی کے قایم کرنے کا منشا ظاہر کیا ہے شاید اس صفائی سے اور کسی تحریر مین نہ ملیگا اور اس لئے ہم اس چٹھی پر بحث کرنا مناسب سمجھتے ہین۔

سکرٹری گورنمنٹ نے اس چٹھی کے گیارہوین فقرہ مین لکھا ہے کہ "تیسرا امر جس مین یہ بحث ہے کہ درجہ تعلیم انگریزی ان اشخاص کے واسطے گھٹا دیا جاوے جو علوم مشرقی مین اعزاز حاصل کرنا چاہتے ہین" اوسکی نسبت یہہ گذارش ہے کہ سر ولیم میور علی العموم ان اصولون سے متفق الرائے ہین جو مسٹر کیمسن (جو اس زمانہ مین ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اور نہایت سچے اور متعصب عیسائی تھے) نے لکھے ہین۔

اس فقرہ مین جو یہ الفاظ ہین کہ "ان اشخاص کے لئے گھٹا دیا جاوے" ان کی غلطی خود اوسی چٹھی کے اگلے فقرون سے ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ ان فقرون مین ہائی انگلش ایجوکیشن کے گھٹانے کی پالسی ایک عام پالسی قرار دی گئی ہے۔ علاوہ اسکے جو لوگ مشرقی علوم مین اعزاز حاصل کرتے ہین یا کرنا چاہتے ہین ہندو ہون یا مسلمان وہ کسی یونیورسٹی کے اعزاز کی پرواہ نہین رکھتے ہین۔ اور نہ کسی کالج کی تعلیم سے اونکو وہ اعزاز حاصل ہو سکتا ہے ان کو مشرقی علوم مین ان لوگون کی تعلیم سے اعزاز حاصل ہوتا ہے جو اپنی پرانی خانقاہون یا مسجدون یا اپنے تنگ و تاریک گھرون کے کونون مین بیٹھہ کر ان کو تعلیم دیتے ہین۔

اس چٹھی کے باقی فقرون کی عبارت نہایت دلچسپ اور اون کا مضمون نہایت غور طلب ہے اسکے بارہوین فقرہ مین لکھا ہے کہ "عالمانہ اعزاز کے عطا کئے جانے سے یہ مقصد مدنظر ہے کہ باشندگان ملک علوم و فنون اور اخلاق مین ترقی کرین اسی غرض سے ہر کامل شخص کو اس کے مناسب حال اعزاز دیا جاتا ہے لیکن سوائے اس شخصی اعزاز کے

ایک اور بالاتر اور وسیع تر مقصد ہمین مستتر ہے یعنی ایک جماعت ایسے فاضلون کی مہیا ہوجاوے جنہون نے بالضرور ایسی تربیت پائی ہو جسکے ذریعہ سے وہ ہمیشہ اپنے ہموطنون پر عمدہ اثر ڈال سکین اور ایک موثر ذریعہ اپنی قوم کی اخلاقی حالت اور دماغی تربیت کی ترقی کے واسطے ہوسکین اور اس مقصد کے حصول کے لئے واقفیت علوم مشرقی اور دیسی طریقہ خیال کی خواہ مخواہ لازمی ہے ۔

مگر اس بات کی دلیل کہ اس عمدہ اثر اور دماغی تربیت کی ترقی کے ساتھ جس کی خواہش اس فقرہ مین کی گئی ہے واقفیت علوم مشرقی اور دیسی طریقہ خیال کو کیون لازمی قرار دیا گیا ہے کچھہ بیان نہین کی گئی ۔ اگر صرف دیسی زبان کی یا زیادہ سے زیادہ مشرقی زبان کی واقفیت کو لازمی قرار دیا جاتا تو بلاشبہ تسلیم کے قابل تھا مگر مشرقی علوم کو یا دیسی طریقہ خیال کو لازمی قرار دینے کے لئے کوئی وجہ نہین ہے بلکہ اسکے مخالف ہے ۔

علوم مشرقی مین جو اصول تسلیم کئے گئے تھے وہ مغربی سینس اور آرٹ مین یا تو بالکل تبدیل ہوگئے ہین یا اُن مین اسقدر ترقی ہوگئی ہے کہ وہ ایک جداگانہ علم معلوم ہوتے ہین اور بہت فکر اور غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اون کے اصول قدیم مشرقی علوم سے مختلف نہین ہین ۔ معہذا بہت سے علوم ایسے ایجاد ہوئے ہین جنکا وجود مشرقی علوم مین کبھی نہ تھا ۔ پس ایسی جماعت فاضلون کی جنہون نے اُن تبدیل شدہ اصول کی یا اون ترقی یافتہ اصول کی یا اُن جدید علوم و فنون کی بخوبی تعلیم پائی ہو اپنے ہموطنون پر عمدہ اثر ڈال سکین گے اور ایک موثر ذریعہ اپنی قوم کی اخلاقی اور دماغی تربیت کی ترقی کے واسطے ہوسکین گے ۔ نہ وہ جس نے مشرقی علوم کی جنکے نقصانات تسلیم ہوچکے ہین تربیت پائی ہو ۔ مشرقی و مغربی علوم کا اخلاقی حالت اور دماغی تربیت پر مختلف اثر ہوتا ہے پس ایک کے اثر کے لئے

دوسرے کے وجود کو لازمی قرار دینا اجتماع نقیضین اور کم سے کم سے اجتماع ضدین کو ممکن تصور کرنا ہے۔ دیسی طریقہ خیال کے معنی ہماری سمجھ سے باہر ہین۔ خیال کوئی ایسی چیز نہین کہ مثل نباتات کے اُسکو کسی خاص ملک کی پیداوار سے تعلق ہو جس سے اس پر دیسی خیال ہونے کا اطلاق کیا جاوے۔ خیال یا طریقہ خیال علوم کی فرع ہے پس اصول پر ہم تعلیم پاوین گے وہ طریقہ ہمارے خیال کا ہوگا پس دیسی طریقہ خیال کے کوئی معنی نہین اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی جماعت فاضلون کی اپنے ہموطنون پر عمدہ اثر ڈال سکے گی اور ایک موثر ذریعہ اپنی قوم کی اخلاقی حالت اور دماغی تربیت کا ذریعہ ہو سکے گی جس نے ماڈرن سینز اور لٹریچر مین بخوبی تعلیم پائی ہو اور وہ بجز انگلش ہائی ایجوکیشن کے ذریعہ کے اور کسی طرح پر ہمکو حاصل نہین ہو سکتی۔

فقرہ تیرہوین مین لکھا ہے کہ "ہندوستانی نوعمر جو بچپن سے یورپ مین تعلیم پائے گو اپنے وطن کو بعد تحصیل و تکمیل تمامی سلسلہ تعلیم کسی یونیورسٹی کے واپس آوے تاہم وہ بھی مثل باشندگان ملک عزیز کے کوئی اثر ہموطنون پر نہ ڈال سکے گا۔ اگرچہ یہ انتہا کی بات ہے الاہی نقص کم و بیش ہر روز مشاہدہ مین آتا ہے۔ ہمارے طلبہ کو علم عزیز زبانون مین پڑھایا جاتا ہے اور اس کی مثالین بھی عزیز زبان مین دی جاتی ہین اور اجنبی اصولون سے ذہن نشین کیا جاتا ہے۔ اُن کا طرز خیال اس طریقہ کا خوگر ہو جاتا ہے جو ملکی طبایع کے مخالف اور مغائر ہوتے ہین صرف چند ایسی باتین ہین جن مین ہمارے طلبہ اور باشندگان ملک کے خیالات متفق ہون اور بہت کم دماغی موافقت اُن مین ہوتی ہے۔ ان کی طبیعت ایک دوسرے ہی سانچہ مین ڈھلتی ہے۔ جس پر وہ کارخ مدت تک پہرا رکھا جاوے گا وہ بالآخر اپنے قدرتی میلان پر رخ نہ کر سکے گا"۔

جو تمثیل ایک نوعمر بچے کی یورپ مین تربیت پانے کی لکھی ہے وہ صرف ایک فرضی وخیالی تمثیل ہے جس کی نظیر ہم کو نہین بتلائی گئی اور اسلئے کچھہ بھی قابل وقعت نہین ہے۔ معہذا آنریبل سر ولیم نے قومی استحکام کے نہایت قوی اثر کو جو کبھی نہین ٹوٹتا بالکل فراموش کردیا ہے۔ مگر ہم کو امید ہے کہ ہمارے زمانہ کے وایسرائے لارڈ ڈفرن جنہون نے مہاراجہ دلیپ سنگھہ بہادر مین جو نہایت کم سنی مین اپنی قوم سے علیحدہ کردیے گئے تھے اور چالیس برس تک یورپ مین پرورش پائی تھی قومی جوش کو ایسا ہی تروتازہ دیکھکر جیسا کہ اُسوقت اُن مین ہوتا اگر وہ ایک دن کو بھی اپنی قوم سے جدا نہوئے ہوتے سر ولیم میور کی اس دلیل کی تصدیق نکرینگے۔

قوم کے خیالات زمانہ کے ساتھہ تبدیل ہوتے رہتے ہین اگر سر ولیم کا یہ زمانہ ہوتا جو اب لارڈ ڈفرن کا ہے تو وہ یہ نہ لکھتے کہ "یہی نقص کم وبیش ہر روز مشاہدہ مین آتا ہے" گو حال کے زمانہ کو سر ولیم میور کے زمانہ سے صرف بارہ چودہ برس کا تفاوت ہے مگر اسی قلیل زمانہ مین ملک کی اور ہر ایک قوم کی حالت مین اسقدر تبدل واقع ہوا ہے جسکو دیکھہ کر تعجب ہوتا ہے۔ مسلمان جو انگریزی تعلیم سے بسبب تعصبات مذہبی کے بالکل کنارہ کش تھے تمام انگریزی اور مشنری کالجون مین انگریزی پڑھنے کو داخل ہوتے جاتے ہین ہر سال پچھلے سال سے تعداد مین ترقی ہوتی جاتی ہے واعظ ممبرون پر کھڑے ہوئے نصیحت کرتے ہین کہ انگریزی مت پڑھو سخت گناہ بلکہ کفر ہے مگر کوئی نہین سنتا کہ بکتے کیا ہین۔ خود ہمارے دوست جو سخت متعصب پوشیدہ وہابی ہین وہ بھی اسقدر تو نرم ہوگئے ہین کہ اولاد کو تھوڑی سی انگریزی پڑھانا ضروری تصور کرنے لگے ہین۔ وہ مسلمان جو انگریزون کے ساتھہ کھانے کو ناجائز سمجھتے تھے۔ وہ ہندو جو کسی انگریز کی ملاقات کے بعد بے اشنان کئے

پاک نہوتے تھے برابر تعلیم کے لئے انگلستان چلے جاتے ہین - صرف اُنکا جانا
ہی تعجب انگیز نہین ہے بلکہ ان کے جانے کے وقت ان کی قوم کے بڑے بڑے
جلسے الوداع کے ہوتے ہین پنجاب سے لیکر بمبئی تک ہر ریلوے اسٹیشن پر اُن کا
استقبال ہوتا ہے کہ گروہ گروہ لوگ الوداع کو آتے ہین الوداعی ایڈریسین دی جاتی ہین
جب واپس آتے ہین تو ویلکم کے جلسے ہوتے ہین دعوتین دی جاتی ہین مبارک بادیان
دی جاتی ہین اپنے قومی جلسون مین شریک ہوتے ہین - قومی مجمعون مین ایک مہذب
قومی ممبر شمار کئے جاتے ہین - بنگالی و پارسی تو مدت ہوئی کہ اس مرحلے کو طے کر چکے تھے
مسلمانون مین ایسا ہونا کچھ چندان تعجب نہ تھا مگر ہمارے ہندوستان کے ہندوؤن
نے بھی اُن خیالات کو خیرباد کر دیا ہے اور ہر ایک نے اپنے لئے انگلستان جانے
اور وہان تعلیم پانے کا رستہ نکال لیا ہے اسوقت چار درجن سے زیادہ نوجوان ہندو
و مسلمان انگلستان مین تعلیم پا رہے ہین اور اس سے زیادہ کیا زمانہ کی تبدیل
کا ثبوت ہو سکتا ہے کہ حال مین جو ہندو ولایت سے واپس آئے ہین اُن کو برادری سے
خارج نہین کیا بلکہ تمام برادری نے انکو اپنے مین شامل کر لیا ہے اس سے زیادہ تعجب
کی اور کیا بات ہوگی کہ ملکی لٹریچر اور شاعرانہ اور نیشنل خیالات پر بھی بہت کچھ تبدیلی واقع ہوئی
ہے - علم انشا کا اسٹیل طرز تحریر بالکل بدل گیا ہے تمام پریویٹ خطوط تمام پبلک تحریرات
مین اور نیشنل اسٹیل چھوڑ دیا گیا ہے اشعار جنمین صدہا سال سے اور نیشنل خیالات باندھے
جاتے تھے یک لخت چھوٹتے جاتے ہین - علم انشا مین اشعار مین ایک نئی روح
مغربی اسٹیل اور مغربی خیالات کی پڑتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ ملک اُس کو پسند کرنے لگا
ہے پس خود واقعات ہمکو بتلا رہے ہین کہ سر ولیم میور کے یہ الفاظ کہ "یہی نقص کم و بیش

ہر روز مشاہدہ ہوتا ہے" کس قدر حال کے زمانہ کے واقعات کے نامناسب ہین۔

تعجب ہے کہ سر ولیم میور نے جو عربی زبان کے بڑے عالم ہین ہندوستانیون کی نسبت انگریزی مین جو ہمارے لئے ایک اجنبی زبان ہے علوم کے پڑھانے پر نکتہ چینی کی ہے۔ کیا وہ مسلمان عالمون کے حال سے واقف نہین تھے نہایت بڑے بڑے مسلمان عالم۔ فارابی۔ ابن سینا۔ رازی۔ محمد بن یحیی۔ ابو بکر رازی۔ غزالی۔ ابن رشد جن کے نام یورپ مین بھی آجتک ایسے ہی روشن ہین جیسے کہ ایشیا مین سب نے اپنی غیر مادری زبان مین علم کو تخصیص کیا تھا۔ بجز الکندی کے ایک متنفس بھی ایسا نہ تھا جسکی مادری زبان عربی ہو تمام بڑے بڑے فلسفی عالم سمرقند و بخارا اور اکو۔ کارڈوہ یعنی قرطبہ وغیرہ کے رہنے والے تھے عربی زبان اس زمانہ کی سلطنت کی زبان تھی تمام فلسفہ اور دیگر علوم کی کتابین عربی زبان مین لکھی گئین اور اسی زبان کے ذریعہ سے علم نے ترقی پائی امکان سے خارج ہے کہ جو زبان کسی ملک پر حکومت کرتی ہے اس زبان کے سوا کسی دوسری زبان کے ذریعہ سے علوم کو ترقی ہو سکے۔ ہمارے زمانہ مین انگریزی زبان کی حکومت ہندوستان پر ہے اور اس لئے تمام علوم کی ترقی صرف انگریزی زبان پر منحصر ہے۔

جب کسی چیز مین ترقی ہوگی تو ضرور ہے کہ اس کی موجودہ حالت مین بھی تبدیل ہوگی اگر انگلش ہائی ایجوکیشن سے ہمارے طرز خیال مین تبدیل ہوتی ہے۔ ہماری دماغی قوت دوسری قسم کی ہو جاتی ہے۔ ہماری طبیعت ایک دوسرے سانچے مین ڈھلجاتی ہے سر ولیم میور اسکو معیوب کیون قرار دیتے ہین ہمارے حاکمون کا یہہ مقصد ہے کہ ہم ہمیشہ اسی لیول پر رہین جس پر پہلے تھے اور علم مین۔ قوت دماغی مین طرز خیالات مین غرضکہ کسی چیز مین ترقی نہ کرین۔ سر ولیم میور نے نہایت ہمدردی اس مین ظاہر کی ہے کہ وہ ترقی ملکی طبایع کے برخلاف ہے۔ مگر تعجب ہے کہ شاید سر ولیم میور بعض

اُن امور کو جو نہایت درجہ پر ملکی طبایع کے برخلاف ہین ناپسند نہین فرماتے تھے مگر صرف اوس دماغی و اخلاقی ترقی کو جو علم کے ذریعہ سے ملکی طبایع کے برخلاف ہو۔ ناپسندیدہ قرار دیتے ہین۔ ہر ایک قسم کی ترقی ملک کے موجودہ طبایع سے کچھہ نہ کچھہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور اس لئے ضرور ہے کہ وہ عام لوگون کی طبایع کے کسی قدر مخالف ہو مگر جس طرح کہ مثلث کی سطح اُس کے زاویہ سے قاعدہ کی طرف بڑھی جاتی ہے اسی طرح وہ ترقی یافتہ خیالات رفتہ رفتہ ملکی طبایع مین پھیلتے جاتے ہین اور ملک کو ترقی ہوتی ہے اگر سر ولیم میور صرف انگلستان کی ترقی کی ہسٹری پر غور فرماتے تو بہت سی مثالین اُن ترقی یافتہ خیالات کی پاتے جو ابتدا مین ملکی طبایع کے نہایت برخلاف تھین اور پھر آخر کو وہی ملکی ترقی کی باعث ہوئین۔

فقرہ چودھوین مین لکھا ہے کہ "لیکن صرف یہی وجہ نہین اس طریقہ عمل (یعنی اعلیٰ تعلیم انگریزی) کا میلان بالضرور اس جانب ہوگا کہ ترقی رک جاوے۔ اگر توضیح و تشریح مطالب بزبان اجنبی ہو تو سلسلہ خیالات اسیے طالب علم کا محدود و پریشان ہو جاوے گا۔ جدید خیالات کی توضیح اگر غیر زبان کے فقرات سے کی جاوے تو غالبًا اجنبی خیالات پیدا ہونگے لہذا قوت صحیح الخیالی اور قوت انتقالی ذہن زایل ہو جاتی ہے یا اوسمین سخت نقصان آجاتا ہے۔ اس امر کا خیال کرنا آسان ہے کہ جس انگریز کے بچہ نے کوئی علم صرف بذریعہ لاطینی یا سنسکرت کے سیکھا ہو اُسکے وسعت خیالات کسقدر محدود و ناقص ہونگے اگر تعلیم اُس زبان مین نہو جس مین کہ پڑھنے والا خیال کرنے کا خوگر ہے۔ یا مثالین اُن اشیاء کی نہون جن سے کہ وہ بیشتر سے واقف ہے تو عقلی و دماغی قوی کا نشو و نما اچھی طرح نہین ہونے پاتا"

آنریبل سر ولیم نے جو کچھہ اس فقرہ مین فرمایا ہے وہ نہایت عمدہ اور نہایت صحیح ہے کوئی شخص اس سے انکار نہین کرسکتا اور یہی وجہہ ہے کہ ہماری تعلیم یونیورسٹی لٹریچر مین انگریزون کے برابر نہین ہوسکتی مگر اس دلیل کا استعمال بے محل کیا گیا ہے۔ اس نقص کا رفع ہونا جس کا بیان اس فقرہ مین ہے اس بات پر منحصر ہے کہ وہ علوم جن کی تعلیم دینا منظور ہے اس زبان مین موجود ہون جو زبان کہ طالب علم کو قدرتی طور پر مانوس ہو پس سر ولیم کو بتانا لازم تہا کہ ہندوستان مین جہان مختلف زبانین مروج ہین ہندوستانیون کے لئے کونسی زبان مانوس قرار دی جاوے اور پھر یہہ بتانا تہا کہ ایا اس زبان مین وہ علوم جن کی تعلیم منظور ہے موجود ہین یا نہین اور تاریخ سے ثابت کرنا چاہئے تہا کہ آیا دنیا مین کوئی ملک ایسا ہے جس مین سینئر اور لٹریچر نے اس زبان مین ترقی کی ہو جو حکومت کرنے والی زبان ہو اور پھر یہہ ثابت کرنا تہا کہ ہندوستان کی مروجہ زبانون مین سے وہ کونسی زبان ہے جو علمی زبان ہونے کے لایق ترقی کرچکی ہو۔ سنسکرت کسی زمانہ مین ملکی زبان نہ تہی نہ اب ہے۔ عربی فارسی بہی ہندوستان کی ملکی زبان نہین ہے۔ پس ایسے استدلال سے جو حالات موجودہ سے مطابقت نرکہتا ہو کچھہ فائدہ نہین ہے۔

اگر انگریزی زبان اس زمانہ مین بہی ایسی ہی ہوتی جیسے کہ کوئین الزبت کے زمانہ سے پیشتر تہی اور رفتہ رفتہ وہ علمی زبان کے لایق ہونے کے درجہ تک نہ پہونچی ہوتی اور تمام علوم و فنون کی کتابین اس مین موجود نہوتین تو ایک انگریز کا بچہ جو علوم کی تحصیل کی خواہش رکہتا ہوتا تو وہ کیا کرتا اور اوسکو بجز اُسکے کہ اسی زبان کو اختیار کرتا جس مین وہ علوم ہین اور کیا چارہ تہا۔ کیا یہ بات ممکن تہی کہ اگر انگلستان مین دوسری زبان حکومت کرتی ہوتی تو انگریزی زبان مین علوم و فنون کی اسقدر ترقی ہوجاتی جسقدر کہ ہوئی ہے۔ ہرگز نہین۔ صریح ظاہر ہے کہ جبتک

انگریزی زبان نے علمی زبان ہونے کا درجہ نہین پایا ہوتا اور نہ اُس مین علوم موجود ہوتے تو خود انگریزون نے کیا کیا تھا کیا اُن کے اُسکولون مین لیٹن زبان علوم کی تعلیم کا ذریعہ نہ تھی اور کیا انہون نے اسپین کی یونیورسٹیون مین عربی زبان مین ابن سینا کا قانون اور دیگر علوم و فنون کی کتابون کو نہین پڑہا تھا اگر سر ولیم میور کی ان دلیلون کو ہم اپنے دلمین جگہہ دین تو اُسکا نتیجہ بجز اسکے اور کچھہ نہین ہے کہ ہم وزات اپنی قسمت پر افسوس کیا کرین کہ ہم پر ایک اجنبی زبان حکومت کرتی ہے مگر ہم ایسا افسوس کرنا نہین چاہتے بلکہ ایسی کوشش کرنا چاہتے کہ ہم اوسی زبان مین اعلیٰ درجہ کی لیاقت حاصل کرین اور اوسی زبان کے ذریعہ سے ماڈرن سینئر اور لٹریچر مین اعلیٰ درجہ کی ترقی کرین۔

اوس کے بعد سر ولیم میور نے اُن تدبیرون کو بتایا ہے جن سے انگلش ہائی ایجوکیشن کی تعلیم کو گھٹا کر مشرقی علوم کی تعلیم کو ترقی دے جاوے۔ مگر اسبات کے لئے ہم ان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہین کہ انہون نے کلکتہ یونیورسٹی کے ویس چینسلر کی اس رائے سے کہ انٹرنس کے امتحان مین سے انگریزی موقوف کردی جاوے اختلاف کیا ہے۔ مگر جب ہم اُس مقام پر پہونچتے ہین جہان انہون نے یہ رائے دی ہے کہ "کلکتہ یونیورسٹی کے ایف اے کے امتحان کے بعد انگریزی علم ادب کی خواندگی موقوف کردیجاوے تاکہ طالب علم کو اسبات کا موقع ملے کہ وہ اپنی تمام کوشش کو علوم مشرقی کی تحصیل مین صرف کرے اور نیز کوئی کتاب تاریخ انگریزی مین پڑہانی قایم رکھی جاوے" تو ہمکو نہایت تعجب ہوتا ہے۔

ایک طرف تو گورنمنٹ ہم کو بتلاتی ہے کہ تمہارے حقوق اور یورپین رعایا کے حقوق بالکل برابر ہین تم بھی لندن جاکر کامپٹیشن سول سروس کے امتحان مین شریک ہو اور امتحان

پاس کرو تمہارے لئے وہ سب عہدے موجود ہین جو یورپین کے لئے ہین مگر ایف اے یا لیٹل گو کے درجہ سے زیادہ انگریزی مت پڑھو۔

ہم نے ہندوستانیون کے لئے بشرطیکہ بی۔ اے کا امتحان پاس کرلیا ہو ہائی کورٹ کی وکالت کے امتحان کا دروازہ کھول رکھا ہے جس کے بعد وہ منصف اور سب جج اور کبھی ہائیکورٹ کا جج بھی ہو سکینگے مگر ایف اے سے زیادہ انگریزی مت پڑھو۔

ہم نے تمہارے لئے لندن مین جاکر تعلیم پانے کے لئے نہایت فیاضی سے اسکالرشپین مقرر کی ہین بشرطیکہ اکیس برس کی عمر سے پہلے بی اے آنرز کا امتحان پاس کرلیا ہو مگر تم ایف۔ اے سے زیادہ انگریزی ہرگز مت پڑھو۔

ہم اپنی پریوی کونسلون مین تمہاری نالیاقتی پر ہنسا کرین اور کبھی تمہاری نالیاقتی اور اعلیٰ عہدون کے ناقابل ہونے کی رپورٹ بھی نہایت لچپ عبارت مین لکھا کرین مگر تم اس کا کچھ خیال مت کرو اور ایف اے سے زیادہ انگریزی مت پڑھو۔

جب تم ہمارے پاس آؤ اور ہم سے غلط انگریزی بولو جس سے ہم خفا ہوکر تم کو ڈام فول کہین اور تمہاری مشرقی تعلیم یافتہ زبان کو ہم نہ سمجھ سکین اور پھر خفا ہوکر تم کو ڈام فول کہین تو تم اپنے دل مین ناراض نہو اور ایف اے سے زیادہ انگریزی پڑھنے کا قصد مت کرو بلکہ علوم مشرقی کی تعلیم مین مصروف رہو کیونکہ ایسی تعلیم سے تم کو نہ انگریزی مین لیاقت آوے گی نہ علوم مشرقی مین مگر تمہارے خوشحال رہنے کے لئے یونیورسٹی سے ایف۔ اے کے امتحان مین پاس ہوجانا کیا کافی نہوگا۔

گورنمنٹ کو خیال کرنا چاہیے کہ یہ کیسی مختلف باتین ہین اور کیا گورنمنٹ سمجھتی ہے کہ ان باتون سے رعایا ناراض نہین ہوتی۔

جب ہم اُس چٹھی کے اخیر پر پہونچتے ہین جہان کچھہ ذکر الہ آباد سنٹرل کالج کا آتا ہے اور الہ آباد یونیورسٹی ہونے کی توقع پائی جاتی ہے تو اُس جگہہ یہہ لکھا ہوا پاتے ہین جس کو نارتھہ ویسٹ پراونس اور اودہ کی قسمت کا لکھا کہنا بیجا نہین ہے کہ" ایسے وسایل تجویز کرنا جس سے یہ مقصد حاصل ہو منجملہ خدمات اُس بریخ سینٹ کے ہوگا جو الہ آباد مین قایم کی جاوے گی اور بالآخر مین عرض کرتا ہون کہ جو تحریک فی الحال نسبت قایم کیے جانے ایک سنٹرل کالج کے بمقام الہ آباد کی گئی ہے ہز آنر اُس سے اُمید کرتے ہین کہ اوس سے ہر ایک قسم کی مدد اُس مقصد مین ملے گی جس کی اسوقت خواہش کی جاتی ہے اور جس خواہش مین غالبًا سینٹ مدد کرے گی کالج کونسل وضع کرنے کے واسطے یہ بڑا اور ترقی کرنے والا شہر مدد دے گا اور اُس کے ممبرون سے فایدہ یونیورسٹی کے مقاصد کا بھی لیا جا سکے گا جو دونون طرح یعنی بطور ممتحنان اور کارکنان کے کام دے سکین گے اور جو بطور فیلو کے مقرر ہو کر مثل بریخ کونسل کے الہ آباد مین رہا کرینگے۔

الہ آباد کالج نے تو ابتک اُن مقاصد کے پورا کرنے مین مدد نہین دی اور خدا نکرے کہ آیندہ کبھی مدد کرے مگر اب وہ زمانہ بھی کچھہ دور نہین معلوم ہوتا کہ الہ آباد یونیورسٹی بھی قایم ہو جاوے اگر وہ اُنھی اصولون پر قایم ہوئی جو مذکورہ بالا چٹھی مین مندرج ہین تو اضلاع شمال و مغرب و اودہ کے باشندون کو یقین کر لینا چاہیئے کہ جس طرح خدا کا غضب مختلف قومون پر مختلف صورتون سے واقع ہوا ہے ان پر خدا کا قہر الہ آباد یونیورسٹی کی صورت مین نازل ہوا ہے۔

گورنمنٹ کی غلط پالسی بلاشبہ ملک کو نہایت نقصان پہونچاتی ہے مگر اوس مین بہت بڑا فایدہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ جان جاتے ہین کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ جب ہمارے

ملک کی یونیورسٹیان ایسی ہوجاوین گی جنکے اعزازی خطابون کی لوگون کی آنکھ مین کچھ عزت نہ رہے گی اور لوگ جان لین گے کہ کوئی فائدہ ان سے نہین ہے تو وہ اُن اعزازون کی کچھ پرواہ نہ کرینگے اور اپنی مرضی کے موافق خواہ انگلش ہائی ایجوکیشن کے لئے خواہ مشرقی علوم کے لئے خود قومی انسٹیٹیوشن قایم کرین گے اور اوسی کو اعزازی ڈگری سمجھین گے بنگال کی حالت تو اس وقت ایسی موجودہ ہے کہ اپنی قوم (بنگالی) کے لئے آپ سب کچھ کرسکتی ہے ہمارے ملک و پنجاب کے ہندو صاحبون کو ابھی یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ انسٹیٹیوشن اُن کی اغراض کے لئے کافی ہین لیکن جب وہ یقین کرین گے کہ اب وہ کافی نہین رہے تو نہایت آسانی سے بنگالیون کی مانند قومی انسٹیٹیوشن قایم کرلین گے۔ مسلمانون کی حالت بلاشبہ افسوس کے لایق ہے مشرقی علوم کی تحصیل کا اُن مین چرچا نہین رہا اس لئے کہ اُن کی فائدہ مندی کچھ نہین معلوم ہوتی جس قدر مسلمان اس زمانہ مین کسی قدر مشرقی علوم پڑھتے ہین صرف مذہبی خیال سے پڑھتے ہین ایک شخص بھی مشرقی علوم مین سے کسی علم کو بحیثیت اُس علم کے بلا تعلق مذہب نہین پڑھتا۔ عموماً مسلمان انگریزی علوم کا پڑھنا ناجایز سمجھتے ہین اور یقین کرتے ہین کہ اُسکے پڑھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے پس انکا تعصب مذہبی اُس قسم کی انسٹیٹیوشن قایم ہونے کو نہایت قوی مانع ہے اور اس لئے گو مسلمان کی حالت ایک مدت تک خراب رہے یا اور زیادہ خراب ہوجاوے مگر آخر کار اُن پر ظاہر ہوگا کہ یہ اُن کا خیال غلط اور اون کا تعصب بیجا تھا اور خود اُن کی نادانی تھی کہ اُنھون نے مذہب اسلام کو ایسا ضعیف سمجھ لیا تھا کہ انگریزی علوم کے سیکھنے سے جاتا رہتا ہے بلکہ مذہب اسلام ہے ایک ایسا مذہب ہی جسکو کسی قسم کے علوم کا خواہ فلسفہ ہو یا نیچرل سینس مقابلہ کا کچھ بھی اندیشہ نہین ہے اُسوقت

مسلمان یورپین سینز و لٹریچر کی طرف اسیطرح متوجہ ہو جاوین جس طرح اُن کے باپ دادا یونانی علوم کے حاصل کرنے پر متوجہ ہوئے تھے - پھر ایسے ایسے قومی انسٹیٹیوشن اسی ہندوستان مین قایم کرلین گے کہ اُنکو کسی یونیورسٹی کی بھی پرواہ نرہے گی ہان بلاشبہ ان پر تھوڑا زمانہ بہت سخت گذرے گا مگر جو برداشت کرنے والے ہین وہ برداشت کرین گے اور آخرکار کامیاب ہونگے - (آمین)

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

مورخہ ۵ جون ۱۸۸۶ء

natural. Then the Mohammadans will take up the European sciences and literature with as much zeal as their forefathers had done in obtaining the Greecian sciences and arts, and then they will establish, in this very India, such national Institutions for themselves as not to care for any other University any longer. In the meantime they must, without doubt, undergo great hardships for a short period, but the unflinching characters amongst them will bear them with patience and will succeed in the end. Amen ! ! !

learn that they are of no advantage to them, they will no longer care, in the least, for those conferments, and will ound their own Institutions according as they should desire either for High English Education or for oriental learning and the conferment of degrees by these very institutions shall be considered as honourable distinctions. Bengal is now in such a condition as to be able to do everything for its own nation—the Bengalees. The Hindus of our Provinces and of the Panjab have up to this time been looking upon the Government Institutions as quite sufficient for their purposes. When they will, however, be assured of their insufficiency they will very easily establish their own national institutions like those of the Bengalees. The condition of the Mohammadans alone is, without doubt, to be deplored. The oriental learning is no longer prevalent amongst them as they see no worldly advantage from the reform to be derived. Such Mohammadans as continue, to the present time, devoting their attention to the oriental learning, do it simply from a religious point of view. No one studies any branch of the oriental learning for its own sake nor without its connection with his religion. Mohammadans generally consider English learning as a religious prohibition and believe it to ill affect their faith. Therefore their religious prejudices will offer obstacles to the establishment of a national Institution of this kind. But although the Mohammadans have continued in a degraded condition and may have been destined, for some time longer, to go down still lower, yet it is hoped it will at last be manifest to them that they had, unfortunately, been working under wrong impressions and false prejudices—that it was their own ignorance to consider the Religion of Islam so weak as to be shaken by English learning, and further that it is the Islamic religion alone which fears no opposition from any science whatever whether philosophical or

of the establishment of an University at Allahabad is gathered, therein we find the following which might well be called the description of the future ill fate of the North-Western Provinces and Oudh. " To advise the means by which such objects might be attained would be one of the duties of the Allahabad Branch Senate. And I am, in conclusion, to say that the movement that has recently taken place in these Provinces towards the establishment of a Central College at Allahabad would, His Honor hopes, materially aid any project of the kind now advocated which the Senate may be pleased to entertain. That important and growing city now offers the materials for a strong and capable College Council, and the members of the same might be untilised for the purposes of the University, both as a consultative and examining body, by being appointed Fellows and empowered to meet as a branch council at Allahabad."

It is gratifying that the Allahabad College has not up to this time assisted the fulfilment of these objects and may God ever forbid it to do so in future. But the time of the establishment of a University at Allahabad does not seem very distant. And if it be founded on the very principles laid down in the foregoing letter, the people of the North-Western Provinces and Oudh have to be assured that as the wrath of God has overtaken the different nations in different shapes so the wrath of God over these Provinces has appeared in the shape of the Allahabad University.

Although the mis-guided policy of the Government of a country does, without doubt, immense harm to the people, yet it has the advantage of teaching them what they ought to do. When the Universities of our country shall be reduced to such a low level as the conferment of their honours shall not have any value in the eyes of the people and they will

she, at the same time, pursuades us not to go beyond the F. A. test in English.

Again that she has liberally enough appointed scholarships for those who after passing the B. A. degree in honours within 21 years of age might avail themselves of the chance of obtaining further education in London, yet we are admonished against attempting to learn English beyond the F. A. examination.

She accosts us, as it were, in the following tone :—Although we may, in our societies, laugh at your wretched acquirements and may, now and then, write interesting reports of your want of capacity for high services, yet you need not care for all that and do not attempt to learn English beyond the F. A. test.

When you come to meet us and couch your sentiments in faulty English on which we being excited call you dam fools, and not being able to understand your oriental improved language we being again excited repeat dam fool twice. You should not mind all this and yet never try to learn English beyond the F. A. standard but go on zealously working at your oriental learning

Although, by this defective method of education, you may not be able to acquire any high proficiency either in English or in the oriental learning, yet shall not your success in the University in the F. A. examination suffice to keep you happy ?

The Government ought to see the contradictions. Does she think that such a state of things does not shock her subjects ?

When we come across the end of the letter where the Allahabad Central College is mentioned and from which the prospect

we cannot help concluding that we have, night and day, to mourn our ill fate to be under the government of a foreign tongue. But we do not choose mourning. Rather we wish to acquire that very language to high proficiency and through that very language obtain high attainments in sciences and arts.

After this Sir William Muir mentions the means to be adopted to reduce the high English education and to improve the oriental learning. But we are very thankful to him for his differing from the Vice-Chancellor of the Calcutta University in his suggestion that the English language might be dropped from the very Entrance Examination. But we are again struck with surprise when his Honour says " the test of English literature might be dropped after the second examination. The student would thus be free to devote his undivided energies to Oriental literature. The test in history from some English text book might, however, be retained".

On the one hand the Government assures us that we have quite equal rights with her European subjects ; we also might go to England and compete for the Civil Service Examination, and on our success therein all the high offices in the country shall be equally with Europeans open for us. On the other hand she enjoins us not to learn English beyond the F. A. or the Little-go examination.

Again she professes to have opened, for the Indians, the way to the High Court examination on condition that they obtain the B. A. degree, that they may take their chances of the appointments as Munsifs, Sub-Judges, and in some non-regulation provinces even those of District Judgeship, and sometime they may soar up even to the High Cout Judgeship itself. But

taught do exist in a language with which the students thereof be naturally familiar. Therefore His Honour had to show which of the various languages, in use in India, is to be taken to be the familiar language for the country and whether the language so fixed upon does or does not contain the sciences which it is desirable to teach them. He had further to show, from the history of the world, whether there existed ever a country in which the sciences and literature did progress in a non-regnant language. He had also to point out which of the Indian languages had had so much progressed as to have become capable of serving as a scientific one. Sanskrit has never, neither in the past nor at present, been the language of the country. Nor the Arabic and the Persian can be counted as the native languages for India. Therefore reasonings by facts quite alien to the present circumstances cannot be considered of any use.

What could an English child, desiring to learn sciences and arts, in case the English language continued in the state in which it was before the age of the Queen Elizabeth and did not progress so much as to become a fit medium for the instruction in science and arts, do otherwise than adopting a language which contained them? Could it be ever possible for the English language to have progressed so much as to contain sciences and arts to the extent it has now done, if a foreign language reigned over the country? Certainly not. It is well known what the English people themselves used to do as long as their language did not attain to the stage of possessing sciences and arts. Did not the Latin language then serve in their schools as the medium of acquiring sciences? And did they not then use to learn the Qanoon of Avicenna and other scientific works in Arabic, in the Universities of Spain? If we set our hearts upon the arguments of Sir William Muir,

kind of improvement must be, to some degree, alien to the original state of a country and therefore it must be to that very degree uncongenial to the generality of the people, but as the area of a triangle gains in its extension as it proceeds from the vertex to the base, so the improved thoughts do extend gradually throughout the country and thus the country is said to have progressed. If Sir William Muir made a thoughtful study of the history of England he should find many an example of such improvements in thought which were at first quite uncongenial to the English minds but which at last caused the national progress.

The 14th paragraph goes to say—"But not only so. This system must tend to check development. If the medium of explanation and illustration be foreign, the range of the learner's ideas becomes limited and confused. New ideas are explained by foreign phrases, importing probably ideas equally unfamiliar. Precision of thought and the play of imagination are thus sacrificed or seriously impaired. It is easy to conceive how limited and imperfect would be the range of an English boy's ideas, whose learning was communicated solely through the medium of Latin or of Sanskrit. If teaching be not in the language in which the pupil thinks, and illustration by objects and associations with which he is conversant, intellectual development becomes dwarfed and stunted."

The statements made by His Honour in this paragraph are quite true in themselves and nobody can deny the facts, and it is on account of these facts that we cannot vie with the English in our education in European sciences and literature, but we are afraid they are not quite to the point. The application of ,the means to remove the defect as mentioned in the above paragraph is based upon this that the sciences to be

persons like Farabi, Avicenna, Hazen, Avempace, Abubacer Razi, Al-gazzali, and Averroes, whose names are so well known to the present age, as well in Europe as in Asia, every one of them acquired learning in a non-mother tongue. None (of the Mohammadan men of science or letters) have had the Arabic language for their mother tongue, Alkendi being the only exception. All the great philosophers and men of science or letters were inhabitants of Samarkand, Bokhara, Morocco, Kardova &c., but the language of the Governments in those days being Arabic all the philosophical and the scientific works were written in Arabic and the science progressed through the instrumentality of this very tongue. It is impossible to improve the sciences of a country otherwise than through the medium of the governing language of the country. In our days the English tongue being the governing language of India the progress of every science here must depend upon the English language alone.

When a progress is made in any thing it is necessary that it should undergo a corresponding change from its former state. Why should, then, Sir William Muir demur if by the high English education our modes of thought undergo a change, if our intellectual capacity should become of a different kind, and if our mind be set in a different mould? Do our rulers mean that we should remain on the same level on which we ever were and make no progress in our intellectual culture, modes of thought, and in short, in nothing of any worth whatsoever? Sir William Muir has expressed his great sympathy in this that that progress is uncongenial to the native minds. But it is to be wondered at, that his Honour does not perhaps look with disfavour upon some other things which are to the native minds uncongenial to the utmost degree, while he likes to deprecate such uncongenial, intellectual and moral, improvements alone as are begotten from European learning. Every

honour of their safe return are given and they are greeted on their success. They join their national meetings and are looked upon as educated members of the nation to which they belong. The Bengalees and the Parsis have gone through these stages long since, and it was not so very surprising of the Mohammadans to do, so but even the Hindus of our India have now bid farewell to the old prejudiced notions. And every one has made his way to England to be educated there. At this time more than four dozens of the Indian youths, Mohammadan and Hindu, are being educated in England. What greater evidence of the change of time can be brought forward than the fact that even the Hindu youths returning from England have been admitted into the society of their own relations and not ex-communicated from their caste. What could be more surprising than that the very literature of the country, the poetical sentiments, and the national views have undergone a great deal of change. The oriental style is being discountenanced both in private letters and public writings. The poetical mannerisms of the east, which stood their ground for hundreds of years, are now giving way to the newly implanted western sentiments throughout. The prose and the poetry of the country alike, are being enlivened by the inspirations of new soul of the western styles, ideas, and sentiments, and the people are gradually beginning to like them. These standing facts show us most clearly how far the words of Sir William Muir "the same defect may be, in greater or less degree, witnessed every day"!—are appropriate to the present state of things.

It is surprising that Sir William Muir, being himself a great Arabic scholar, should have criticised the teaching of sciences to the Indians through the medium of English on the score of its being a foreign tongue to us Was he not acquainted with the Mohammadan men of letters. The great Mohammadan scientific

passing 40 years in England from childhood upwards as great as if he never left his country for a day, would not be convinced by the logic of Sir W. Muir.

The circumstances of a nation undergo changes with Time. Had Sir W. Muir the advantage of the age in which Lord Dufferin is, he must have reserved the phrase " the same defect may, in greater or less degree, be witnessed every day." Although the time of Sir William Muir differs from the present by only 12 or 14 years, yet in this very short period the state of the country and of every nation living therein has undergone a marvellous change. The Mohammadans, who then from their religious prejudices refrained from obtaining English education, are now joining the English and Missionary colleges and schools. Every year shows a progress of the number over its preceding one. Mohammadan preachers continue their exhortations from the pulpits against learning English, denouncing the wrath of God and even apostasy from the Mohammadan faith upon the English learners, yet no body listens to their harangues. Among our friends there are some who, though very bigotted Wahabi at heart, have been so much softened as to think some English education indispensable for their children. The very Mohammadans who looked upon dining with the English as religiously forbidden and the self-same Hindus who did not consider themselves clean after meeting an Englishman until they did bathe, are now continually going to England for education. Their voyage to England alone is not so much surprising as the great farewell meetings enthusiastically held by their people at the time of their departure. They are welcomed at every Railway Station from the Punjab to Bombay. Crowds of people attend the farewell meetings and farewell addresses are rehearsed. And when they return, meetings are held to welcome them, dinners in

the vegetation of which may be peculiar to one country only and on account of which it might be called indigenous of the country. Thought or modes of thought spring from sciences. The principles on which one is educated the same becomes the mode of his thinking ; therefore indigenous modes of thinking have no meaning whatsoever. It is, therefore, clear from the foregoing that *only* such scholars, as might have their education in modern sciences and arts which *we* cannot obtain without high English education, can raise the moral sense or intellectual culture of their countrymen.

The 13th para. runs thus:—"An Indian youth, educated from childhood in Europe, may return to his native land with all the accomplishments of an university training, and yet, equally with the foreigner, lack the aptitude for influencing his countrymen. This would be an extreme case, but the same defect may, in greater or less degree, be witnessed every day. Knowledge is communicated to our students through a foreign medium, explained by foreign illustration, and inculcated by foreign maxim. Their habits of thought choose channels strange and uncongenial to the native mind. There are few common points of system or idea between our scholars and the people, and little sympathy of intellect. Their mind has set in an alien mould. The tree long trained in another direction will at last refuse any approach to its natural bent."

The example of an Indian child being brought up in Europe is only an imaginary one whereof no parallel case is shown to us in the concrete ; hence, I am afraid, it can have no value. While the honourble Sir W. Muir has quite neglected the strong bond of national sympathy. But we hope His Excellency our present Viceroy, Lord Dufferin, having found out the national sympathy in Maharaja Dulip Singh after

moral sense and intellectual culture of the nation. And for this end familiarity with Oriental learning and indigenous modes of thought is indispensable."

But this para. does not explain why should familiarity with oriental learning and indigenous modes of thought be indispensable for advancing the nation in moral sense and intellectual culture, of which a great desire is expressed herein. If the native tongue or even the eastern languages were made compulsory it could without doubt be admitted ; but there seems no reason to support the compulsion of oriental learning and indigenous modes of thought while there are some against it.

The principles admitted in the oriental learning are either quite changed in the western sciences and arts or so much improvements are made in them that they appear to be quite separate from the oriental ones and it is only with great study and thought that one can find out that their principles are not quite so different from the oriental learning, while there are many new inventions in the modern sciences which can not at all be traced out in the oriental learning. Therefore only a body of scholars well instructed in sciences and arts based upon principles so modified, so improved, or newly founded shall be better agents in raising the moral sense and intellectual culture of their countrymen than a body of scholars brought up in purely oriental learning the defects whereof have now been so well admitted. The learning of the east and that of the west affect the moral sense and intellectual capacity differently from each other. Therefore to take the one of them in order to produce the effect of the order is to consider the possibility of co-existence of two contradictories or at least of two contraries. The meaning of " indigenous modes of thought" is, we confess, beyond our comprehension. For, thought is not a species of the vegetable

Allahabad University as clearly as we believe it is to be found nowhere else and therefore we propose to discuss on the letter.

The 11th para. of the letter from the Secretary to the Government runs thus—"On the third, *for lowering the English standard in favour of those who seek for honors in Oriental literature*, I am desired to say that Sir William Muir concurs generally in the views advanced by Mr. Kempson" (then the Director of the Public Instruction, North-Western Provinces and a thoroughly faithful Christian.)

The fallacy of the phrase "lowering the English standard in favour of those" in the 11th para is clearly shown by the foregoing paragraphs in the same letter, as they establish the policy of lowering the standard of high English education as a general one. Beside this those who week for honours in Oriental literature, be they Mohommadans, or Hindus, do not care in the least for the honours of a University. Nor can they obtain the honour they covet from their education in a College. They gain honour in oriental learning merely from those who lecture only in their old monasteries, (khanqahs) mosques (masjids) or in the corners of their own dark and narrow houses.

Other paragraphs of the same letter are very interesting, the contents whereof requiring a great deal of study. The 12th para. says —"The object to be aimed at in the conferment of scholastic distinctions is to advance the nation in science, arts, and morals. For this end individual merit is rewarded by appropriate honors; but a higher and larger purpose than mere individual distinction is intended, namely, the development of a body of scholars who shall have passed through such a discipline as will best qualify them to influence their countrymen for good, and thus render them effective agents in raising the

pily did, not doubt, lead them into the false notion that it was dangerous for the Government to give high education in India and that in so doing the Government was preparing a host of opposition against herself.

Whether right or wrong, these are the views upon which, as the Indian people believe, the Government has adopted a policy subversive of the high English education in India.

The thought, that the Government does not like the progress of her subjects and that she likes to keep them in perpetual servitude, is spreading as much discontent, among the people, as can be imagined ; the benefits that the Government is conferring upon the people produce no proportionate feelings of gratitude and those who, for the sake of their, own people and for the good and prosperity of their own country, sincerely wish well to the Government, feel most dejected as they find no escape from the impending evil.

The Indian people suspect the Government to conceal her policy by various means, but the reality can hardly remain hid. Under the cover of sympathy with the oriental learning the Government proposes to carry out her present policy. But the Government herself cannot answer the question:—By helping the people to make progress in oriental learning what can she do with them and of what use can they be made?

The Honourable Sir William Muir (a well-known man of letters and a true and right-hearted Christian who thought first of all of establishing a University at Allahabad) and his Government, during his Honour's lieutenancy over our Provinces, wrote in 1870 a letter bearing on the subject to the Registrar of the Calcutta University. This letter contains the policy of subversion of the English high education and the establishment of the

most of them. Thus it was tried hard to inculcate a love for the English education. The Government being in need of English knowing clerks for her office the attempt was further helped by the need.

Even in those days there existed some high officers who opposed giving high English education to the Indian youths. It was their wrong thinking that to give a high education to the Indians was dangerous for the Government and that therefore they should be kept ensnared in their oriental learning.

But in those days their opposition was suppressed and the high education was allowed for Indians. The standard of the high education allowed for the Indians was, however, not the real one ; it being in reality that of a middle rate.

The real object of the Missionary Societies, however, was not gained by this education as it stood rather opposed to their desideratum. Science is based either on certain or probable principles and the basis of the Christian religion or to say more broadly of all religions is in hypotheses and beliefs without proof which could not very well withstand the certain and the probable principles. Therefore the Missionary Societies began a reaction against the high education and the Government was taught to learn that the duty of the Government was to spread education to the masses of the people and not to spend large sums of money in giving high education. Such of the English officers, in India, who, instead of being of liberal minds, partook more of the qualifications of the Missionaries, made up their minds to aid them in opposing the high English education.

The more liberal-minded English officers, however, did not care much for the opinions of the Missionary Societies, but the circumstances and the occurrences of the present time unhap-

India are such as to get their eyes blood red with anger when they see any Indian having made some improvements in his ancient costume, mode of life, or etiquettes of meeting. It is quite clear that they wish to keep the Indian people in a state of thraldom. But the great Reformer (Time), who with a powerful hand overrules the conquerors and the conquered alike, cannot allow such a state of things.

There was a time when the rulers of our country were highly desirous to see the people of India inclined to learn the English language and its sciences and arts. On the contrary, at the present moment, all means secretly (as well as openly) are being employed to deprive the Indians of high English education. For the change of this policy there may be causes we do not know, but we know full well the causes be they right or be they wrong, as assigned by the Indian people for the unfortunate change.

They understand that the Missionary Societies, not those alone which exist in India but also those in England, exercise powerful influence over the educational system of India, and that they are aided greatly by such officers in India who, instead of being liberal-minded, are qualified with the attributes of the Missionaries; and the wrong policy of the Government coinciding with theirs the state of education is reduced to its worst condition.

The Hindustani people, considering the foregoing to be the two guiding principles of the educational policy of the Government, believe the changes in the policy to have branched out from them. They believe that the English in general and the Missionaries in particular were sure that the spread of the English education in India would tend to the propagation of Christianity among the people and thus would easily convert

nations, that yet existed, have ever considered the unity of these as a boon. History proves that the unity of the political views is so strong and overruling that the religious feelings have no value whatsoever in comparison to it. Influenced by their political views the Mohammadans killed the grandson of their own Prophet and the religious feelings, when opposed by the former, became quite inoperative. In India itself the Hindus, as auxiliaries to the Mohammadan monarchs, shed the blood of their co-religionists and cared not, in the least, for the unity of their religion. We overselves, working under this very political influence, sided with the English, and fought battles with Mohammadans, and the religious views failed to produce any effect to the contrary. In England itself, during the times of disturbance, led by the divergent political views, father and son, brother and brother became the blood thirsty of each other. Political unity alone, is, therefore, so powerful as to reduce other views, whenever opposed, to nothingness.

Is the concord of people with the Mehdi of the Soudan, in reality, based upon the unity of religion? No, by no means. It is based simply upon political union, the religious one simply subserving the political, by stirring it up. It is a contrivance always made use of on such occasions.

The political unity between the conquerors and the conquered depends chiefly upon the sameness of their sciences and arts, of their literature, of the mode of their life and of their political interests—and the conquerors are to be congratulated when such a state of things be brought about in a country conquered or ruled over like India. But it is a very surprising fact that the English people who consider themselves conquerors of India are greatly opposed to such a unity. With the exception of a few good hearts most of the English people living in

ARTICLE BY THE LATE SIR SYED AHMED KHAN BAHADUR PUBLISHED IN THE ALIGARH INSTITUTE GAZETTE.

of 5th June, 1886.

ALLAHABAD UNIVERSITY

AND

THE DOWNFALL OF HIGH ENGLISH EDUCATION.

Whenever a new phenomenon makes its appearance it necessarily strikes the people with its strangeness. But the Government of a foreign nation (the English) over India is no such thing. There are few countries which have never been governed by a foreign rule. Even at the present time there are many countries besides India which are ruled by a foreign nation and Nature distinguishes them (the rulers and the ruled) by the high title of *the Conquerors* and the low designation of *the Conquered.*

The conquerors, however tyrannical they may be, have always a desire to produce a union between the conquered people and themselves. Histories of past ages and occurrences of the present time equally prove the fact that though the unity of religion is, no doubt, a strong means of producing concord, yet the real source of union, of which the religious union is simply a branch, between the conquerors and the conquered, is the unity of their ideals and of the their interests. The ideals of every nation are produced by their customs, manners, modes of living, sciences and arts, and their morals. Therefore all the conquering

اجلاس نوزدہم

محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

تقریر

نواب محسن الملک بہادر آنریری سکرٹری مدرسۃ العلوم علیگڈھ

جو

جناب ممدوح نے ۳۱- دسمبر کے اجلاس میں کانفرنس اور
قوم کی آیندہ حالت کی نسبت فرمائی

خاکسار سعید احمد کی اہتمام سے

مطبع احمدی علی گڈھ میں طبع ہوئی

تقریر

نواب محسن الملک بہادر

آنریری سکرٹری

در اجلاس نوزدہم

محمڈن انگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

بتاریخ ۳۱- دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء

حضرات!

مجھے اسوقت بعض دوستوں نے مجبور کیا ہے کہ میں آپ لوگوں کے سامنے کچھ اپنے خیالات متعلق کانفرنس اور قوم کے اور اس کی آیندہ حالت کے بیان کروں۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کہوں۔ قوم، تعلیم اور کانفرنس کے متعلق اتنا کچھ کہا گیا ہے کہ اب تو کوئی بات کہنے کے لئے باقی ہی نہیں رہی ہے، بلکہ یہ نوبت پہونچگئی ہے، کہ جسطرح لڑکے

آموختہ پڑھتے اور سبق دوہراتے رہتے ہیں، اُسیطرح ہم اُنھیں باتوں کو کہتے رہتی ہیں جو بارہا کہہ چکے ہیں- ایسی حالت میں، میں کوئی بات ایسی نہیں کہہ سکتا جو پہلے آپنے نہ سُنی ہو، نہ کوئی ایسا خیال میرے دل میں گذرتا ہے، جسکا بارہا اظہار نہ ہوچکا ہو، آپ سب لوگ خوب جانتے ہیں کہ اس کانفرنس کا وہ حصّہ جو تقریروں اور اسپیچوں اور تجویزوں اور تحریکوں کے متعلق تھا، وہ پورا، بلکہ ضرورت سے زیادہ ہوگیا- مگر عملی حصّے میں بہت کم کام ہوا ہے، اور اُسپر ابتک جیسے کہ چاہیے توجہ بھی نہیں ہوئی ہے- ہر ایک اجلاس میں اِس کانفرنس کے اُسپر افسوس ظاہر کیا جاتا ہے، اور ہر شخص پلیٹ فارم پر آکر بہت رقّت دلانیوالے الفاظ میں اِسکا ذکر کرتا، اور کانفرنس اور قوم پر ملامت کرتا ہے- مگر افسوس ہے کہ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو بجاے پُر درد، تقریروں کے یہ آکر بتاتے ہوں، کہ خود اُنھوں نے عملاً کیا حصّہ لیا، اور جس بات پر افسوس، اور دوسروں پر ملامت کرتے ہیں اُسکے متعلق اُنھوں نے سال بھر خود کیا کیا- ایسی حالت میں ہماری مثال بعینہ اُن نمازیوں کے ہے، جو ایک گاؤں میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک اور آدمی نماز پڑھنے کے لئے آیا، اور نمازیوں کے پاس پہونچتے ہی بہت روز سے کہا کہ اُلسّلام علیکم- ایک نمازی نے جواب دیا وعلیکم السلام- دوسرے نے کہا کہ نماز میں بولنا منع ہے، بولنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے، تیسرے نے کہا کہ پھر تم کیوں بولے تمھاری بھی نماز جاتی رہی- اِسپر امام صاحب نے جو سب سے زیادہ دانشمند اور سارے گاؤں میں پیشوا سمجھے جاتے تھے، بلند آواز سے فرمایا کہ الحمدللہ میں نہیں بولا-

حضرات! یہی حالت ہماری ہے کہ ہم جس بات کا دوسروں پر الزام لگاتے ہیں وہ خود کرتے ہیں اور جس امر کو بُرا بتاتے، اور اسکے کرنیوالوں کو بُرا کہتے ہیں، اُسکے سب سے بڑھ کر خود مرتکب ہوتے ہیں، ایسی حالت میں اگر ہماری کوششیں کچھ نتیجہ نہ دکھاویں تو تعجب کیا ہے اسلئے کہ درحقیقت ہم سوائے باتیں بنانے کے کچھ کوشش کرتی ہی نہیں ہیں

صاحبو! جب میں خیال کرتا ہوں کہ سرسیّد مرحوم کی (۴۰) سالہ محنت اور کوشش سے، جس سے بڑھ کر غالباً کسی قوم اور کسی ملک میں کسی شخص نے نہ کی ہوگی، کچھ نتیجہ حاصل نہوا اور ہم خوابِ غفلت سے نہ چونکے، اور ہماری غیرت اور حمیّت جوش میں نہ آئی۔ اور وہ بہت سی حسرتیں اپنے ساتھ قبر میں لیگئے، اور ہمکو ایسی حالت میں نہ چھوڑا، جس سے وہ مرتے دم تسکین اور تسلّی پاتے، اور آرام چین سے اِس دُنیا سے رخصت ہوتے، تو نہایت رنج اور صدمہ ہوتا ہے، اور اپنے ہموطن بھائیوں کی کوششوں کو دیکھکر نہایت شرم آتی ہے۔ ہمارے ہموطن بھائیوں کی کوئی مجلس ایسی نہوگی، جسمیں مجموعی قوت کام نکرتی ہو، اور باوجود اختلافِ خیالات اور اختلاف مراسم کے اُس کے ممبر ملکر کام نکرتے، اور صرف باتیں بنانے پر قناعت کرتے ہوں۔ ایک نیشنل کانگریس ہی کو لیجئے کہ گو ہم پولیٹکل خیال سے اُسے مُفید نہ سمجھتے ہوں اور اُسکی کارروائیاں بھی ہمکو پسند نہوں مگر اُس کے چلانیوالوں کی لیاقت اور قابلیت کی ہمکو ضرور داد دینی پڑتی ہے، اور اُس کے سچّے جوش اور خالص نیت اور مضبوط ارادے اور مسلسل کوشش اور باہمی اتّحاد کا ہمکو دل سے اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور اُن کی کارروائی میں آرگنیزیشن سے نظم و ترتیب پائی جاتی ہے۔ اور سب کی کوششوں کا منشا اُس مقصد کا حاصل کرنا ہے، جسکے لئے وہ مجلس قائم ہوئی ہے، نفسِ مطلب حاصل کرنے کے لئے اُنھوں نے ایک سمت اور ایک مرکز مان لیا ہے، اُس سے کوئی انحراف نہیں کرتا، وہ مجلس تمام ہندوستان کے لئے ہے اور اس کی تکمیل اور مدد کیواسطے ہر صوبہ میں پراونشل کمیٹیاں قائم ہیں، ہر صوبہ کی کمیٹی سال بھر تک کام کرتی رہتی، اور اصل کانگریس کو مدد دیتی رہتی ہے، کوئی پراونشل کمیٹی اپنے آپ کو اُس سے جُدا نہیں سمجھتی، نہ اپنے کسی جُدا نام کرنے پر وہ فخر و ناز کرتی ہے، نہ پراونشل کمیٹیوں کے کام کرنیوالے اپنے آپ کو اصل کانگریس سے جُدا اور بے تعلق سمجھتے ہیں۔

ہم نے نہیں سُنا کہ سر فیروزشاہ مہتہ نے بمبئی میں ایک الگ کانگریس قائم کی ہو،

اوراُن کو اس بات پر فخر ہو کہ وہ اپنے صوبہ کی کانفرنس کے علٰحدہ پریسیڈنٹ یا سکرٹری ہیں۔ نہ ہمنے یہ دیکھا کہ مسٹر سرندر ناتھ بنرجی نے بنگال میں صرف اپنی ناموری اور شہرت کے لئے اپنی پراونشل کانگریس کو اصل کانگریس سے جدا رکھا ہو۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جتنے نامور عالم، فاضل اور لایق وقابل پارسی، مرہٹی، بنگالی، پنجابی، برہمن اور کایستھ تمام ہندوستان میں ہیں، اُن سب کی ایک غرض اور ایک نیت ہے، اور اُن سب کا سمت اور مرکز ایک ہی ہے۔ ہر ایک اُن میں سے اپنے اپنے طور اپنے اپنے صوبے میں اُنہیں مقاصد اور اغراض کے لئے، جو نیشنل کانگریس کے ہیں، کوشش کرتا ہے اور اسی بات پر اُسکو فخر اور ناز ہے کہ وہ بغیر کسی ذاتی شہرت اور ذاتی ناموری کے قوم کی خدمت کرتا ہے اور اسیوجہ سے روز بروز اُنکی قوت بڑھتی جاتی ہے، اُن میں اتحاد اور اتفاق پیدا ہوتا جاتا ہے، اور اُنکے اغراض اور مقاصد میں کسی قسم کا خلل اور تفرقہ نہیں ہونے پاتا۔ مگر ہم مسلمانوں پر جنکا مذہبی اصول اتفاق اور اتحاد ہے یہ آفت نازل ہے، کہ اول تو کسی نیک کام کا ارادہ نہیں ہوتا، اور اگر ہوتا بھی ہے تو سب سے اول پہلا مقصد اپنے آپ کو آزاد اور دوسری جماعتوں سے جدا رکھنا ہوتا ہے۔ ایسی خبیث روح کچھ ہمارے جسموں میں حلول کرگئی ہے، کہ ملکر کام کرنے سے نفرت اور شرم آتی ہے۔ ہماری یہ کانفرنس بھی تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ہے، کسی خاص صوبہ سے مخصوص نہیں ہے، اور اُسکے دیکھا دیکھی ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بھی پراونشل کمیٹیاں قایم ہوئی ہیں۔ یہ نہایت مبارک اور مفید تجویز تھی، اور ہر صوبہ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا قایم ہونا اصلی مقصد کے حاصل ہونیکی ایک نہایت نیک فال تھی، اور ایک مرکز اور ایک سمت پر جمع ہونے کی عمدہ نشانی تھی، مگر افسوس ہے کہ ذاتی شہرت اور شخصی ناموری کے خیال نے بجائے مجتمع کرنے کے اُن قوتوں کو منتشر کردیا اور بجائے ملکر کام کرنے کے ہر ایک صوبے نے اصل کانفرنس سے جدا رہنے ہی کو اپنے لئے مفید اور ضروری

جانا - ہر ایک پراونشل کمیٹی اپنا اول کام یہ سمجھتی ہے کہ آل انڈیا کانفرنس سے اپنے آپکو بے تعلق بتاوے اور اُسے علیگدہ کی کانفرنس کہکر اُس سے علٰحدہ رہنے ہی میں اپنی عزت اور شہرت سمجھے، اگر کسی پراونشل ایجوکیشنل کانفرنس کے بانیوں سے کہا جائے، کہ اپنے صوبے میں جو کانفرنس آپ نے قایم کی ہے وہ نہایت مفید اور نہایت ضروری ہے، مگر اُسکو آل انڈیا کانفرنس سے جدا رکھنا مناسب نہیں ہے، تو کبھی اُسکو نہ مانینگے، بلکہ اسکو اپنی کانفرنس کی ذلت سمجھینگے - حالانکہ جس کانفرنس کو علیگڈہ کی کانفرنس کہا جاتا ہے، وہ کسی خاص مقام سے مخصوص نہیں ہے، اور نہ اُسکے ارکان اور پریسیڈنٹ کسی ایک ہی صوبے کے ہوتے ہیں، بلکہ وہ درحقیقت تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی مالیت ہے، اور سب مسلمان اُسپر مالکانہ حق رکھتے ہیں، اور کسی شخص کو بغیر غلبہ آرائے کے کسی کام کے کرنیکا حق نہیں ہے اُسکے ہر ممبر کو یہانتک اختیار ہے، کہ اگر وہ دیکھے کہ جو سکرٹری کانفرنس کا ہے وہ کام نہیں کرتا یا نہیں کرسکتا، یا اُسکے بجائے کسی دوسرے صوبہ کا کوئی مسلمان ممبر سکرٹری مقرر کرنا زیادہ مفید ہے، تو اُسکو پورا حق ہے، کہ وہ ایسی تجویز پیش کرے، اور ممبروں کو اختیار ہے کہ سکرٹری کو تبدیل کردیں - علیگڈہ میں جو لوگ کام کرتے ہیں، اُنکو اس سے زیادہ خوشی کسی اور بات سے نہوگی کہ دوسرے صوبوں کے لایق مسلمان اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں، کسی لایق شخص کو سکرٹری بنائیں، جو کارروائی علیگڈہ میں ہوتی ہے، اُسکی اصلاح کریں اُسکی صرف یہ خواہش ہے کہ جو کام پراونشل کمیٹیاں کرتی ہیں، اُنکو اُن کاموں سے، جو آل انڈیا کانفرنس کرتی ہے، جدا نہ سمجھیں، اور اُسمیں تفرقہ نہ ڈالیں -

افسوس ہے کہ ہم سب لوگ ان بُرائیوں کو جانتے ہیں، اور ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد بنانے کے غلطِ اصول سے واقف ہیں، اور دوسری قوموں کی متفقہ کوشش اور اُسکے مفید نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں - مگر پھر بھی خودغرضی اور جھوٹی ناموری کی خواہش ملکر کام کرنے کی اجازت نہیں دیتی - اور اپنی قوتوں کو جو منتشر ہو رہی ہیں، جمع

نہیں ہونے دیتے۔

افسوس ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے اپنے کاموں کی ناکامیابی دیکھتے، اور اُسکے اسباب اچھی طرح سمجھتے ہیں، مگر اُسکا علاج نہیں کرتے۔ خدا نے آنکھیں دی ہیں، مگر نہیں دیکھتے۔ کان دیے ہیں، مگر نہیں سُنتے۔ دل دیے ہیں، مگر نہیں سوچتے ؎

چشم باز و گوش باز و این ذکا۔
خیرہ ام در چشم بندیِ خدا۔

حضرات! یہ ہے ہماری موجودہ حالت، جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ حالت کیوں ہے۔ کیا ہم میں کوئی اِس حالت کی اصلاح کرنیوالا نہیں ہے؟ کیا ہم سب کے سب جاہل، کاہل اور بے خبر، غافل اور اپنی قوم کیحالت سے ناواقف ہیں؟ اور کیا ہم میں کوئی ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے، جسکے دل میں اپنی قوم کا درد، اور اپنی قوم کی روزافزوں ذلت اور ادبار پر افسوس نہ ہو، یا اُسکی بہبودی کا کچھ خیال نگزرتا ہو؟ کیا ہم اتفاق اور اِتحاد کے فوائد سے واقف نہیں ہیں؟ کیا ہم مِل جُل کر کام کرنیکے عمدہ نتیجے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے ہیں؟ کیا ہمارے اسلاف و بزرگ سب ایسے ہی تھے، اور کیا اُن کے کارنامے ہمارے دل میں عبرت اور غیرت پیدا کرنیوالے نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے بزرگوں نے علم و فضیلت، اور دولت و ثروت، اور حکومت و سلطنت، اور تہذیب و تمدّن میں صرف اِتحاد اور بے غرضانہ کام کرنے سے ترقی نہیں کی تھی؟ اور کیا ہمارے مذہب کی بنیاد اِتحاد اور مِلکر کام کرنے پر نہیں ہے؟ اور کیا ہم ایسی قوم ہیں، جنمیں کبھی اتحاد اور اتفاق نہ تھا؟ اگر تاریخ کے بوسیدہ اوراق اُلٹ کر دیکھے جاویں، تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ہمارے اسلاف نے ایک زمانے میں تمام دُنیا کی رہنمائی اور پیشوائی کی ہے، اور علوم و فنون میں ایشیا اور یورپ میں وہ تمام پیدا کیا ہے، کہ ابتک تہذیب یافتہ قومیں اُنکا نام ادب سے لیتی ہیں، اور اُنکی تقلید کرتی ہیں۔ اور اِس تمام ترقی کا راز اِتحاد اور اتفاق تھا۔ افسوس ہے کہ اب ہم میں اتحاد اور اتفاق

نہیں ہے، اور بلکر کام کرنے کی عادت جاتی رہی ہے، اور ذاتی اغراض کو قومی اغراض پر مقدم سمجھتے ہیں، اور جو فرائض قومی اُن پر ہیں اُن کے ادا کرنیکا خیال نہیں ہے، اور جب تک ہم بلکر کام نکرینگے، اور اپنی قوتوں کو ایک مرکز پر جمع نہونے دینگے، تب تک کسی مجلس سے ہمکو فائدہ پہونچیگا، نہ کسی کانفرنس سے کچھ نتیجہ نکلیگا۔

حضرات! کانفرنس کے ابتک کامیاب نہونے کا اصل سبب یہ ہے جو میں نے بیان کیا۔ رہی قوم کی حالت۔ اُسمیں بھی کسی قسم کی ترقی نظر نہیں آتی، نہ اُن کی صلاح و فلاح کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ روز بروز اُن کا افلاس و ادبار بڑھتا جاتا ہے، اور اُن کی قوتیں دن بدن منتشر اور ضائع ہوتی جاتی ہیں۔ اِسکا سبب کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ اِسلئے کہ قوموں کی صلاح و فلاح دو فرقوں پر منحصر ہے۔ اوّل عُلما، دوسرے اُمرا۔ مگر علما اپنے اصلی فرائض کا خیال نہیں رکھتے، اور زمانے کی رفتار اور زمانے کی ضرورتوں کو نہیں دیکھتے، اور جو مختلف بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، اُن کی تشخیص نہیں کرتے، اور اُن کا علاج تجویز نہیں کرتے، وہ قوم کی ہدایت کو صرف چند خاص باتوں میں جسکو سب جانتے ہیں، محدود رکھتے ہیں۔ اور اُمرا قوم کی مطلق بے پرواہیں، وہ اپنی ذمہ داریوں کا کچھ خیال نہیں کرتے، اپنی دولت و ثروت کو جو خدا کی ایک امانت ہے، اُسے اُن کاموں میں صرف نہیں کرتے جسکے لئے وہ دیگئی ہے۔ اگر آپ نظر اُٹھاکر اِن دونوں فرقوں کو جن سے قوم کی ترقی اور بہبودی کی اُمید ہے، دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اِن دونوں فرقوں کی بے پروائی اور بیخبری نے قوم کی یہ حالت کر رکھی ہے۔

علما کو لیجئے۔ کہ وہ قوم کے پیشوا اور اُمت کے رہبر سمجھے جاتے ہیں، اور تمام مسلمانوں کی دینی اور دُنیوی بہبودی اُن پر منحصر ہے۔ یہی وہ فرقہ ہے، جو ہماری رہنمائی کے لئے دُنیا میں پیدا ہوا، اور یہی وہ فرقہ ہے کہ ایک زمانے میں اُسکی ہدایت سے ہماری قوم سب سے بہتر تھی، اور اُنھیں کی تعلیم اور ہدایت سے ہم خیر الاُمم سمجھے جاتے تھے، اُنھیں کا خطاب ورثۃ الانبیا تھا، قوم اور اُمت کا ہر زمانے کی حالت کے مطابق سیدھی راہ پر چلانا اُنکا کام تھا، اور جب تک وہ

اپنے درجے اور منصب اور فرض کو سمجھتے رہے، تب تک وہ اپنے کام کو اچھی طرح سے کرتے رہے۔ اور اُسیوقت تک وہ اِس مقدّس نام کے مستحق رہے۔ مگر رفتہ رفتہ وہ اپنے اصلی فرائض کو بھولتے گئے، اور رسموں کے پابند ہو گئے۔ اُنکا پہلا فرض تھا اجتہاد۔ دوسرا زمانے کی حالت کے مطابق ہدایت اور نصیحت کرنا۔ مگر افسوس ہے کہ وہ اپنے یہ دونوں فرض بھول گئے، اجتہاد چھوڑ دیا، زمانے کی حالت اور قوم کی ضرورتوں کے اور اُسکے موافق ہدایت کرنے سے غافل ہو گئے، اور قوم کو راہِ راست پر چلانے کے بدلے اُسے غلط رستہ بتانے لگے۔

حضرات! علما قوم کے طبیب تھے، اور جسطرح طبیب کا کام ہے مرض کا تشخیص کرنا اور ہر مرض کے مطابق، اور ہر موسم اور ہر حالت کے مناسب دوا تجویز کرنا، مگر اُنھوں نے اُسکا خیال نہ رکھا، اور ایک ہی دوا سے سب بیماریوں کا علاج کرنے لگے۔ کیا خوب کہا ہے ہمارے زمانے کے ایک امام نے کہ "ائمہ مجتہدین کو آیندہ قوموں اور نسلوں کے لیے، جنکو مختلف وقتوں، اور مختلف موقعوں میں مختلف واقعات اور حالات پیش آئیں، مشعلِ راہ اور ذریعۂ ہدایت ہونا چاہیئے۔ اور ہر مرض کی جو قوم میں پیدا ہو، اُسکے مزاج اور حالت کے موافق دوا اُن کو تجویز کرنی لازم ہے۔ مگر اُن کا کیا حال ہے؟ اجتہاد تو کرتے نہیں، زمانے کی حالت اور قوم کی ضرورتوں کو دیکھتے نہیں، بیماریوں کی تشخیص کرتے نہیں، ہر بیماری کی دوا جُدا جُدا تجویز کرتے نہیں، اُنھیں تو ایک ہی نسخہ یاد ہے جو اپنے بزرگوں سے سُنا تھا، اور اُسی سے سب کا علاج کرتے ہیں، اور قوم کو ہلاک کرتے ہیں"۔

"افسوس ہے کہ وہ نہیں جانتے، یا نہیں مانتے۔ کہ خدا کی وحی اور شریعت کا نزول اور اماموں کا اجتہاد قوموں کی مصلحتوں، اور اُن کے تمدّن کے قائم کرنے، اور اُن میں علمی اور تمدّنی رُوح پیدا کرنے کیواسطے ہے۔ اور شارع اور مجتہد دونوں کا مقصد یہ ہے کہ قوم

کی گردن سے اوہام اور تقلید کے طوق اور سلاسل اُتار ڈالے جائیں، تعصّبات اور پابندیِ رسوم کی زنجیروں سے وہ آزاد کئے جائیں۔ مگر موجودہ حالت اِسکے بالکل برخلاف ہے۔ ہمارے علما دیکھتے ہیں کہ عزّت و دولت آہستہ آہستہ ہمارے ہاتھوں سے نکل رہی ہے، اور ذلّت و ادبار کے تاریک غار میں ہم گر رہے ہیں۔ مگر وہ ہمکو اُس سے نہیں نکالتے، بلکہ ہم اگر نکلنا چاہتے ہیں تو ہمکو نکلنے نہیں دیتے۔ وہ ہماری دینی اور دنیوی دونوں کی بہبودی کے ذمّہ دار ہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنا فرض صرف نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کے معمولی مسائل بیان کر دینے پر محدود کر رکھا ہے، اور اُن کی طبیعتیں چند بوسیدہ کتابوں کی ورق گردانی پر قانع ہو رہی ہیں، اور وہ فرض جو اِس زمانے میں تمام فرائض پر مقدّم ہے اُسے وہ بھول گئے ہیں۔ بلکہ مُصیبت یہ ہے کہ اُسکو فرض ہی نہیں سمجھتے، اور اُسے اپنی شان اور درجے اور اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی عالم سے کہا جائے کہ اِس زمانے میں جبکہ مسلمان مفلس اور تباہ ہو رہے ہیں، اور علوم و فنون اور صنعت و حرفت سے ناواقف ہیں۔ اُن کو علوم و فنونِ جدیدہ اور سائنس کی تعلیم کی ہدایت کیجئے، اور صنعت و حرفت سیکھنے کی ترغیب دیجئے۔ تو وہ یہ کہکر کہ سائنس اسلام کے مخالف ہے، اور صنعت و حرفت دُنیا داروں کا کام ہے، ہماری بات کو نہایت نفرت سے سُنینگے، اور "اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ" کہکر مسلمانوں کو اُس سے اور نفرت دلائینگے۔ حالانکہ یہ باتیں اور اِس قسم کی ہدایت اور نصیحت اِس زمانے میں اُن پر فرضِ کفایہ ہے۔ اور اُسکے ادا نہ کرنے سے وہ خود گنہگار ہو رہے ہیں، اور ساری قوم کو عذاب میں مُبتلا کر رہے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ بوجہ ناواقفیت علوم اور نہ جاننے صنعت و حرفت کے وہ دُنیا کی اور قوموں کے مقابلے میں ذلیل و خوار ہیں۔ مگر وہ ہرگز اِسکی ہدایت نکرینگے، اور نہ بجز نمازِ جنازہ، اور دفنِ میّت، اور جوابِ سلام وغیرہ کے اِن باتوں کو فرضِ کفایہ سمجھینگے۔ ہمارے زمانے کے ایک مصری عالم نے اِس افسوسناک

حالت کو دیکھکر نہایت رنج وغم سے یہ لکھا ہے کہ "اِنھیں علما کا فرض کفایہ سے ناواقف ہونا اصلی سبب اسکا ہے کہ ساری قوم صنعت وحرفت کے فوائد سے محروم ہوگئی ہے، اور یقیناً یہ ایسے فروضِ کفایہ ہیں، جنکی وجہ سے تمام قوم عذاب میں مبتلا ہے، اور اُسوقت تک مبتلا رہیگی جبتک علما میں سے ایک جماعت ایسی نہ پیدا ہو کہ وہ اِسکی تعلیم دے، اور قوم میں ایک فرقہ ایسا نہ پیدا ہو جائے کہ وہ اِن تمام ضروری باتوں کو انجام دے" وہ عالم صاف صاف لکھتا ہے کہ "جب تک ہم ایک سُوئی یا ایک پیچک، ٹوپی یا جوتا ایک معمار یا انجنیر کے لئے دوسرے مُلک کے محتاج اور دست نگر ہیں، اُسوقت تک تمام قوم گنہگار ہے۔ اُسکے لئے دو عذاب لازمی ہیں، ایک تو دُنیا میں حاجتمندی اور جہالت، اور فقر وفاقہ۔ اور دوسرا آخرت کا عذاب، وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۔

اِسی کی تائید میں وہ عالم لکھتا ہے کہ "اِسوقت جو شخص مسلمانوں میں کسی صنعت کے زندہ کرنے، یا آلہ کے ایجاد کرنے، یا کوئی کمیٹی قائم کرنے، یا کوئی صنعتی مدرسہ جاری کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیگا تو شریعت کے حکم کے مطابق اس نیک کام کا، اور قیامت تک اِسپر عمل کرنیوالوں کا اُسکو اجر ملیگا، اور یہ شخص قوم میں اعلےٰ درجے کا مُصلح اور مجدّد ہوگا اور قوم کے لئے نہایت افسوسناک امر ہے، اگر وہ صنائع کیطرف سے غافل رہے، اور قوم کے علما کے لئے افسوس کی بات ہے، اگر وہ اعلان نکردیں کہ یہ ایک مذہبی فرض ہے" اِسے لکھکر وہ عالم صاف صاف کہتا ہے کہ "مغربی علوم میں جو قرآن مجید کے سمجھنے کا ذریعہ ہیں اور اسلامی علوم میں کچھ فرق نہیں ہے، کیونکہ وہ بقاے زندگی کا ذریعہ ہے، اور یہ رُوحانی زندگی رکھنے کا وسیلہ ہے، بغیر اِن دونوں کے اِسلام اور ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی" اور آخر میں وہ تمام علما سے متوجہ ہوکر التجا کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ "وہ فروضِ کفایہ کیطرف پُوری توجہ کریں، اور یہ بات لوگوں تک پہونچادیں کہ فنون

اور صنائع کا زندہ کرنا، اور اُن علوم و فنون کا حاصل کرنا جن پر اسوقت تمام صنعتوں کا دارومدار ہے، نہایت ثواب کا کام، اور اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ کیونکہ اسی صورت میں وہ ایسے فرض کے ادا کرنے میں مشغول ہونگے، جو تمام قوم پر واجب ہے، اور اپنے بھائیوں کو گناہ سے بچا دینگے۔

حضرات! کتنے ایسے عالم اسوقت ہم میں ہیں، جو ان باتوں کو سُنکر غصّے میں نہ آوینگے، اور ان باتوں کو نیچریانہ کلام سمجھکر اُس سے متنفر نہ ہونگے۔ اور یہ سُنکر کہ صنعت و حرفت کا سکھانا، اور اُسکی ہدایت کرنا اصل عبادت ہے، کہنے والے کو نیچری اور کافر نہ کہینگے۔ جبکہ ہادیانِ طریقت کا یہ حال ہو، اور وہ خود سیدھی راہ سے بہکے ہوئے ہوں تو قوم اور اُمت کیونکر منزلِ مقصود پر پہونچ سکتی ہے، اور کیونکر ایسے علماء سے اُمید اصلاح کی کیجا سکتی ہے۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ ہماری یہ انجمن جس غرض سے قائم ہوئی ہے، اُسکے رکنِ رکین علما ہوتے، اور جو کام ہم جاہلوں نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے، وہ اپنے ہاتھ میں لیتے۔ اور اس تعلیمی مجلس کے اصلی مقاصد، اور اغراض کے حاصل کرنے کے لئے وہ قوم کے سامنے آتے۔ اور اس زمانے کے علوم و فنون کے سیکھنے کا وعظ کہتے، اور صنعت و حرفت اور اُسکے وسائل اور آلات مہیا کرنیکے لئے خطبوں میں مسلمانوں کو نصیحت کرتے، تو آج قوم کی حالت دوسری ہوتی۔ مگر قوم کی بدنصیبی سے وُہی اسکے مخالف ہیں، اور بجائے مدد کرنے کے بڑے مُزاحم اسکے وُہی ہیں۔۔ افسوس ہے، اور ہزار افسوس ہے کہ اسلام میں کیسی تبدیلی ہوگئی ہے، اور علما کی حالت کسقدر بدل گئی ہے کہ ثواب کو عذاب اور عذاب کو ثواب بتا رہے ہیں۔ اور وہ مجلس جس سے قوم کی دینی اور دُنیوی حالت دُرست ہو، اُسپر کفر کے فتوے صادر کرکے اپنے آپ کو فرض کا ادا کرنیوالا سمجھتے ہیں۔

اگر علما ہماری مجلسوں میں شریک بھی نہوتے، اور اپنے وعظ و تلقین میں مشغول رہتے، تاہم اُن کو بقول ہمارے زمانے کے ایک عالم کے یہ چاہیے تھا کہ جہاں کہیں وہ وعظ فرماتے

قومی مصلحت کو پیش نظر رکھتے، جمعہ کے خطبوں میں جنمیں مہینوں کے فضائل اور گذشتہ زمانے کے واقعات بیان کرتے ہیں، موقوف کرتے، اور بجاے اُن کے فصیح وسلیس زبان کے خطبے جو غیر مستعمل اور وحشی الفاظ سے پاک، اور تشبیہوں اور استعاروں سے خالی ہوتے، اور جنکو حاضرین آسانی سے سمجھ سکتے، بیان کرتے۔ تاکہ سننے والوں کو فائدہ پہونچیا۔ اِس افسوسناک حالت کو دیکھکر ہمارے زمانے کا ایک عالم لکھتا ہے کہ "علما کے لئے ضرور ہے کہ وہ اپنے وعظوں اور خطبوں اور لکچروں اور مناظروں اور مباحثوں میں مسلمانوں کے روحانی امراض اور تمدنی بیماریوں کی تنقیح کریں، اور غلط اعتقادات اور باطل اوہام کو بیان کریں، اور مدلل طور پر اُن کی تردید فرماویں۔ لوگوں کے سامنے توحید، توکل، زہد، اور تواضع اور کفایت شعاری کی حقیقت بیان کریں۔ اُن کو اِس بات کی تعلیم دیں کہ جسطرح شرعی احکام کی پیروی کرنا اُخروی سعادت کا ذریعہ ہے۔ اُسی طرح سنن عالم اور نوامیس کون یعنی لاآف نیچر کی رعایت کرنا، اور ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنا دُنیوی صلاح و فلاح کا موجب ہے، اور دُنیوی اور اُخروی سعادت اور بہبودی بغیر اُن دونوں ذریعوں کے حاصل ہونا ناممکن ہے، اور یہ کہ سُستی اور کاہلی، ذلت اور گمنامی، اِسراف اور تخیلات، عفو اور شفاعت، پر بھروسہ کرکے کام کرنے سے کوتاہی کرنا، اور ماسوا اللہ سے مدد مانگنا یہ تمام باتیں بدبختی اور بدنصیبی کے اسباب ہیں۔ اِسکے علاوہ وہ مفید تصنیفات و تالیفات کیطرف متوجہ ہوں، اور ریاضیات اور طبعیات کے پڑھنے کی لوگوں کو ترغیب دیں، جو اُن کے لئے نہایت ضروری ہیں، اور جن کے بغیر دین و دُنیا کی حفاظت نہیں ہوسکتی۔

حضرات! اگر اس سے بھی قطع نظر کیجائے کہ علوم و فنونِ جدیدہ کی سیکھنے کی ترغیب دینا، اور صنعت و حرفت کے جاری کرنے کی ہدایت کرنا اُن پر فرض نہیں ہے، مگر جن فرائض کو وہ تسلیم کرتے ہیں، اور جسکو فرضِ کفایہ جانتے ہیں، اُسپر نظر کیجئے کہ اُسکو ہمارے علما کِسطرح اور کہاں تک انجام دیتے ہیں۔ اسلام کی دعوت، اور اسلام کی اشاعت،

اور اسلام کی حفاظت کو تو وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں - مگر اِس فرض کے ادا کرنے والے کتنے عالم ہیں، کون اُن میں ایسا ہی، جو اپنی مسجد اور خانقاہ سے نکلکر چین اور افریقہ گیا ہو، اور پادریوں کیطرح اپنے مذہب کی اشاعت میں زحمتیں اور صعوبتیں اُٹھائی ہوں - دُور دراز مُلکوں کے جانیکا تو کیا ذکر ہے، اِسی ہندوستان کے بہت سے حصّے ایسے ہیں کہ جہاں لاکھوں مسلمان آباد ہیں - مگر وہ اسلام کے نام کے سوا کچھ نہیں جانتے، مُشرکانہ عقائد، مشرکانہ رسمیں، مُشرکانہ طریقے، اُن میں جاری ہیں، اور بُت پرستوں میں اور اُن میں کچھ فرق نہیں ہے مگر کتنے عالم ہیں جو اُن مقامات پر جاتے ہوں، اور اُن نام کے مسلمانوں کو اِسلام کے عقائد اور دین کے فرائض سکھاتے ہوں - اِسکو بھی جانے دیجئے، وہ عالم جو نہایت دردسے اور نہایت غُصّے سے انگریزی تعلیم کو مذہب کے مخالف سمجھتے، اور تعلیم یافتوں کو لامذہب کہتے ہیں - وہ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھکر ایسے نوجوان تعلیم یافتوں کے مسلمان رکھنے کی کیا فکر کرتے، اور اُسکے لئے کیا کوشش فرماتے ہیں - اِس زمانے میں جو حملے اسلام پر غیر مذہب والے کرتے ہیں، اور جو اعتراضات اسلام پر کئے جاتے ہیں، یا جو شُبہات علوم جدیدہ کے تحصیل کرنیوالوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں، اُن کے دفع کرنیوالے کتنے عالم ہیں، اور اب تک اُسکے دفع کرنے کی کیا تدبیریں اُنھوں نے کی ہیں - یہ تو فرض ایسا ہے کہ ہر عالم اپنے ذمّہ اسکو تسلیم کریگا، مگر اُسکے ادا کرنے سے وہ عاجز اور قاصر ہیں - اسکے لئے ضرور ہے کہ وہ خود یورپ کی زبانوں سے واقف ہوں، انگریزی فرنچ اور جرمن زبان سیکھیں، اور اُن کے علوم وفنون سے واقفیت حاصل کریں، جو روز بروز ترقی کرتی جاتی ہیں، اور جنکی اشاعت کو کوئی اب روک نہیں سکتا۔ اور جنکا سیکھنا مسلمانوں کے لئے دُنیوی اور تمدّنی ضرورتوں کے لحاظ سے لازمی ہے۔

ہمارے مقدّس علما کو اُن علوم کے سیکھنے والوں پر الزام دینا، اور اُن علوم کے مدارس کے جاری کرنے کو کُفر وبدعت بتانا تو خوب آتا ہے، مگر وہ شکوک اور شُبہات جو اِن

علوم کے سیکھنے سے نوجوان مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں، اُن کے دُور کرنے پر کچھ توجہ نہیں ہوتی - اکثر نوجوان تعلیم یافتہ ایسے ہیں، جنکو ریاضیات، طبعیات، فلسفہ، اور تاریخ اور دیگر علوم وفنون موجودہ کے پڑھنے سے اسلامی عقائد میں شُبہات پیدا ہو گئے ہیں اور وہ اپنے شُبہات پر خود افسوس کرتے۔ اور پیچتاب کھاتے، اور اُسکے دُور کرنے کیلئے علما کو دیکھتے ہیں، مگر جبکہ علماے دین نے خود اِن شُبہات کو سمجھا ہی نہیں، اور اُن علوم کو سیکھا ہی نہیں، تو وہ کیونکر اُن کو رفع کر سکتے، اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دلوں میں اِسلام کی حقیّت کیونکر بٹھا سکتے ہیں - ہمارے علما کی مُنتہا کے سعی یہ ہے کہ اِن علوم کی تحصیل کو روکیں، اور اُن کے پڑھنے سے بچّوں کو منع کریں، مگر کیا اُن کے روکنے اور منع کرنے سے اب یہ سیلاب رُک سکتا ہے، اور یہ مفید اور ضروری علوم سے روکنا خود مسلمانوں کے لئے مفید ہے - یہ ممکن نہیں جب وہ اِن علوم کو روک نہیں سکے، تو بغیر اسکے کہ اُن کو سمجھیں، خود اُن علوم کی تکذیب کرتے، اور یہ فرما کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں کہ "اِن کے موجب کفار ہیں، اسلئے ہرگز قابل لحاظ کے نہیں ہیں"۔ ایک مصری عالم نے خوب کہا ہے کہ "ایسے علما کی مثال اُس قاضی کی مانند ہے، جسنے ایک خاص قسم کی شراب پینا اپنے لئے جائز قرار دیا تھا، اس دلیل سے کہ جس شخص نے یہ شراب خریدی ہے، وہ روایت کرتا ہے بیچنے والے سے، اور بیچنے والا روایت کرتا ہے، اُس کے بنانے والوں سے، اور اِس سلسلے کے تمام راوی کفّار ہیں، جنکی روایت ہرگز قبول نہیں کیجا سکتی"

مگر صاحبو! اب خیال کیجئے کہ علما کا اِن شُبہات کے جواب میں تعلیم یافتوں سے یہ کہنا کہ ایسی باتیں کُفر ہیں، اور جو کچھ علماے دین نے فرمایا ہے وہ برحق ہے، اور فلاسفہ جو کفار ہیں وہ جھوٹے ہیں، کیا نوجوانوں کے دلوں سے ایسے شُبہات کو دُور کر سکتا ہے، اور کیا اُن باتوں کو جنکے سچ اور برحق ہونے میں اُن کو کسی قسم کا شُبہہ باقی نہیں رہا، وہ علما کے فرما دینے سے جھوٹا سمجھ سکتے ہیں -

یہ حالت اب اِس درجے پر پہونچ گئی ہے، کہ خود علما اسکو محسوس کرنے لگے ہیں، اور ہمکو نہایت خوشی ہوئی تھی کہ اِسی مصیبت کے دُور کرنے کیلئے علمانے اپنی ایک خاص مجلس قائم کی تھی، اور ہم نے نہایت خوشی سے دیکھا تھا کہ ہمارے روحانی طبیب اِس مرض کی دوا کرنے کے لئے آمادہ ہوئے ہیں، اور اُنھوں نے ایک سیدھا رستہ اختیار کیا ہے، اسی خیال سے ہم نے اُس مجلس کا خیر مقدم کیا تھا، اور بڑی بڑی اُمیدیں قائم کی تھیں، مگر افسوس ہے کہ ہماری کانفرنس کی طرح اُس مقدس گروہ نے بھی صرف تقریروں اور وعظوں پر اپنی ساری کوششوں کو محدود رکھا، اور عملاً کچھ نکیا۔ بلکہ ہماری مجلس کچھ نہ کچھ ترقی کر رہی ہے، اُس سے دلچسپی لینے والے روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، مگر وہ مبارک مجلس علما کی دن بدن کم ہوتی جاتی اور خود علما اُس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اُسکی طبعی موت کے آثار نظر آنے لگے تھے، مگر اب اُس میں نئی رُوح پیدا ہونیکے کچھ آثار معلوم ہوتے ہیں، اور ایک دانشمند طبیب نے اُسکو اپنے ہاتھ میں لیا ہے، خدا اُس کی کوششوں کو برکت، اور علما کو پھر اُس مجلس کے اصلی مقاصد کے پُورا کرنے کی توفیق دے۔

حضرات! یہ ناانصافی ہوگی، اگر سارا الزام صرف علما کو دیا جائے، یا اُن سب علما کو موردِ الزام بنایا جائے۔ اِس مقدس گروہ میں خدا کی مہربانی سے اب بھی بعض نہایت سمجھدار، اور دانشمند، اور زمانے کی حالت سے واقف موجود ہیں، اور وہ اِس مصیبت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور اُس کے دُور کرنے کے لئے وہ بیتاب اور بیچین ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ قوم اپنے ایسے روحانی طبیبوں کیطرف رجوع نہیں کرتی، اور اُن کو مدد نہیں دیتی۔ یہ کہدینا تو آسان ہے کہ پادریوں کیطرح ہمارے عالم چین اور افریقہ کو کیوں نہیں جاتے، اور خود ہندوستان کے مختلف حصّوں میں اسلام کی اشاعت اور حفاظت کیوں نہیں کرتے، مگر وہ آخر انسان ہیں، کھانے پینے کے محتاج ہیں، اہل وعیال رکھتے ہیں، قوم نے کب اُن کو فکرِ معاش سے فارغ کردیا ہے، کہ وہ ایثار علی النفس کریں، اور اِن فرائض کے ادا کرنے پر متوجہ ہوں۔

پادریوں کی حالت کو دیکھئے، کہ سو برس سے زیادہ عرصہ ہوا کہ امریکہ اور یورپ میں خاص دین عیسوی کی اشاعت کے لئے مجلسیں قائم ہوئی ہیں، اور پادریوں کے گروہ قائم کرنے، اور اُن کو فکر معاش سے سبکدوش کرنیکے لئے ساری قوم یورپ اور امریکہ کی متوجہ ہے، اور کروڑوں روپیہ صرف اِس فنڈ میں جمع ہوتا ہے، اور نہایت نظم و ترتیب سے یہ کام کیا جاتا ہے، ہزاروں پادری اُسی فنڈ سے تنخواہ پاتے ہیں، اور لاکھوں روپیہ انجیل کے ترجموں، اور اُسکی اشاعت میں صرف کئے جاتے ہیں، اور اِسیوجہ سے ایک بڑا گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے، جسکو سوائے اپنے دین کی اشاعت کے دوسرا کام نہیں ہے - مگر ہماری قوم کی حالت کیا ہے؟ اُس دین کی طرف سے جسپر مال کی تو کیا حقیقت ہے، جان دینے کے لئے بھی اپنے آپ کو آمادہ کہتے ہیں، بالکل غافل ہیں، اور سوائے زبانی جوش ظاہر کرنے کے اُسکے لئے کچھ نہیں کرتے - آج اگر ایک زبردست مجلس خاص علما کو فکرِ معاش سے فارغ کرنے، اور دین کی اشاعت کے لیئے قائم ہو، اور اُسکی مختلف شاخیں تمام دُنیا کے مختلف حصوں میں قائم ہوں، اور اشاعت اور حفاظتِ دین کا نظم و ترتیب کے ساتھ سلسلہ قائم کیا جائے، تو ہزارہا علما ایسے موجود ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنے اس فرض کو اچھی طرح ادا کر سکیں - اور وہ بھی چین و افریقہ میں جاکر اپنے دین کو پھیلائیں - اور جسطرح علم و سائنس سے شُبہات پیدا ہونے کا علاج یورپ کے پادری کر رہے ہیں، یعنی مذہب کو علم سے تطبیق دیتے، اور نوجوان تعلیم یافتوں کو مذہب پر قائم رہنے کے لئے لکچر دیتے، اور وعظ کرتے، اور کتابیں تصنیف کرتے ہیں - ہمارے علما بھی کرنی لگیں بلکہ وہ کام جو پادریوں نے سو برس میں کیا ہے، ہمارے علما دس برس میں کر سکتے ہیں، کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جو اوہام اور خلافِ عقل باتوں سے پاک ہے، اور اُسکے اُصول نہایت سیدھے اور صاف اور سمجھ میں آنیوالے ہیں - اور جسکی تعلیم عقل اور علم کے مطابق ہے، اور جسکو معمولی سمجھ کا آدمی نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے، اور قبول کر سکتا ہے - مگر کہاں ہے مسلمانوں میں وہ سچا جوش جو عیسائیوں میں ہے، اور کہاں ہے وہ سچی ہمدردی مذہب کی جو یورپ کے لوگوں میں ہے

اور کہاں سے ہم میں وہ ذیعے اور طریقے علما کو اپنے فرائض ادا کرنیکے لئے تیار کرنے سکے جو عیسوی مذہب کے ماننے والوں میں ہیں۔ پس درحقیقت علما اُسقدر ملامت کے مستحق نہیں ہیں جس قدر کہ خود قوم ہے۔ کاش قوم بیدار ہو، اور اُس دین کے لئے جسپر جان فدا کرنے کی مدعی ہے وہ تدبیریں کرے جو یورپ والے کر رہے ہیں، ورنہ یہ ملامت بھی بے سود اور قابلِ افسوس ہے، قوم کی حالت اس سے نہیں سنبھل سکتی کہ ہم علما کو پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر ملامت کریں کہ وہ اپنا فرض ادا نہیں کرتے، اور علما اپنی مسجدوں اور خانقاہوں میں بیٹھکر ہم پر کفر کے فتوے جاری کریں کہ یہ انگریزی کی تعلیم دیکر اپنے بچّوں کو نیچری اور لامذہب بناتے ہیں۔

اے قوم! اب کام کرنے کا وقت ہے، نہ کہ ایک دوسرے پر ملامت کرنے کا۔ آؤ اور باتیں بنانا چھوڑو، اور کچھ کام کرو، ورنہ ہم سب ایک ہی غار میں گرینگے، اور ہم میں سے کسی کا پتہ نہ چلیگا، اور ہم سب اُس روز جو آنیوالا ہے، اور جبکہ اپنے حقیقی مالک اور خالق کے سامنے ہمکو جواب دینا ہے، سب گنہگار ٹھیرینگے، اور سب پر عذاب کا حکم جاری ہوگا۔ اور دوزخ کی جلتی آگ میں گرائے جاوینگے، اور ہم پر رحم نکیا جائیگا۔

حضرات! علما کے بعد دوسرا فرقہ جس سے قوم کی ترقی اور بہبودی ہو سکتی ہے، اُمرا کا ہے، اُنکی حالت علما سے بھی بدتر ہے۔ جو دولت و ثروت خدا نے اُن کو دی ہے وہ اُن کے ذاتی عیش و عشرت، اور مُغنّی و مُطرب، اور ساقی و ندیم کے لئے وقف ہے۔ نہ اُس میں قوم کا کچھ حصّہ ہے، نہ کسی نیک کام میں صرف کرنا اُنکا فرض ہے۔ اِس گروہ کی جو کچھ حالت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے، اور افسوس اِسکا ہے کہ جب ہم دوسری قوموں کے اِس گروہ کو دیکھتے ہیں تو اپنی قوم کے اِس گروہ سے بہت ہی نمایاں فرق پاتے ہیں۔ ہندوستان کے ایک چھوٹے سے فرقے کی حالت پر نظر کیجئے، اور پارسیوں کو جنکی تعداد اسّی ہزار سے زیادہ نہیں ہے، دیکھئے، اُن میں جو امیر ہیں اُن کی کیا حالت ہے، اور وہ خدا کی اِس امانت کو کسطرح صرف کرتے ہیں۔ ذرا بمبئی کو تشریف لیجائیے

اُس معزز قوم کی حالت کو دیکھیے جس کسی بڑی عالیشان عمارت پر آپکی نظر پڑیگی، اُسکو دیکھکر یہ خیال ہوگا کہ کسی بڑے امیر کا عالیشان محل ہے، مگر دریافت کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ کوئی کالج ہے، یا کتب خانہ ہے، یا ہسپتال ہے، یا سنیٹوریم ہے، غرضکہ کوئی بڑی عمارت آپ نہ پاوینگے، جو کسی نیک غرض کے لئے، ملک کے فائدے کے لئے، اُس معزز قوم کے کسی ممبر نے نہ بنائی ہو۔

آپنے سُنا ہوگا کہ ایک پارسی ٹاٹا نے تیس لاکھ روپیہ اعلیٰ علوم کی تحقیقات کے لئے وقف کردیا۔ اور ابھی ایک دوسرے پارسی نے بیس لاکھ روپیہ پبلک کے کاموں کے لئے دیدیا۔ اِس قوم کے مردوں کو جانے دیجیے، عورتوں کا یہ حال ہے کہ وہ بھی اپنی دولت و ثروت کا بڑا حصّہ قوم کو نذر کرتی ہیں۔ کئی پارسی لیڈیاں ایسی ہیں، کہ اُنھوں نے اپنے خاوندوں کے مرنے پر آدھے سرمائے سے زیادہ کسی نیک کام میں دیدیا، اور کُتبخانہ یا مدرسہ یا شِفاخانہ عام فائدے کے لئے بنا دیا۔ کم کوئی خاندان پارسیوں کا ایسا ہوگا کہ جو اپنی دولت اور کمائی میں قوم کو حصّہ دار نہ سمجھتا ہو، یا غیر مفید کاموں میں رسموں کی پابندی کے لحاظ سے روپیہ صرف کرتا ہو۔ اور ایسی عمدہ خصلت کا جو پارسیوں کی قومی خصلت ہوگئی ہے، یہ نتیجہ ہے کہ بلحاظ تعلیم کے ۹۰ فیصدی اُن میں پڑھے لکھے ہیں، اور بلحاظ دولت کے ایک متنفس بھی مفلس اور فقیر نہیں ہے۔ اور بلحاظ اتفاق اور اِتّحاد کے سب ایک مشترکہ غرض کے لئے ساعی و کوشاں ہیں۔ اِسیوجہ سے گورنمنٹ میں اُن کی عزّت ہے۔ کوئی نائٹ ہے، کوئی سر ہے، کوئی ممبر پارلیمنٹ ہے، کوئی کونسل کا رکن ہے، ۔

آپنے سر فیروز شاہ مہتہ کا نام سُنا ہوگا، کہ صرف اپنی لیاقت اور قومی خدمت کیوجہ سے بمبئی کی تمام قوموں کا سردار اور پیشوا سمجھا جاتا ہے، اور ساری بمبئی اُسکے اشارہ پر چلتی ہے۔ اور تمام پارسی اُسکو اپنا پیشوا اور امام سمجھتے ہیں۔

پارسیوں کو جانے دیجیے، اُولوالعزم بنگالیوں کو دیکھیے کہ اُنھوں نے

علم اور تمدّن میں کیسی ترقی کی ہے، اور کیسی عالیشان اور مفید درسگاہیں بنا رہے ہیں، اور قومی جوش کیسا کچھ اُن کے سینوں میں موجزن ہے۔ یہ نہ خیال کیجئے کہ اُن کے خیالات صحیح ہیں، یا غلط، مگر اُن کی ہمت اور غیرت اور بلند حوصلگی کو دیکھیے کہ جس کام کو وہ قوم کیلئے مفید سمجھتے ہیں، دل و جان سے اُسکے کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اور جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اُسکو پورا کرکے چھوڑتے ہیں۔ یونیورسٹی کمیشن اور یونیورسٹی بل کو اُنھوں نے اپنی قومی اغراض کے موافق نہ دیکھا، تو ایک قومی یونیورسٹی قائم کرنیکا ارادہ کیا۔ اور چند آدمیوں نے تھوڑے دنوں میں ۳۰ لاکھ کے قریب جمع کرلیا۔ یہی حالت پونا کے مرہٹوں، اور مدراسیوں کی ہے کہ اُن میں اپنی قوم کی ترقی کا خیال ایسا پیدا ہوگیا ہے کہ قومی مقاصد کے مقابلے میں شخصی اغراض کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اور جو کوئی اُن میں سے قوم کی سچی خدمت کرتا ہے، اُسکو اپنا پیشوا و مخدوم سمجھتے، اور اُسکی ایسی عزت کرتے ہیں کہ کسی رئیس اور راجہ کی بھی نہ کرتے ہوں۔ آنریبل گوکھلے کو دیکھیے کہ بلحاظ دولت کے ایک غریب آدمی ہے، مگر لیاقت اور قوم کی خدمت نے اُسے تمام قوم کا سرتاج بنا رکھا ہے۔

اِن دُور دراز صُوبوں کو جانے دیجئے، اپنے ہی صُوبے کا حال دیکھیے کہ ہمارے معزز ہموطن ہندو بھائی اپنی دولت کیسے مفید کاموں میں صرف کر رہے ہیں، اور ترقی کے راز کو کیسا سمجھ گئے ہیں، چند مہینے کی بات ہے، کہ ہندو یونیورسٹی قائم کرنے کا ارادہ کیا، اور تین آدمیوں نے تین تین لاکھ روپے پیش کردیئے۔ غرضکہ سوائے مسلمانوں کے تمام قومیں جو اِسوقت ہندوستان میں آباد ہیں، ترقی کے نشے میں مست ہیں، پرانی رسمیں اور فضول عادتیں، اور مُسرفانہ معمارف چھوڑتے جاتے ہیں، اور قوم کی صلاح و فلاح کی مفید راہیں اختیار کرتے جاتے ہیں، اور باوجود اختلافِ عقائد، اور اختلافِ خیالات کے قومی ترقی کے خیال میں متحد اور متفق ہوتے جاتے ہیں۔

برخلاف اِن معزز اور ہونہار قوموں کے اب اپنی قوم کی حالت دیکھیے کہ باوجود

چہل سالہ کوشش مرحوم سرسیّد کے کوئی نمایاں ترقی مسلمانوں نے نہیں کی، اور نہ اُن کے خیالات میں کوئی مُفید تبدیلی پیدا ہوئی، نہ سوائے باتیں بنانے کے عملی کام کی طرف توجہ ہوئی۔ جو کچھ ترقی آپ علی گڈھ کالج میں دیکھتے ہیں، وہ نتیجہ ایسی سخت اور مسلسل اور مُستحکم کوششوں کا ہی کہ اگر قوم زندہ ہوتی، اور اپنے اسلاف کے کارناموں پر نظر کرتی، اور زمانے کی تیز رفتار کو دیکھتی، تو خدا جانے آج اُسکی ترقی کس درجے پر پہونچتی۔ مگر بجز اسکے کہ چند لڑکی یہاں جمع ہوگئی ہیں، اور کچھ انگریزی پڑھنے لگے ہیں، کیا ہوا ہے؟ اور وہ مقصد جو سرسیّد کو اس کالج کے قائم کرنے سے مقصود تھا، وہ کہاں تک حاصل ہوا؟ اور محمڈن یونیورسٹی جسکا نام سُنکر مسلمانوں کو وجد آتا ہے، اور جسکے قائم کرنے کے لئے ۳۰ برس سے کوششیں ہو رہی ہیں، اور ہر کانفرنس کے اجلاس میں اُسکے لئے بڑا جوش ظاہر کیا جارہا ہے، مگر ہنوز روزِ اوّل ہے۔ نہ اِس بات کا ہمکو خیال ہے کہ ہماری تحریکوں اور تجویزوں کی کوئی عملی صورت ظاہر نہیں ہوتی، اور دُنیا ہم پر ہنستی ہے، نہ ہماری غیرت کا خون جوش میں آتا ہے، کہ جو تجویز ہمارے بزرگ لیڈر نے سوچی تھی، اُسپر دوسری قوموں نے عمل شروع کردیا ہے، اور ہم ابتک باتیں بنا رہے ہیں۔

غرضکہ حضرات! یہ داستانِ غم کہانتک بیان کیجائے، اور اِس دردِ دل کا کہانتک اظہار کیا جائے، مرحوم سرسیّد اسی غم میں مرگئے، اور ہم لوگ بھی یہی غم کی کہانی کہتے کہتے مرجاوینگے، اور حسرت وافسوس قبر میں اپنے ساتھ لیجاوینگے۔

مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ آج اسوقت جس جگہ میں یہ دردکا فسانہ کہہ رہا ہوں، شاید آپ میں سے کوئی اِس کالج کی ترقی دیکھکر میری تقریر کو مبالغے پر محمول کرے، اور چند عمارتیں جو اِس چند سال میں یہاں بنگئی ہیں، اُن کو میرے کلام کی تردید میں پیش کرے۔ مگر مجھے اُمید ہے کہ جو کوئی منصف مزاج اور دُور اندیش اور عاقبت بین سلمان غور سے دیکھیگا، تو اُسکو اِس خفیف ترقی سے کچھ تسلّی نہو گی، نہ اُسکو یہ غلط خیال پیدا ہوگا کہ قوم ترقی کررہی ہے، اور مسلمان متفقہ کوشش سے اپنی قومی عمارت کو پُورا کررہے ہیں۔ اِسی کالج کو

دیکھئے، اور اِسی کی عمارتوں، اور دیگر حالتوں پر غور کیجئے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ابھی یہ چھوٹا کام بھی پُورا نہیں ہوا۔ اور بلحاظ مسلمانوں کی ضرورت کے ابھی ہزار میں ایک ضرورت بھی پوری نہیں ہوئی۔ اِسی کالج کے چاروں طرف نظر کیجئے، تو آپکو اگر ایکطرف چند عمارتیں تیار اور مکمل نظر آوینگی، تو دوسری طرف ویرانہ نظر پڑیگا، اور ایسے نیچے اور بوسیدہ کمرے دکھائی دینگے، جن سے غالباً بعض شہروں کی سرائیں زیادہ بہتر ہیں۔

پچھلے اگست کا ذکر ہے کہ ہمارے ہمدرد اور مربی ہز آنر سر جیمس لاٹوش نے ممتاز بورڈنگ کی بنیاد رکھتے وقت اپنی مہربانی سے کالج کی ترقی پر اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی تھی، اور یہ کہا تھا کہ "مسلمانوں کی حالت مجھے خوب معلوم ہے، اور میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ ترقی کرینگے" مگر میں نے ہز آنر کا شکریہ ادا کرتے وقت بکمال ادب عرض کیا تھا کہ بیشک آپ مسلمانوں کے حال سے واقف ہیں، مگر یہ واقفیت اضافی ہے، نہ حقیقی۔ آپ مسلمانوں کے اصلی حالات سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں، اور نہ واقف ہو سکتے ہیں۔ اِلّا اُس حالت میں، جبکہ آپ ایک مہینے کے لئے بھی کالج کے آنریری سکرٹری کا کام کریں۔ بدنصیب آنریری سکرٹری ہی کو اپنی قوم کی حالت معلوم ہے، اور اُسی کا دل جانتا ہے کہ قوم کی کیا حالت ہے، اور اُس سے آیندہ کیا اُمیدیں ہیں، قوم کو افلاس اور ادبار نے اِسقدر گھیر لیا ہے کہ اب اُسمیں ترقی کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی۔ کوئی روز نہیں ہوتا کہ سکرٹری کی پاس غریبوں اور بیواؤں اور مفلس مسلمانوں کے خط نہ آتے ہوں، اور جس میں تعلیم کی فیس کی معافی کی عاجزانہ درخواست نہ ہوتی ہو۔ اکثر بیواؤں کے ایسے دلخراش خط آتے ہیں، کہ اُن کو دیکھکر دل پاش پاش ہوتا ہے، اور آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہوتے ہیں، کسی کا یہ مضمون ہوتا ہے کہ میں شریف خاندان سے ہوں، میرے آباؤ اجداد شاہی منصبدار تھے، اور اب اسقدر استطاعت نہیں ہے کہ ایک روپیہ ماہوار فیس کا بھی ادا کر سکوں۔ برائے خدا فیس معاف کرکے میرے بچے کو اپنے مدرسے میں داخل کر لیجئے

کوئی مفلس اور نادار بیوہ لکھتی ہے کہ میرا ایک بیٹا ہے، جس کا نہ کوئی والی ہی، نہ وارث نہ اُسکے لئے کھانیکو روٹی، اور پہننے کو کپڑا ہے، نہ مدرسے کے ۸ رفیس ہی دینے کی طاقت ہی۔ اُسکو آپ بُلا لیجئے، اور اپنی خدمتگاری میں رکھئے، اپنے جوتے اُس سے صاف کرائیے، اور جو کام چاہیئے اُس سے لیجئے۔ مگر خدا کے لئے اُسکے پڑھنے کا بندوبست کر دیجئے۔

حضرات! کون سنگدل ایسا ہوگا، جو اِن خطوط کو پڑھکر آنسو کے دریا نہ بہائے اور کون ایسا شقی القلب ہوگا کہ یہ حالت دیکھکر اُسکا جگر پارہ پارہ نہو۔ یہ دردانگیز حالت قوم کی دیکھکر کالج نے ایک انجمن الفرض قائم کی ہے، اور وہ ہر سال اپنے کالج کے لڑکوں کو غریب طالب علموں کی مدد کرنے، اور اُن کو وظائف دینے کے لئے ہندوستان کے مختلف حصّوں میں بھیجتی ہے، اور نوجوان نیکدل لڑکے چھٹیوں میں اپنا آرام چھوڑکر بجائے وطن جانے، اور عزیزوں، آشناؤں سے ملنے کے کاسۂ گدائی ہاتھ میں لیکر دُور دراز مقامات میں جاتے ہیں، اور طرح طرح کی صعوبتیں اور تکلیفیں اُٹھاتے ہیں، اور بمشکل کچھ روپیہ جمع کرلاتے ہیں، مگر بجائے اسکے کہ ایسے سعید اور ہونہار اور ہمدرد اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کی قدر کیجائے، اور جہاں وہ جاویں، اُن کی پاک غرض کو، اور اُن کے نیک کام پر خیال کرکے لوگ اُن کی عزت اور مدد کریں، اُن سے نفرت کی جاتی ہے، اور وہ بھیک مانگنے والے سمجھے جاتے ہیں، اور اُن سے قوم اُسیطرح پیش آتی ہے، جسطرح کسی ادنےٰ درجے کے بھیک مانگنے والے سے لوگ پیش آتے ہیں۔

حضرات! کیا آپ اسے بیدردی اور بیرحمی اور ظلم اور ناانصافی نہ کہینگے کہ ایک طرف تو ہمپر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ غریبوں کی تعلیم کی کچھ فکر نہیں ہے، علیگڈھ کالج صرف امیروں کے لئے بنایا گیا ہے، اور دوسری طرف چندہ مانگنے پر اعتراض کیا جاتا ہے اور لڑکے جو ڈپوٹیشن میں بھیجے جاتے ہیں، اُسپر بھیک مانگنے، اور گداگری سکھانیکی طعنے

کئے جاتے ہیں۔ ہم نے بارہا اس بات کو پبلک کے سامنے پیش کیا اور اپنی تقریروں اور تحریروں اور رپورٹوں میں دکھایا کہ اس کالج سے بڑھکر کوئی ایسا اور کالج نہو گا جو غریب مسلمانوں کی اُسکی برابر مدد کرتا ہو۔ سو اسّو لڑکوں کے قریب کالج کے طالب علم ایسے ہیں کہ جنکو درحقیقت مفت تعلیم دیجاتی ہے۔ اور جنپر تخمیناً دو ہزار روپیہ مہینہ کالج صرف کرتا ہے، مگر اس بیخبری اور بیدردی کو دیکھئے کہ ایسی نمایاں فیاضی اور بے نظیر امداد سے چشم پوشی کیجاے اور اُسکا نہ اظہار کیا جاے نہ شکر، اور اعتراض ہو تو چندہ مانگنے اور لڑکوں کو گداگری سکھانیکا۔ اگر قوم سے چندہ نہ لیا جاے اور قوم کے بزرگ جب خود کالج کی مدد کے لئے تکلیف نہ کریں، اور مالی امداد حاصل کرنے اور چندہ مانگنے کیلئے گھر سے قدم باہر نہ نکالیں، تو آخر منتظمانِ کالج کسطرح کالج کو چلائیں، کیسے اُسکو ترقی دیں، کیونکر اُسکی معمولی ضروریات بھی پوری کریں۔ اور کہاں سے لائیں جو غریبوں کو بغیر فیس لینے کے تعلیم دیں، اور اُن کی تعلیم کا سارا خرچ اپنے ذمہ لیں۔ کالج میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے جسمیں روپے پھلتے ہوں، کالج کے سکرٹری کو کیمیا کا نسخہ معلوم نہیں، پرنسپل کو دست غیب کا عمل یاد نہیں۔ پھر روپیہ آئے تو کہاں سے آئے۔

حضرات! جب دل میں درد نہیں ہوتا، اور محبت کی آگ سینے میں مشتعل نہیں ہوتی، تب ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں، اور ایسے ہی اعتراضات کئے جاتے ہیں، خود تو کچھ کرتے نہیں، اور جو کریں اُنپر طعنوں اور ملامتوں کے تیروں کا مینہہ برسایا جاتا ہے، مگر جنکو قوم کی حمیت اور عشق نے دیوانہ کر دیا ہے، وہ سب کچھ سُنتے ہیں اور اپنا کام کئے جاتے ہیں، اور طعنوں اور ملامتوں کو دُعاؤں سے بڑھکر سمجھتے ہیں ؎

چون محبّت شُعلہ در خرمن زند	شوقِ خاکستر شدن دامن زند
پاک سوزد ہمچو خس صبر و قرار	سخت تر از موت باشد اِنتظار
پایِ بیتابی چو بسمل می زنند	دست در دامانِ قاتل می زنند

علما اور اُمرا کے سوائے جو تیسرا گروہ متوسط درجے کا ہے، اُس میں اب بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جنکو درحقیقت سچّا درد قوم کا ہے، اور قوم کی پست حالت دیکھ رہے ہیں، اور قوم کی ترقی کا خیال بھی اُن کے دلوں میں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اُن کی ایسی حالت نہیں ہے کہ قوم کے لئے خود کچھ کر سکیں، اور علما یا امرا کی طرح اپنا اثر دوسروں پر ڈال سکیں۔ لیکن جو کچھ اسوقت قومی کام ہو رہے ہیں اُس میں بڑا حصّہ اسی فرقے کا ہے، مگر افسوس ہے کہ ہم لوگوں کی نظر اُن پر بہت کم پڑتی ہے، اور ہم خود ایسے فرقے میں اُن لوگوں کو نہیں ڈھونڈ ہتے، اور اُن کی قدر نہیں کرتے، اور اُن سے کام نہیں لیتے، جو ہماری بہت کچھ مدد کر سکتے اور بقدرِ طاقت کرتے ہیں۔ میں نے اپنے دورے میں ہندوستان کے مختلف حصّوں میں ایسے لوگ پائے جنکو میں خود نہ جانتا تھا، جنکے نام بھی نہ سُنے تھے، مگر اُن کو دیکھکر، اور اُن سے مِلکر مجھے نہایت افسوس بھی ہوا، اور خوشی بھی، ایسے لوگ مجھے ملے، جنکے دلوں میں قوم کی محبّت کی آگ مشتعل دیکھی، اور جنکو قابل اور لائق بھی پایا، مگر قوم اُن کو نہیں جانتی، اور ہم نے خود ابتک اُن کو نہیں پہچانا اُن میں بہت سے ایسے زندہ دل پائے جن سے اگر کام لیا جائے تو وہ بہت کچھ قوم کی خدمت کر سکتے ہیں، اور ہمارا اب بڑا فرض یہ ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو تلاش کریں، اور گمنامی کے گوشے میں اُنھیں پڑا نہ رہنے دیں، اُن کی قدر کریں، اور اُن سے کام لیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے جو یہ سمجھا جاتا ہے کہ قوم میں زندہ دل اور ہمدرد اور خدمت کرنیوالے اور قابلیت اور اہلیت رکھنے والے نہیں ہیں۔ ہمکو خود اپنے اوپر ملامت کرنا چاہیے کہ ہم رہنمائی اور رہبری کا دعویٰ کرتے ہیں، اور قوم کی خدمت کرنے کے مدّعی ہیں، مگر درحقیقت ہم خود کچھ نہیں کرتے۔ دُمدار ستاروں پر ہماری نظر پڑتی ہے، اور ہم اُن کو بہت تعجب سے دیکھتے ہیں، مگر وہ ہمارے ہاتھ نہیں آتے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم اُن چمکدار ذرّوں کو نہیں دیکھتے جو ہمارے اِسی یگستان میں موجود ہیں، اور جن پر ہمدردی

اور اسلامی محبت کی شعاعیں پڑ رہی ہیں۔

صاحبو! مجھے اپنی حالت پر خود نہایت افسوس آتا ہے، کہ میں خود ابتک غلط رستے پر چلا، اور چل رہا ہوں۔ علما اور اُمرا کیطرف ہمیشہ نظر کرتا ہوں۔ مگر اُن لوگوں کو جو اسلام پر فدا اور قوم پر فریفتہ ہیں تلاش نہیں کرتا، اور اُن سے خدمت نہیں لیتا، اور اب میری بڑی تمنا اور آرزو یہی ہے کہ اس متوسط الحال طبقے سے ایسے لوگ جو قوم کی خدمت کرنے کی اہلیت بھی رکھتے ہیں، اور شوق بھی، تلاش کئے جاویں، اور اُن سے کام لیا جائے۔ خدا کرے کہ میری یہ آرزو پوری ہو، اور ہماری کانفرنس میں ایسے لوگونکی قدر اور عزت کی جائے۔ اور اُن سے کام لیا جائے۔ اگر ایسا ہوا اور خدا نے چاہا تو ہوگا، اُسوقت ہم اپنی حالت میں دل خوش کن تغیر پا دینگے، اور ہر سال بجائے نالہ وشیون کرنے اور مرثیہ پڑھنے کے اُن کی خدمتوں کے عمدہ نتائج دکھا کر اپنے اوپر فخر کرینگے۔

حضرات! معاف کیجئے کہ میں نے بہت بڑا حصہ آپکے قیمتی وقت کا لیا، اور اپنی پریشان تقریر سے آپکی بہت کچھ سامعہ خراشی کی، مگر آپ تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیجئے کہ میں اُن تجویزوں کو بھی عرض کروں، جو میرے نزدیک اس کانفرنس کے اصلی مقاصد کے حاصل ہونے کے لئے اور قوم کی ترقی کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

اوّل یہ کہ کانفرنس کا ضیغہ ایک ایسے شخص کے سپرد کیا جائے، جو اِس کام کو برابر انجام دیتا رہے، اور اُس کے انجام دینے کی اہلیت اور قابلیت بھی رکھتا ہو۔ اور میں خوشی سے اظہار کرتا ہوں کہ یہ کام عملاً سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی نے میرے معزز اور قابل دوست صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کو سپرد کیا ہے، اور اُنھوں نے صرف قوم کی ہمدردی کے خیال سے اُسکو اپنے ذمہ قبول کیا ہے۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ آیندہ سال جب اِس کانفرنس کا سالانہ اجلاس ہوگا تو عملی کارروائی اور عملی نتائج آپ کے سامنے کچھ ظاہر کئے جا سکینگے۔ اور بجائے "ہنوز ہیچ نشد" کے "این شد و آن شد" کہکر

آپکا دل خوش کیا جاسکیگا۔

دوسرے یہ کہ جو پراونشل کمیٹیاں مختلف صوبوں میں قائم ہوئی ہیں، اُن سے تعلق پیدا کیا جائے، اور اُن کو مدد دیجائے، اور اُن کے دل سے یہ غلط خیال دُور کیا جائے کہ علی گڈھ کی کانفرنس کا مقصد اُن کے مقصد سے جُدا ہے، یا ہماری کانفرنس اُن کی کانفرنس نہیں ہے، یا اِس کانفرنس کو اُن پر افسری اور برتری کا دعویٰ یا خیال ہے۔ بلکہ یہ بات اُن کے ذہن نشین کر دینی چاہیئے کہ ہم سب کی غرض ایک ہے، اور ایک ہی غرض کے لئے ہم سب لوگ کوشش کر رہے ہیں۔ اور جب وہ لوگ دیکھینگے کہ ہم اُن کی کوششوں کو پسند کرتے ہیں اُسکی قدر کرتے ہیں، اُن کو مدد دیتے ہیں، تو یہ ناممکن ہے کہ وہ ہم سے علٰحدہ رہیں، اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جُدا بنانے پر قانع رہیں۔ یقیناً وہ بھی ہمکو مدد دینگے، وہ بھی ہمارے ساتھ ملکر کام کرینگے، اور بسبب اُس تجربے کے جو ہمکو حاصل ہے، وہ خود ہماری مدد چاہینگے، قوم کا درد اُن کے دل میں بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ ہمارے دل میں وہ بھی تعلیم کو قوم کی ترقی کے لئے ویسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ ہم، وہ بھی اُسکی اصلاح اُسیطرح چاہتے ہیں جیسا کہ ہم چاہتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ہم سے جُدا رہنا پسند کریں، اور ملکر کام نکریں۔ اگر ہم ایک انچہ اُن کی طرف بڑھینگے تو وہ ضرور ایک گز ہماری طرف پیشقدمی کرینگے۔ اتفاق اور اتحاد ایک غرض مشترکہ کے لئے پیدا ہونا مشکل نہیں ہے، صرف غلط خیالات کے دُور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ایک مرکز اور ایک سمت قائم کرنے کی حاجت ہے۔ کوئی مسلمان اب ایسا نہیں ہے، جو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اُن کی قوتیں منتشر ہو رہی ہیں، اور جبتک یہ قوتیں مجتمع نہ ہونگی، کبھی کوئی مقصد حاصل نہوگا۔ اور کوئی انجمن، کوئی مجلس، اور کوئی کانفرنس، جُدا جُدا رہکر اپنے مقصد میں کامیاب نہوگی۔ اسلئے ضرور ہے کہ ہم پیشقدمی کریں، اور ہم خود اِن منتشر قوتوں کے جمع کرنے کے لئے ضروری کوششیں عمل میں لاویں۔

تیسرے یہ کہ۔ کام کرنیوالوں کی ایک جماعت پیدا کی جائے، اور بجائے اِسکے کہ

ایک ہی شخص پر سارا بوجھ ڈالا جائے، یہ بارِ گراں تقسیم کردیا جائے، یہ کام تقریروں اور اسپیچوں سے نہیں ہوتا، بلکہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں سے ایسے لوگ منتخب کئے جاویں، اور اُن سے کام لیا جائے، اوّل اُن کے کام اور اُن کے فرائض مقرر کئے جاویں، اور پھر اُن میں ترتیب کہ کون سا زیادہ ضروری ہے، رکھی جائے، اور پھر وہ لوگ جو اپنی خوشی سے، اور اپنے شوق سے اُن فرائض کے ادا کرنے پر آمادہ ہوں، اُن کو اُس جماعت میں شریک کیا جائے، اور اُن سے کام لیا جائے - اور جو طریقے کام کرنیکے ہیں، وہ مقرر کئے جاویں -

میری رائے میں سب لوگ آزیری طور پہ کام کرنے کے لائق نہیں ہیں، بلکہ اکثر کام کرنیوالے بے اِستطاعتی کیوجہ سے کام کرنے سے معذور اور مجبور ہیں - اسلئے ضرور ہے کہ بعض کام کرنیوالوں کو مالی مدد دی جائے، اور اُن کے اِخراجات کا بندوبست کیا جائے اور کانفرنس کے فنڈ کو ترقی دیجائے، اور اُس سے ایسے کام کرنیوالوں کو اِسقدر خرچ دیا جائے، جس سے وہ بآسانی کام کرسکیں - کسیکو راہ خرچ دیا جائے، کسیکی تنخواہ مقرر کی جائے، کوئی پیڈ ایجنٹ مقرر ہو - غرضکہ یہ خیال کہ ہر شخص سے گو وہ استطاعت بھی نہ رکھتا ہو، مفت کام لیا جائے، غلط خیال ہے - اور اسیوجہ سے ابتک ہماری کانفرنس اپنے مقصد میں ناکامیاب رہی ہے - اور مجھے یقین ہے کہ جب قوم دیکھیگی کہ درحقیقت یہ مجلس کچھ کام کررہی ہے، اور تنخواہ یاب لوگ مقرر کئے گئے ہیں، اور وہ اپنے کام کے نتیجے دکھارہے ہیں، تو مالی مدد دینے، اور فنڈ کے مہیا کرنے میں دریغ نکرینگے -

چوتھے یہ کہ - کانفرنس کے مقاصد اور اُن کی کارروائیوں کی اشاعت جہانتک ممکن ہو، بہت زیادہ کی جائے، ابتک اِسکی اشاعت محدود ہے، اور ہزارہا مسلمان اُس کے مقاصد سے ناواقف، بلکہ اُسکے نام سے بھی بیخبر ہیں - اگر اُن کو معلوم ہے تو صرف یہ کہ علی گڈھ میں ایک انجمن ہے، جسکو نیچریوں نے قائم کیا ہے، اور جسکے ذریعے سے نیچریت

اور لاپروہی پھیلائی جاتی ہے۔ وہ بیچارے جانتے ہی نہیں کہ اِس کانفرنس کا مقصد کیا ہے، اور اُس میں کیا ہوتا ہے، ہماری کارروائی ایک تنگ دائرے میں محدود ہے، اور اجلاس کے تین دِنوں پر منحصر۔ دُنیا کو خبر ہی نہیں ہے کہ اصلی اصول ہمارے کیا ہیں، اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ اسکے لئے ضرور ہے کہ چھوٹے چھوٹے رسالے ایسے مرتب کئے جاویں جنمیں اِس کانفرنس کے مقاصد اور اُسکے فوائد، اور اُسکی مفید تجویزیں بیان کی جاویں، اور ترغیب اور شوق دلانے والی باتیں مختصر طور پر درج ہوں۔ اور یہ رسالے نہ صرف اُردو زبان میں، بلکہ ہر صوبہ کی مختلف زبانوں میں لکھکر اور چھاپ کر ہزاروں، بلکہ لاکھوں مُفت تقسیم کئے جاویں۔ اور بذریعہ لوکل انجمنوں اور ایجنٹوں اور ممبروں کے شائع کئے جاویں۔

پانچویں یہ کہ۔ کام کرنے کا سلسلہ چند دِنوں پر محدود نہ رہے، بلکہ سال بھر برابر کام جاری رہے، اور بذریعہ خط و کتابت کے کام کرنیوالوں سے اُن کی کارروائی دریافت کی جاتی رہے، اور جو کوئی نمایاں کام کرے، اُسکی کسی نہ کسی مفید طریقے سے قدر کی جائے۔ اور اُس کی پبلک میں شہرت دیجائے۔ اور اُسکا دل بڑھایا جائے، تاکہ دوسروں کو رغبت پیدا ہو، اور آپکے کاموں کی شہرت ہو۔

چھٹویں یہ کہ۔ کانفرنس کا دفتر زیادہ مضبوط اور زیادہ بہتر کیا جائے، اور ایک ایسا تنخواہ یاب کام کرنیوالا دفتر کا ہیڈ مقرر کیا جائے، جو انگریزی میں خوب ماہر ہو، اچھا تعلیم یافتہ ہو، اور متعلق تعلیم کے جو کچھ گورنمنٹ اور یونیورسٹی اور پبلک میں ہو رہا ہے، اور ہوتا جاتا ہے، اُس سے واقفیت حاصل کرے، اور اُسکو سمجھ سکے، اور اُس کے لئے تمام ضروری ریکارڈ جمع کرے۔ اور وقتاً فوقتاً اُس کے متعلق یادداشتیں تیار کرے، اور جائنٹ سکریٹری اور سکریٹری کے سامنے پیش کرے۔ تاکہ اُن کو رائے دینے اور کام کے اجلاس میں پیش کرنے کا موقع ملے۔ بالفعل جو ضروری اور اصلی کام ہیں، اُن میں سے کوئی کام اِس دفتر سے نہیں ہوتا۔ ہماری کانفرنس ایک جماعت ہے جسمیں ہندوستان

کے لائق اور سربرآوردہ مسلمان شریک ہیں، اور جو بلحاظ اپنے اُصول اور اغراض کے نہایت مفید ہے، اور جسکی شان و شوکت اور وقعت بہت کچھ بڑھ گئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ کام جنکی توقع اِس مجلس سے تھی، وہی نہیں ہوتے۔ یونیورسٹی کمیشن قائم ہوئی، یونیورسٹی بل پاس ہوا، یونیورسٹیوں نے نئے قواعد مرتّب کیے، نیا نصابِ تعلیم بنایا، دوسری قوموں نے اُن پر خوب غور کیا، اُن پر بحثیں کیں، مجلسیں قائم کیں، یادداشتیں تیار کیں، گورنمنٹ اور یونیورسٹی میں میموریل بھیجے۔ غرضکہ اپنا قومی فرض جیسا کہ چاہیے تھا ادا کیا، مگر ہماری اِس باوقعت اور مشہور انجمن نے کیا کیا؟ کچھ نہیں کیا۔ اور اسکا سبب صرف یہ ہے کہ سکریٹری خود انگریزی سے ناواقف، اُس کے دفتر میں ایک پچیس روپے ماہوار کے محرّر سے زیادہ نہیں، ریفرنس کے لئے کوئی سواد نہیں۔ کوئی لائق مددگار اُن کے پاس نہیں، اِسی لیے اِس مجلس سے وہ کام نہوا جو ضروری تھا، اور جسکی اُس سے توقع ہوسکتی تھی، اگر آیندہ بھی یہی حالت رہی، اور اُسکا دفتر مضبوط نکیا گیا ، اور ریکارڈ درست نہوا، اور تمام ضروری مواد جمع نہ کیا گیا ، اور کوئی کام کرنیوالا لائق انگریزی داں مقرر نہوا تو کچھ اُمید نہیں ہے کہ اِس مجلس سے وہ مقصد حاصل ہوگا جس کے لیے یہ قائم کیگئی ہے۔ اور ہمیشہ یہی رونا رہیگا جو اب تک رویا جاتا ہے۔

علاوہ اِن باتوں کے بہت سی تجویزیں اور ایسی ہیں جن پر ہمکو توجہ کرنی اور اِس مجلس کو اُن کا خیال رکھنا چاہیے۔ اور ہمارے معزز اور لائق دوست مولوی طفیل احمد صاحب نے اپنی دو (۲) تحریروں میں اُن کو اچھی طرح بیان کیا ہے۔ مناسب ہے کہ اُن کی وہ تحریریں کثرت سے چھاپکر شائع کی جاویں، اور لوگوں کو اُسپر متوجہ کیا جائے۔

بہرحال اب ہمکو اپنے نقصوں پر، اور اپنی غلطیوں پر، اور اپنی ناکامیوں پر افسوس کرنا، اور اُسپر شرمندہ ہونا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اُن نقصوں کے دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور اِس مجلس کو درحقیقت مفید مجلس بنانی چاہیے۔ ورنہ بہتر ہے کہ وہ بند